قارئین کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔۔۔۔

قارئین کی سہولت کے پیش نظر تفسیر **فیضان الرحمن** کی جلد ہذا کو ایک دفعہ پڑھنے کے بعد نیٹ پر ''اَپ لوڈ'' کر دیا گیا ہے۔ابھی تک اس میں اُردو اور عربی کی غلطیاں موجود ہیں۔لہٰذا بوقت مطالعہ ''قرآنی آیات'' کے سلسلہ میں پرنٹ شدہ قرآن پاک سے استفادہ کریں۔جلد ہذا کی دوسری دفعہ پروف ریڈنگ جاری ہے۔انشاء اللہ بہت جلد پروف ریڈنگ کے بعد جلد ہذا کو دوبارہ ''اَپ لوڈ'' کر دیا جائے گا۔شکریہ

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲

یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جس (کے کلام اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے
(یہ) ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کیلئے

کتاب مستطاب

جلد سوم

فیضان الرحمن

فی تفسیر القرآن

از افادات عالیہ

مفسر قرآن حجۃ الاسلام حضرت العلام مجتہد العظم فی الزمان مد ظلہ العالی

آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین النجفی

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فیضان الرحمٰن

جلد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلد سوم

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی دام ظلہٗ

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

ڈیزائننگ وسیٹنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قلب علی سیال فون:0301-7229417

سال اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔2013ء

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فون نمبرز۔ 042-37314311,0321-4481214

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ !مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عہدِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ادارہ ھذا کی یہ شہرت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ حضرات کی تائیدواعانت کاثمرہ ہے۔

مہربان،رحیم وکریم خالق نے ''انسان'' کو اپنی تمام مخلوقات میں عزت وشرف کے تاج سے مزیّن فرما کر فلکِ نیلگوں کے زیرِ سایہ نعماتِ انواع واقسام سے سرشار،فکری ونظری نشانیوں سے مرصع ایسے قطعۂ ارض پر متمکن فرمایا۔جہاں ہر روز آفتابِ عالم ظلمات اللّیل کو فاش کرتے ہوئے نجوم وقمر کے تسلط کو دامنِ فلک میں گوشہ نشین کر دیتا ہے اور اپنے فیوضاتِ پُروقار سے ہر ذی روح کے اندر زندگی کی ہلچل کو تیز تر کر دیتا ہے۔

نظامِ شمس وقمر کی ان ضیاؤں سے ہر ذی روح اپنی اپنی استطاعتِ بصارت وبصیرت کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے۔نباتات اپنی صغیر کلیوں اور حسین پھولوں کے ذریعے شبنم وقمر کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوتے ہیں چرندو پرند سورج کی کرنوں سے سینۂ ارض پر غذائی نعمات پا کر مسرور ہوتے ہیں۔درندے تاریکیوں کو جال سمجھ کر اور روشنیوں کو غنیمت جان کر دھرتی پہ جلوہ فگن حُسنِ زندگی کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں۔سورج کی تمازت خیز کرنیں ہوں یا چاند کی دلنشیں شعاعیں،صاحبانِ بصیرت کیلئے تاریکیوں سے نکل کر اُجالوں سے مستفیض ہونے کی نوید ہیں۔

لہٰذا وہ پاکیزہ نفوس کے حامل اہل بصیرت جو روشنیوں کے منتظر ہوتے ہیں،وہ خوابِ غفلت میں مدہوش گہری نیند نہیں سوتے بلکہ جونہی ظلمات اللیل اٹھتے ہیں،وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوجاتے ہیں۔مگر وہ مریض نفوس جنہیں قدرت کی ایسی عظیم نعمتوں سے فیضیاب ہونا ہی نہیں آتا وہ سورج کے اس نورِ بے کراں کے سامنے بے فیض ہو کر اپنے مستقبل سے بے خبر،مایوسیوں کے شکنجے میں مقفس،پردے کی اوٹ میں چادر اُوڑھ

کرمعمول کی گہری نیند سوجاتے ہیں۔

''انسان'' جسم وروح سے مرکب، عقل سلیم کے زیور سے آراستہ اپنے اندر صفاتِ جمیلہ وصفات رذیلہ ہر ایک کے ارتقاء کی قوت رکھتا ہے۔ رذائل کا ارتقاء حیوانات سے بھی بدتر درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ صفات جمیلہ کے ارتقاء سے انسان ملائکہ سے بھی افضل قرار پاتا ہے۔ مایوس اور مریض نفوس کی شفایابی کیلئے، صفاتِ رذیلہ کے خاتمے اور صفاتِ جمیلہ کے ارتقاء کیلئے ہمیشہ حکیمِ روحانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ روحانی تسکین اور معرفتِ الٰہی سے فیض یاب ہونے کیلئے قرآنی آیات پرغور وفکر کرنا، ان کے رموز وحقائق کو سمجھنا اور قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر اپنی زندگی گزارنا، آخرت کی کامیابی وکامرانی کا باعث ہے۔

بلاشبہ دنیا کا ہر شخص دوسری زبانوں کے علاوہ اپنے ملک اور اپنی قومی زبان، بلکہ اپنے علاقے کی زبان سے زیادہ مانوس ہوتا ہے۔ اس ضرورت کے پیشِ نظر پاکستان میں علاقائی ذوقِ زبان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور عقائد کی اصلاح اور ان کی پختگی اور اعمال کی اہمیت اور ان کی درستگی کیلئے 10 جلدوں پر مشتمل زیرِ نظر تفسیری مجموعہ ''**فیضان الرحمٰن**'' قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ تفسیری مجموعہ آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہٗ العالی کی عظیم مساعی جمیلہ اور شب وروز کی محنت کا ثمرِ نایاب ہے۔ خداوند عالم اُن کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے اور انہیں طاقت وصحت کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

اراکین مصباح القرآن ٹرسٹ قبلہ موصوف کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے ادارہ ھذا کو یہ تفسیری مجموعہ پرنٹ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مزید برآں آپ ہماری تمام کتب بشمول تفسیر فیضان الرحمٰن ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی ویب سائٹ www.misbahulqurantrust.com کے ذریعے گھر بیٹھے پڑھ سکتے ہیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسبِ سابق ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔ اور ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین جلد سوم

اس آیت کے مصداق کی تعیین ---------------------------------- ۲۳
اس آیت کی شان نزول ---------------------------------- ۲۴
صوفیا کی چلہ کشی اسلام ہے ---------------------------------- ۲۵
کسی چیز کو حرام کرنے کے کئی طریقے ہوسکتے ہیں۔---------------------------------- ۲۵
اس آیت کی شان نزول ---------------------------------- ۳۲
سوال کا طریقہ کار کیا ہے؟ ---------------------------------- ۴۱
درس عمل ---------------------------------- ۴۳
بحیرہ اور سائبہ وغیرہ کی تشریح ---------------------------------- ۴۵
درس ---------------------------------- ۴۵
ایک غلط فہمی کا ازالہ ---------------------------------- ۴۷
ان آیات کی شان نزول ---------------------------------- ۵۰
ان آیات سے چند احکام کا استنباط ---------------------------------- ۵۱
فائدہ جدیدہ ---------------------------------- ۵۳
دو سوال اور ان کے جوابات ---------------------------------- ۵۷
حواریوں کے اس مطالبہ کے چار مقاصد تھے ---------------------------------- ۵۸
اس آیت میں تین چیزیں قابلِ غور ہیں ---------------------------------- ۶۰
امت مرزائیہ کے ایک غلط استدلال کا ابطال ---------------------------------- ۶۲

سُوْرَۃُ الْاَنْعَامِ ---------------------------------- ۶۵

سورہ انعام کی وجہ تسمیہ ---------------------------------- ۶۵
عہد نزول ---------------------------------- ۶۵
اس سورہ کی فضیلت۔---------------------------------- ۶۵

اس سورہ مبارکہ کے مضامین عالیہ کا جامع خلاصہ ------------------------ ٦٦
اجل محتوم اور اجل غیر محتوم کا تذکرہ ------------------------ ٦٧
درس عبرت ------------------------ ٧٣
بشریت انبیا کا فلسفہ ------------------------ ٧٦
اس آیت کی شان نزول ------------------------ ٨٠
ایک سوال کا جواب ------------------------ ٨٣
اس آیت کی شان نزول ------------------------ ٨٤
ایک سوال و جواب ------------------------ ٨٨
ایمان ابوطالب کا تذکرہ ------------------------ ٩٠
عقیدہ قیامت کی اہمیت ------------------------ ٩٣
توضیح مرام کیلئے مثال ------------------------ ٩٤
زندگانی دنیا کے کھیل تماشا ہونے کا صحیح مفہوم ------------------------ ٩٦
دنیائے مذموم وممدوح سے کیا مراد ہے۔ ------------------------ ٩٧
اعلان نبوت سے پہلے کفار قریش آنحضرتؐ کو صادق وامین مانتے تھے۔ ------------ ٩٨
اعلان نبوت کے بعد کیوں آپؐ کو مجنوں اور جادوگر کہنے لگے؟ ------------ ٩٨
فرمائشی معجزے دکھانا خدا کی حکمت کے خلاف ہے ------------------------ ١٠٢
خدا کن لوگوں کو گمراہی میں چھوڑتا ہے اور کن کو ہدایت کرتا ہے؟ ------------ ١٠٤
خدائی اتمام حجت کی تین طریقوں کا تذکرہ ------------------------ ١٠٦
انبیاء ومرسلین اور آئمہ طاہرینؑ کے بارے میں عام لوگوں کا احمقانہ تصور ------------ ١١١
مقام نبی کا مختصر تعارف؟ ------------------------ ١١٣
اس آیت کی شان نزول ------------------------ ١١٦
ہر دور کے طبقہ روساء کی ذہنیت کا تذکرہ ------------------------ ١١٧
ہر دور میں اکثر دیندار لوگ غریب ونادار رہے ہیں ------------------------ ١١٧
اسلامی طریقہ پر سلام کرنے کی تعلیم؟ ------------------------ ١١٨

اسلامی طریقہ پر سلام کرنے کا حکم ---------- ۱۱۸
شرائط توبہ اور اس کے طریقہ کار کا اجمالی بیان ---------- ۱۱۹
رات کے وقت وفات دینے کا حکم؟ ---------- ۱۲۴
نینداور موت میں فرق؟ ---------- ۱۲۵
ملائکہ حافظین کا تذکرہ ---------- ۱۲۶
کراما کاتبین کے لکھنے کا طریقہ کار کیا ہے ---------- ۱۲۶
ایک غلط استدلال کا ابطال ---------- ۱۲۸
اسلام میں ذکر جلی کا کوئی تصور نہیں ہے ---------- ۱۲۹
عذاب خداوندی کے مختلف اقسام ---------- ۱۳۱
ایک غلط فہمی کا ازالہ ---------- ۱۳۲
دین کو کھیل وتماشا بنانے کا کیا مفہوم ہے۔ ---------- ۱۳۵
کفار کیلئے ولی وشفیع نہ ہونے اور ان سے فدیہ قبول نہ کیا جانے کا مفہوم ---------- ۱۳۶
حق وہدایت کا راستہ چھوڑ کر کفر وشرک اختیار کرنے والے کی مثال ---------- ۱۳۷
صور پھونکا جانے کی کیفیت کا اجمالی بیان ---------- ۱۴۰
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تارخ تھا ---------- ۱۴۱
آباء النبی کے مسلمان ہونے کے بعض دلائل کا تذکرہ ---------- ۱۴۱
قرآن سے دلیل ---------- ۱۴۱
حدیث سے دلیل ---------- ۱۴۲
تاریخ سے دلیل ---------- ۱۴۲
خدائے قدیر کا جناب ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت سماوی وارضی دکھانا ---------- ۱۴۲
اس آیت کی تفسیر حضرت امام رضا علیہ السلام کے بیان کی روشنی میں ---------- ۱۴۳
یہاں ظلم سے کیا مراد ہے؟ ---------- ۱۴۷
حضرات حسنین شریفین اور ان کی اولاد کا ذریت رسولؐ ہونا۔ ---------- ۱۴۸
تعریف قرآن بزبان امام علیہ السلام ---------- ۱۵۵

اس آیت کی شان نزول ---------------------------- ۱۵۷
دو باتوں کی مختصر وضاحت ------------------------------ ۱۵۸
پہلا کرشمۂ قدرت ------------------------------ ۱۵۸
دوسرا کرشمہ قدرت ------------------------------ ۱۵۹
تیسرا کرشمہ قدرت۔ ------------------------------ ۱۵۹
چوتھا کرشمہ قدرت ------------------------------ ۱۶۱
ایمان مستقر اور ایمان مستودع ------------------------------ ۱۶۲
استقرار اور استکمال ایمان کی بعض دعائیں ------------------------------ ۱۶۳
مشرکین کی مختلف اقسام کا بیان ------------------------------ ۱۶۵
خدا کے بیٹے اور بیٹیاں ٹھہرانے والوں کی ردّ ------------------------------ ۱۶۶
خدا آنکھوں سے نظر نہیں آتا ------------------------------ ۱۶۶
پیغمبر اسلامؐ لوگوں کے ناظر ونگران نہیں ہیں ------------------------------ ۱۶۹
اس آیت کی شان نزول ------------------------------ ۱۷۰
تبلیغ حق کا صحیح طریقۂ کار؟ ------------------------------ ۱۷۰
عام حالات میں بھی کسی کے بزرگوں کو علانیہ برا نہیں کہنا چاہیے ------------------------------ ۱۷۱
ہم نے ہر قوم کیلئے اس کا عمل آراستہ کیا ہے کا صحیح مفہوم کیا ہے ------------------------------ ۱۷۱
معجزات صرف اللہ کے پاس ہیں اور ان کا فاعل حقیقی وہی ہے ------------------------------ ۱۷۳
ہٹ دھرم لوگوں کی کج فطرتی کا تذکرہ ------------------------------ ۱۷۶
۱۔شیطان دو قسم کے ہوتے ہیں جنی اور انسی ------------------------------ ۱۷۶
۲۔شیطانوں کو انبیاء کا دشمن بنانے کی نسبت خدا کی طرف کیوں دی گئی ہے؟ ------------------------------ ۱۷۷
۳۔اس شیطانی وحی کے مقاصد کیا ہیں؟ ------------------------------ ۱۷۸
قرآنی حقائق اور احکام ناقابل ترمیم و تنسیخ ہیں ------------------------------ ۱۸۰
عددی اکثریت معیار حق نہیں ہے ------------------------------ ۱۸۱
جس حلال جانور پر ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جائے اس کا کھانا جائز ہے ------------------------------ ۱۸۱

ذبیحہ پر خدا کا نام لینے کی حکمت؟ ---------- ۱۸۲
یہاں شیطان سے کیا مراد ہے؟ ---------- ۱۸۵
اس آیت کی شان نزول ---------- ۱۸۶
خدا کے ہر بستی کے مجرموں کو بڑا (سردار) بنانے کا صحیح مفہوم ---------- ۱۸۶
اس آیت کی شان نزول ---------- ۱۸۹
معیار نبوت کیا ہے؟ ---------- ۱۸۹
فخر رازی کے غلط استدلال کا ابطال ---------- ۱۹۰
اس بات کی وضاحت کہ اللہ کن کو ہدایت کرتا ہے اور کن کو گمراہی میں چھوڑتا ہے؟ ---------- ۱۹۲
خدا کس طرح شیاطین جنی سے کلام کرتا ہے ---------- ۱۹۵
جنوں کے انسانوں سے اور انسانوں کے جنوں سے فائدہ اٹھانے کی وضاحت ---------- ۱۹۶
غفلت شعاری اور عصیاں کاری کا انجام اس استثناء کا کیا مطلب ہے؟ ---------- ۱۹۶
اس آیت کا مفہوم ---------- ۱۹۶
ایک اشکال کا جواب ---------- ۱۹۷
کافر جن وانس کا اپنے کفر کا اقرار کرنا ---------- ۱۹۸
درجات کی بلندی کا دارو مدار اعمال پر ہے ---------- ۲۰۰
اللہ غنی ہے مگر رحمت والا ہے ---------- ۲۰۰
اللہ کے نیک بندوں کا انجام اچھا ہے ---------- ۲۰۱
عرب جاہلیت کی بعض غلط رسموں رواجوں کا تذکرہ ---------- ۲۰۲
درس عبرت ---------- ۲۰۳
قتل اولاد کی تین اقسام کا بیان ---------- ۲۰۴
لڑکیوں کے قتل کا آغاز کس طرح ہوا؟ ---------- ۲۰۵
نذر و نیاز کے جانوروں کے سہ گانہ اقسام کا بیان ---------- ۲۰۵
اہل اسلام کیلئے لمحہ فکریہ ---------- ۲۰۶
بعض باغات ونباتات کا تذکرہ ---------- ۲۰۸

حق الحصاد کی ادائیگی کا حکم ---------------------------------- ۲۰۹
اسراف کی ممانعت -- ۲۰۹
خودساختہ قوانین کے تحت جانوروں کو حلال وحرام بنانے کی مذمت ------------------ ۲۱۰
کسی چیز کو حلال وحرام قرار دینے کا حق صرف خالق ومالک کو ہے ---------------- ۲۱۲
ایک سوال اوراس کے جوابات۔ ------------------------------------ ۲۱۳
کسی چیز کوحرام قرار دیئے جانے کی وجوہ کیا ہوسکتی ہیں؟ ------------------ ۲۱۵
خدا کی رحمت واسطہ کا تذکرہ ----------------------------------- ۲۱۶
بدکردار لوگوں کی یہ پرانی کمزوری ہے کہ وہ اپنی کمزوریاں مشیت الٰہی کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں - ۲۱۶
ان لوگوں کی خرافات کا جواب ----------------------------------- ۲۱۷
اللہ کی حجت کے غالب ہونے کی وضاحت ---------------------------- ۲۱۹
مشرکین سے اپنے مدعا پر کوئی علمی دلیل اور گواہ پیش کرنے کا مطالبہ ------------- ۲۲۰
دس منصوص محرمات الٰہیہ کا اجمالی تذکرہ ----------------------------- ۲۲۱
بقدرضرورت ان امور بالا کی تشریح وتوضیح ----------------------------- ۲۲۲
۱۔شرک -- ۲۲۲
۲۔والدین کی نافرمانی -- ۲۲۲
۳۔فقروفاقہ کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا ------------------------------ ۲۲۲
۴۔ظاہری وباطنی طور پر بے حیائی والے کام کرنا ------------------------- ۲۲۳
۵۔کسی کو ناحق قتل کرنا -------------------------------------- ۲۲۴
۶۔ناجائز طریقہ پر یتیم کا مال کھانا ---------------------------------- ۲۲۵
۷۔ناپ تول میں کمی کرنا --------------------------------------- ۲۲۶
۸۔ظلم اور بے انصافی کرنا حرام اور عدل کرنا واجب ہے --------------------- ۲۲۶
۹۔اللہ سے کئے ہوئے عہدوپیمان کو پورا نہ کرنا حرام ہے۔ -------------------- ۲۲۷
۱۰۔صراط مستقیم کو چھوڑ کر مختلف راستوں کو اختیار کرنا حرام ہے۔ --------------- ۲۲۷
تورات کے نازل کرنے اوراس کی صفات کا تذکرہ -------------------------- ۲۲۸

قرآن مجید کا تذکرہ ---------- ۲۲۹
نزول قرآن کا ایک مقصد مشرکین کا عذر قطع کرنا بھی ہے ---------- ۲۳۰
کافر کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟ ---------- ۲۳۱
ان تین چیزوں کی وضاحت ---------- ۲۳۱
جن لوگوں نے دین میں تفرقہ ڈالا پیغمبر اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے ---------- ۲۳۳
دین میں تفرقہ ڈالنے والوں سے مراد کون لوگ ہیں؟ ---------- ۲۳۳
اللہ کا دین اسلام جو ملت ابراہیمی کی صحیح تفسیر ہے یہی صراط مستقیم ہے اور اس کا خلاصہ ---------- ۲۳۴
ایک مسلمان کا شیوہ وشعار اور طریقہ کار یہ ہے ---------- ۲۳۵
اس آیت کی شان نزول ---------- ۲۳۷

سُوْرَةُ الْأَعْرَافِ ---------- ۲۴۰

وجہ تسمیہ ---------- ۲۴۰
اس سورہ کے مضامین کی اجمالی فہرست ---------- ۲۴۰
اس سورہ کی تلاوت کی فضیلت ---------- ۲۴۲
قرآن کا مقصد نزول تذکیر وتنذیر ہے ---------- ۲۴۴
ہاں اے دیدہ عبرت بیں ---------- ۲۴۵
قیامت کے دن رسولوں اور امتوں سے باز پرس ہوگی ---------- ۲۴۶
قرآن میں اختلاف کا گمان اور اس کا ازالہ ---------- ۲۴۶
پہلا جواب ---------- ۲۴۷
دوسرا جواب ---------- ۲۴۷
تیسرا جواب ---------- ۲۴۷
میزان عدل اور اس کی حقیقت کا بیان ---------- ۲۴۷
اور ایک شبہ اور اس کا جواب ---------- ۲۴۸
نظریۂ ارتقاء یا ڈارون کے نظریہ کا ابطال ---------- ۲۵۱
شیطان کا گمراہ کرنے کی نسبت خدا کی طرف دینا ---------- ۲۵۲

شیطان کا خدا کو چیلنج کرنا -- ۲۵۳
نتیجہ کیا برآمد ہوا؟ -- ۲۵۳
اس قصہ کے اخلاقی نتائج -- ۲۵۶
لباس پہننا اور قابل ستر اعضاء کا چھپانا انسان کا فطری جذبہ ہے ---------------- ۲۵۷
لباس کے فوائد کا تذکرہ -- ۲۵۷
برہنہ ہو کر طواف کرنے کی جاہلانہ رسم -- ۲۵۸
لباس تقویٰ کا بیان -- ۲۵۸
اولاد آدمؑ کو نصیحت -- ۲۶۰
شیاطین ہمیں دیکھتے ہیں مگر ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے -- ۲۶۰
ایک سوال مقدر کا جواب -- ۲۶۱
ہم نے شیطانوں کو بے ایمانوں کا ولی قرار دیا ہے کا صحیح مفہوم ---------------- ۲۶۲
آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کی مذمت -- ۲۶۲
فاحشہ سے کیا مراد ہے؟ -- ۲۶۲
اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر بات میں میانہ روی اختیار کی جائے ---------------- ۲۶۳
یہاں مسجد سے کیا مراد ہے؟ -- ۲۶۳
عبادت کی روح رواں اخلاص ہے -- ۲۶۴
لوگوں کی دو قسمیں ہیں ہدایت یافتہ اور گمراہ -- ۲۶۶
نماز کے وقت زینت کرنے کا حکم -- ۲۶۶
خلاصہ کلام -- ۲۶۷
خدا کی حلال نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت -- ۲۶۷
اسراف کی ممانعت -- ۲۶۷
اسراف اور تبذیر کا باہمی فرق -- ۲۶۸
تبذیر کے معنوں کی مزید تحقیق -- ۲۶۸
ارباب عقل کیلئے لمحہ فکریہ! -- ۲۶۹

افراد کی طرح اقوام کیلئے بھی ایک اجل مقرر ہوتی ہے ---------- ۲۷۲
یہ خطاب آدم علیہ السلام کی اولاد کے تمام مکلفین کو ہے ---------- ۲۷۳
یہ عہد و پیمان کب لیا گیا تھا؟ ---------- ۲۷۳
دار دنیا میں لوگوں کی روش و رفتار کا تذکرہ اور اس کا انجام ---------- ۲۷۴
یہاں پچھلی اور پہلی امت سے کیا مراد ہے؟ ---------- ۲۷۶
آسمان کے دروازے کب کھلتے ہیں ---------- ۲۷۷
یہ کون سی کدورت ہے جو اہل ایمان کے دلوں سے دور کی جائے گی؟ ---------- ۲۷۹
جنتیوں اور جہنمیوں کا باہمی مکالمہ اور ایک ایراد کا جواب ---------- ۲۸۲
یہ مؤذن کون ہوگا ---------- ۲۸۳
ان ظالموں کے چند صفات رذیلہ کا بیان ---------- ۲۸۳
مقام اعراف کیا ہے ---------- ۲۸۴
اعراف والے لوگ کون ہوں گے؟ ---------- ۲۸۴
۲۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا: ---------- ۲۸۵
دوزخیوں کی حالت زار کا تذکرہ ---------- ۲۸۸
(۱) خدا کے چھ دن میں زمین و آسمان کو پیدا کرنے کا مطلب اور مقصد کیا ہے؟ ---------- ۲۹۳
(۲) یہاں چھ دنوں سے کونسے دن مراد ہیں؟ ---------- ۲۹۳
(۳) ان چھ دنوں کی تفصیل کیا ہے؟ ---------- ۲۹۴
جادو اور جنات کے ضرر و زیاں سے بچنے کیلئے اس آیت سخرہ کی تلاوت مجرب ہے ---------- ۲۹۴
عرش اور استواء علی العرش کے مفہوم کی وضاحت ---------- ۲۹۵
رات سے دن کو ڈھانکنے کی وضاحت؟ ---------- ۲۹۶
آفتاب و ماہتاب اور ستارے اللہ کے حکم کے پابند ہیں ---------- ۲۹۶
مذکورہ بالا حقائق کو تسلیم کرنے کا فطری نتیجہ یہ ہے کہ خدا سے ہی دعا مانگی جائے ---------- ۲۹۸
اصلاح کے بعد افساد کی ممانعت ---------- ۲۹۸
اصلاح و افساد کا مختصر طریقہ کار ---------- ۲۹۹

دعا مانگنے کے دو باطنی آداب ---------- ۲۹۹
باران رحمت کے نازل کرنے کا احسان ---------- ۳۰۰
مردوں کو زندہ کرنے کی عجیب تمثیل ---------- ۳۰۰
انسانی دل و دماغ کی زمین سے لطیف تمثیل ---------- ۳۰۲
عملی لطیفہ ---------- ۳۰۲
حضرت نوح علیہ السلام پہلے اولوالعزم رسول ---------- ۳۰۳
حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کا مرکزی نقطہ ---------- ۳۰۳
حضرت نوح علیہ السلام کا طریقۂ تبلیغ اور مدت تبلیغ؟ ---------- ۳۰۴
قوم کا ردعمل اور تبلیغ کا اثر ---------- ۳۰۴
اس تمام جدوجہد کا نتیجہ کیا نکلا ---------- ۳۰۵
درس عبرت ---------- ۳۰۵
قوم نوحؑ کے کفار انبیاء کی بشریت کو نبوت کے منافی جانتے تھے۔ ---------- ۳۰۷
ایک عجوبہ ---------- ۳۰۸
جناب ہود علیہ السلام کا مختصر تعارف ---------- ۳۰۸
جناب نوحؑ اور جناب ہودؑ کے حالات والی آیات میں مماثلت ---------- ۳۰۹
وہ تھوڑے تھوڑے فرق جو دونوں قسم کی آیات میں پائے جاتے ہیں ---------- ۳۱۰
قوم ہود کس طرح ہلاک ہوئی؟ ---------- ۳۱۲
حضرت صالح علیہ السلام کا مختصر تعارف ---------- ۳۱۳
قوم ثمود کا اجمالی تذکرہ ---------- ۳۱۴
قوم ثمود کے بگاڑ کا اصلی سبب ---------- ۳۱۴
جناب صالح علیہ السلام کی دعوت کا خلاصہ ---------- ۳۱۴
جناب صالح علیہ السلام کی اس مخلصانہ دعوت کا نتیجہ کیا برآمد ہوا؟ ---------- ۳۱۵
ناقۂ صالح کا بینہ اور معجزہ ---------- ۳۱۵
ناقہ کے بارے میں جناب صالح علیہ السلام اور قوم میں معاہدہ ---------- ۳۱۶

ایک ضروری وضاحت ---------------------------- ۳۱۷
وہ عذاب کیسا تھا؟ ---------------------------- ۳۱۷
جناب لوط علیہ السلام کا مختصر تعارف ---------------------------- ۳۱۹
عمل قوم لوط کی مذمت ---------------------------- ۳۲۰
درس عبرت ---------------------------- ۳۲۱
ہر کام کا ایک طبعی انجام ہوتا ہے ---------------------------- ۳۲۲
اہل سے کون مراد ہے؟ ---------------------------- ۳۲۲
جناب لوط علیہ السلام کی بیوی کیوں برباد ہوئی؟ ---------------------------- ۳۲۳
لمحۂ فکریہ ---------------------------- ۳۲۳
اس عذاب کی کیفیت کیا تھی؟ ---------------------------- ۳۲۴
جناب شعیب علیہ السلام کا مختصر تعارف اور ان کی تعلیمات کا خلاصہ ---------------------------- ۳۲۴
قوم نے کیا اثر لیا؟ ---------------------------- ۳۲۵
قوم مدین کے فساد پھیلانے کی کیفیت ---------------------------- ۳۲۶
اسلامی رواداری کی پاکیزہ تعلیم اور حق و باطل کا فیصلہ معلوم کرنے کی خاطر صبر کی تلقین ---------------------------- ۳۲۸
جناب شعیب علیہ السلام کی قوم کے بڑوں کی روش ورفتار کا تذکرہ ---------------------------- ۳۳۰
جناب شعیب علیہ السلام کا منصفانہ اور معقول جواب ---------------------------- ۳۳۰
تمام انبیاء کے حالات پر غور کرو؟ ---------------------------- ۳۳۲
درس عبرت ---------------------------- ۳۳۵
خدا کا دستور ہے کہ وہ کبھی سختی اور تکلیف سے اور کبھی راحت وآرام سے ازمائش کرتا ہے ---------------------------- ۳۳۶
ایمان وتقویٰ اختیار کرنے سے رزق اور برکت میں اضافہ ہوتا ہے ---------------------------- ۳۳۷
اس آیت میں سرکشوں کو عذاب خداوندی سے ڈرایا جارہا ہے ---------------------------- ۳۳۹
مکر کے مفہوم کی وضاحت ---------------------------- ۳۳۹
سابقہ بستیوں والے لوگوں کے قصص وحکایات کا خلاصہ ---------------------------- ۳۴۰
موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ اور ان کا تعارف ---------------------------- ۳۴۱

جناب موسیٰؑ وہارونؑ کے دربار فرعون میں جانے اور اسے تبلیغ کرنے کا مختصر قصہ ---------- ۳۴۲
فرعون کے درباریوں اور یزید کے درباریوں میں فرق؟ ------------------ ۳۴۵
جادو کی اصل حقیقت کیا ہے؟ ------------------------------ ۳۴۶
جادوگر فرعون کا سحر شعبدہ بازی کی قسم سے تھا؟ ------------------ ۳۴۷
معجزہ کی تاثیر واقعی ہوتی ہے اور یہ کہ معجزہ کا فاعل حقیقی خدا ہوتا ہے --------------- ۳۴۷
قبط کے سرداروں کی جناب موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف ریشہ دوانیاں ------- ۳۵۱
ایک سوال کا جواب -- ۳۵۲
بنی اسرائیل کی بے یقینی ------------------------------------- ۳۵۳
سنت اللہ یہ ہے کہ وہ کبھی سختی اور کبھی آسائش سے امتحان لیتا ہے --------------- ۳۵۴
ان سختیوں کی تفصیل جن سے خدا نے فرعونیوں کو پکڑا تھا؟ ------------------ ۳۵۴
ان سختیوں کے وقت فرعون اور فرعونیوں کا ردعمل ----------------------- ۳۵۶
اسلام میں شکون بدلینے کا کوئی تصور نہیں ہے ------------------------ ۳۵۶
فرعونیون کے تعصب وعناد کی وہ سزا جو خدا نے دنیا میں ان کو دی --------------- ۳۵۷
فرعونیوں کی عہد شکنی ----------------------------------- ۳۵۷
خدائے قدیر کی قدرت اور شان کریمی کا نمونہ ------------------------ ۳۵۹
مصر چھوڑنے کے بعد بنی اسرائیل کی سرگزشت ------------------------ ۳۶۰
ایک سوال اور اس کا جواب ------------------------------ ۳۶۴
افادۂ جدیدہ -- ۳۶۷
ان تختیوں میں کیا تھا؟ ------------------------------------ ۳۶۸
ایک جبری خیال کا ابطال -------------------------------- ۳۷۰
کفار و مشرکین کے اعمال کے ضائع ہونے کے سبب کی وضاحت --------------- ۳۷۱
جناب موسیٰؑ کے کوہ طور پر جانے کے بعد قوم کی گوسالہ پرستی کا تذکرہ -------------- ۳۷۱
ایک ایراد اور اس کا جواب ------------------------------ ۳۷۴
خدا کن لوگوں پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے؟ ----------------------------- ۳۷۸

رحمت الٰہی کی دو قسموں کا بیان؟ ---------- ۳۷۹
پیغمبر اسلامؐ کے چند خصوصی اوصاف جلیلہ و جمیلہ کا تذکرہ؟ ---------- ۳۷۹
۱۔ وہ نبی اور رسول ہیں اور نبی و رسول کا باہمی فرق؟ ---------- ۳۸۰
۲۔ وہ ''اُمّی'' ہیں اور ''اُمّی'' کا صحیح مفہوم ---------- ۳۸۰
۳۔ پیغمبر اسلامؐ کا ذکر خیر تورات میں بھی ہے اور انجیل میں بھی ---------- ۳۸۱
۴۔ وہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں ---------- ۳۸۱
۵۔ جو بوجھ ہلکا کرتے ہیں! ---------- ۳۸۲
یہاں نور سے کیا مراد ہے؟ ---------- ۳۸۳
اس آیت کی شان نزول ---------- ۳۸۴
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ گیر رسالت کا تذکرہ ---------- ۳۸۵
جناب موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایک گروہ کی تعریف ---------- ۳۸۶
اصحاب القریہ کا اجمالی تذکرہ ---------- ۳۸۹
کسی قوم کے کسی فعل پر راضی رہنے والے کے انجام کا بیان؟ ---------- ۳۹۰
برے اخلاف کا تذکرہ ---------- ۳۹۳
باطل نواز لوگوں کی خوش فہمیوں کا ازالہ ---------- ۳۹۴
عالم ذر میں عہد الست کا تذکرہ ---------- ۳۹۶
بلعم بن باعورا کا قصہ ---------- ۳۹۹
بلعم کتنا بڑا عالم تھا؟ ---------- ۴۰۰
ان آیات اور اس واقعہ سے حاصل شدہ درسہائے عبرت ---------- ۴۰۲
ہدایت یافتہ وہ ہے جسے خدا ہدایت کردے ---------- ۴۰۳
جن و انس کو جہنم کیلئے پیدا کرنے کا صحیح مفہوم ---------- ۴۰۳
خدا کے اسماء حسنیٰ کا تذکرہ ---------- ۴۰۶
اللہ کے اسماء کی چند قسمیں ---------- ۴۰۷
اللہ کے اسماء توقیفی ہیں ---------- ۴۰۷

خدا کے قانون استدراج وامہال کا تذکرہ ---------- ۴۰۹
منکروں نے ہمیشہ داعیان حق کو مجنون کہا ہے۔ ---------- ۴۱۰
عقیدہ قیامت کی اہمیت ---------- ۴۱۳
قیامت کے وقوع کا وقت صرف علم الٰہی میں ہے ---------- ۴۱۳
عام انسانوں کی ایک بری عادت کا بیان ---------- ۴۱۴
درس عبرت۔ ---------- ۴۱۴
ہادیان برحق کے بارے میں لوگ ہمیشہ افراط وتفریط میں مبتلا رہے ہیں ---------- ۴۱۵
مقام معرفت میں میانہ روی ضروری ہے ---------- ۴۱۵
انبیاء وآئمہ کے علم غیب کا تذکرہ ---------- ۴۱۶
اطلاع علی الغیب علم غیب نہیں ہے ---------- ۴۱۶
خاتم الانبیاء کے علم غیب کی نفی عقل سلیم کی روشنی میں ---------- ۴۱۷
معبودان باطل کا تذکرہ ---------- ۴۲۲
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اخلاق حسنہ کا تذکرہ ---------- ۴۲۵
اس آیت کی شان نزول ---------- ۴۲۶
قرآنی ہدایت ورحمت سے فیضیاب ہونے کے آداب ---------- ۴۲۸
قرآن کی آواز سنتے وقت کفار کی روش کا تذکرہ ---------- ۴۲۸
خاموشی سے تلاوت قرآن سننے کے بارے میں وجوب واستحباب کا اختلاف؟ ---------- ۴۲۹
ایک مفید مشورہ ---------- ۴۲۹
ذکر خدا کرنے کے بعض آداب کا تذکرہ ---------- ۴۳۰
صبح وشام کے بعض اذکار کا تذکرہ ---------- ۴۳۱
سجدہ تلاوت کا حکم؟ ---------- ۴۳۲

سُوْرَۃُ الْاَنْفَالِ ---------- ۴۳۴

یہ سورہ مدنی ہے......اور اس کی ۷۵ آیات ہیں ---------- ۴۳۴
وجہ تسمیہ ---------- ۴۳۴

عہدنزول -- ۴۳۴
اس سورہ کے مضامین کی اجمالی فہرست -------------------------- ۴۳۴
اس سورہ کی فضیلت ------------------------------------- ۴۳۵
اس آیت کی شان نزول ------------------------------------ ۴۳۶
غنیمت،فئی اور نفل کا صحیح مفہوم اوران کا باہمی فرق؟ ---------------------- ۴۳۷
مال غنیمت کا مفہوم اوراس کا حکم؟ ------------------------------ ۴۳۸
''فئی''اورانفال کا مفہوم اورحکم؟ ------------------------------- ۴۳۸
کامل الایمان اہل ایمان کے پنچگانہ صفات وعلامات کا تذکرہ -------------- ۴۳۹
ان اہل ایمان کا انعام کیا ہے؟ ----------------------------------- ۴۴۰
جنگ بدر کا پس منظر --------------------------------------- ۴۴۱
ایک غلط فہمی کا ازالہ -------------------------------------- ۴۴۴
ازالہ اشتباہ --- ۴۴۷
اہل بدر پر خدا کے چھ عدد احسانات کا اجمالی تذکرہ ----------------------- ۴۴۸
جنگ لڑنے کے طریقہ کار کی تعلیم ------------------------------ ۴۵۰
مخصوص حالات میں دشمن کو پیٹھ دکھانا جائز ہے -------------------------- ۴۵۲
پہلی صورت -- ۴۵۲
دوسری صورت --- ۴۵۲
اس آیت کی شان نزول ------------------------------------ ۴۵۳
اس آیت کی شان نزول ------------------------------------ ۴۵۵
لوگوں کی دوقسمیں: کچھ طالب حق، کچھ شکار کے طلبگار ------------------- ۴۵۸
ایک منطقی شبہ کا ازالہ ------------------------------------ ۴۵۹
گناہوں کے بعض مختلف اقسام کا بیان ------------------------------ ۴۶۲
مال واولاد کے فتنہ ہونے کا مفہوم کیا ہے؟ ---------------------------- ۴۶۶
متقیوں کے بعض انعامات کا تذکرہ ------------------------------- ۴۶۷

فرقان سے کیا مراد ہے؟ -- ۴۶۷
پہلا انعام -- ۴۶۷
دوسرا انعام: تیسرا انعام -- ۴۶۸
دارالندوہ کی سازش کا تذکرہ -- ۴۶۸
کفار کا شیخی بگھیرنا کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام پیش کر سکتے ہیں -- ۴۷۰
بعض لوگوں کی کجروی کا تذکرہ -- ۴۷۱
سنت الٰہی یہ ہے کہ کسی نبی کی موجودگی میں وہ عذاب نازل نہیں کرتا -- ۴۷۲
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام کا باہمی امتیازی نشان -- ۴۷۲
ایک سوال اور اس کا جواب -- ۴۷۳
ایک شبہ اور اس کا ازالہ -- ۴۷۴
کفار کی خود ساختہ نماز کا منظر؟ -- ۴۷۷
کفار و مشرکین کے مالی انفاق کا تذکرہ اور اس کا انجام -- ۴۷۸
مذکورہ بالا کاروائی کا نتیجہ؟ -- ۴۷۹
اسلامی جہاد کی غرض وغایت اور اس کا فلسفہ -- ۴۸۰
انکشاف حقیقت -- ۴۸۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

آیات القرآن

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ
مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾
وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا
رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ
الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو (ہمارے) پیغمبر پر اتارا گیا ہے تو تم دیکھو گے کہ ان کی
آنکھیں آنسوؤں سے چھلک رہی ہوتی ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے وہ کہتے
ہیں پروردگار ہم ایمان لائے سو تو ہم کو (صداقت اسلام کی) گواہی دینے والوں میں درج
فرما۔(۸۳) اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس حق پر جو ہمیں پہنچا ہے ایمان نہ لائیں حالانکہ
ہم خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہمیں (اپنے) نیک بندوں میں شامل کرے۔
(۸۴) اللہ نے ان کو ان کے اس قول کے صلہ میں ایسے بہشت عطا فرمائے جن کے نیچے
نہریں جاری ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ نیکو کاروں کا معاوضہ ہے (۸۵) اور جن
لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہی دوزخ والے ہیں۔(۸۶) اے

ایمان والو! (اپنے اوپر) حرام نہ کرو۔ ان پاکیزہ چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور (حد سے) تجاوز نہ کرو بے شک اللہ (حد سے) تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (۸۷) اور اللہ نے تمہیں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں عطا کی ہیں ان میں سے کھاؤ۔ اور اسی اللہ سے ڈرو (اس کی نافرمانی سے بچو) جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ (۸۸)

تفسیر الآیات

وَاِذَا سَمِعُوْا ۹۶۱...الآیۃ۔

اس آیت کے مصداق کی تعین

جن لوگوں کی اس آیت میں تعریف کی جارہی ہے کہ قرآن سنکر عرفان حق کی وجہ سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے چھلک رہی ہوتی ہیں ان سے مراد وہی لوگ ہیں جن کا تذکرہ پارہ چھ کی آخری آیت میں ہوا ہے یعنی قوم نصاریٰ کے وہ مخصوص لوگ جو جب تک عیسائی تھے تو جناب عیسیٰ علیہ السلام کے دین اور اس کی مقدس تعلیمات پر کاربند تھے اور جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت اور ان پر نازل شدہ کتاب ہدایت کی صداقت دیکھی تو ''اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ'' (سورہ مائدہ......آیت ۸۳) کہتے ہوئے ایمان لائے جیسے جناب سلمان فارسیؓ اور نجاشی بادشاہ حبشہ اور اس کے نمائندہ وفد کے معزز ارکان۔ جو ستر آدمی تھے جو سب کے سب قوم نصاریٰ کے بڑے بڑے علماء و مشائخ تھے جو باسٹھ حبشہ سے اور آٹھ شام سے تعلق رکھتے تھے'' جن میں بحیراء راہب بھی تھا جس کا پس منظر بڑے اختصار کے ساتھ کچھ یوں ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے ہجرت مدینہ سے پہلے کفار قریش کے مظالم سے تنگ آ کر مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کرنے کا حکم دیا کیونکہ بادشاہ حبشہ کے بارے یہ شہرت تھی کہ نہ وہ خود کسی پر ظلم کرتا ہے۔ اور نہ کسی کو کسی پر ظلم کرنے دیتا ہے۔

چنانچہ مسلمانوں کا ایک بڑا قافلہ جناب جعفر ابن ابی طالب (طیارؓ) کی سرکردگی میں وہاں بھیجا جو عورتوں کے علاوہ بیاسی مردوں پر مشتمل تھا۔ اور وہاں پہنچ کر جناب جعفر طیارؓ نے نجاشی کے دربار میں جو امراء و اعیان اور عوام سے چھلک رہا تھا اسلام اور اس کی مقدس تعلیمات کی حقانیت اور بانی اسلام کی سیرت و کردار کے حوالہ سے ان کی صداقت پر جو مختصر مگر موثر تقریر کی اس نے ان لوگوں کے دلوں میں اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی محبت و عظمت کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اس لئے بڑے احترام کے ساتھ مسلمانوں کی میزبانی کا شرف

حاصل کیا ان کے ساتھ شریفانہ سلوک کیا اور کفار قریش کا جو وفد قیمتی تحائف لے کر بادشاہ حبشہ کے پاس اس غرض سے گیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دے۔ بادشاہ حبشہ نے وفد کے تحائف واپس کر دیئے اور اس طرح وہ وفد بے نیل مرام واپس گیا الغرض! جب کچھ عرصہ کے بعد آنحضرتؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی اور آرام واطمینان کے ساتھ مدینہ قیام پذیر ہوئے اور مہاجرین حبشہ کو اس بات کی اطلاع ملی تو انہوں نے مدینہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس وقت بادشاہ حبشہ نے حقیقت حال کی مزید تحقیق وجستجو کرنیکی غرض سے ایک نمائندہ وفد مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ بھیجا۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب یہ وفد حضرت رسولؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو آنحضرتؐ نے اسے سورہ یٰسین پڑھ کر سنائی وہ یہ کلام معجز نظام سنتے بھی جاتے اور روتے بھی جاتے۔ اور ساتھ ساتھ کہتے بھی جاتے کہ یہ کلام اس کلام کے ساتھ کس قدر مشابہ ہے جو جناب عیسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ اور یہ سب مسلمان ہو گئے اور جب یہ وفد واپس حبشہ پہنچا اور والئی حبشہ کو سب روئیداد سنائی تو اس نے بھی اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ انہی لوگوں کے بارے میں خداوند عالم نے یہ آیتیں نازل فرمائیں (مجمع البیان وقرطبی وغیرہ تفاسیر فریقین)۔

۹۷۔ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا ...الآیۃ۔

اس آیت میں خداوند عالم نے ان لوگوں کو صرف زبانی قول کے صلہ میں بہشت عطا فرمانے کا تذکرہ کیا ہے حالانکہ جب تک قول کے ساتھ عمل نہ ہو تب تک اس کی کوئی خاص قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کا صرف زبانی ہی قول ہی نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ دل ودماغ کی یکرنگی اور ہم آہنگی بھی شامل تھی اور اس کے ساتھ ساتھ خلوص نیت کا جذبہ بھی کارفرما تھا جس کا قطعی ثبوت ان کا گریہ وبکاء ہے۔ اور جب دل ہو زبان کا رفیق تو اسی کا نام معرفت ہے اور جب قول کے ساتھ معرفت واخلاص ہو تو یہی وہ ایمان ہے جس پر خدا اجر وثواب کا وعدہ کرتا ہے (مجمع البیان)

۹۸۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...۱۸۷لآیۃ۔

اس آیت کی شان نزول

اس آیت کی شان نزول عام مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ ایک بار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت اور اس کے شدائد اور اس کے احوال واھوال کا تذکرہ کچھ اس انداز میں کیا کہ مسلمان دھاڑیں مار کر زار وقطار رونے لگے۔ بعد ازاں صحابہ جناب عثمان بن مظعونؓ کے گھر جمع ہوئے اور باہم عہد کیا کہ وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھیں گے،

اور رات عبادت خدا میں بسر کریں گے اور بستروں میں نہیں سوئیں گے گوشت گھی وغیرہ مرغن غذائیں نہیں کھائیں گے اور عورتوں کے نزدیک نہیں جائیں گے۔ اور خوشبو نہیں لگائیں گے، اونی لباس زیب تن کریں گے اور دنیا کے علائق سے تعلق قطع کر لیں گے۔ اور زمین میں گھومیں پھریں گے۔ الغرض جب مسلمانوں میں عیسائیوں کی رہبانیت والا رجحان پایا جانے لگا اور انہوں نے حلال لذائذ دنیا کو اپنے اوپر حرام کرنا چاہا۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے ان لوگوں کی سرزنش فرمائی اور فرمایا کہ تمہارے نفسوں کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لئے روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ رات کو عبادت کیلئے جاگا بھی کرو اور سویا بھی کرو۔ مجھے دیکھو کہ میں جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ گوشت اور گھی بھی کھاتا ہوں اور اپنی بیویوں سے مباشرت بھی کرتا ہوں یہ میری سنت ہے اور جو شخص میری سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے میں تمہیں قسیس اور راہب بننے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ یہ چیزیں میرے دین اسلام میں نہیں ہیں۔ (مجمع البیان وکشاف زمخشری وغیرہ)۔

الغرض دین اسلام اعتدال ومیانہ روی کا دین ہے اس میں یہودیوں کی طرح نہ بالکل لذائذ دنیا میں کھو جانے کی گنجائش ہے۔ اور نہ ہی راہبوں کی طرح حلال لذائذ کو اپنے اوپر حرام کرنے کی اجازت ہے اور یہی چیز اسلام کا طغرائے امتیاز ہے۔

صوفیا کی چلہ کشی اسلام ہے

مگر اس کے باوجود صوفیوں کی چلہ کشیاں اور ترک حیوانات جیسی ریاضتیں اور عبادتیں اسی رہبانیت والے رجحان کی عکاسی کرتی ہیں۔

کسی چیز کو حرام کرنے کے کئی طریقے ہوسکتے ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرنے کے کئی طریقہ کار ہوسکتے ہیں مثلاً

۱۔ جس چیز کو اسلام حلال قرار دیتا ہے اس کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھا جائے۔ یہ قریب قریب کفر ہے۔

۲۔ قسم وغیرہ کھا کر کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دیا جائے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی قسم کھانا گناہ ہے اور اس کا کفارہ ادا کرکے اس کا توڑنا واجب ہے۔

۳۔ حلال کو حرام سمجھنے کا نہ عقیدہ ہو اور نہ ہی زبان سے اس کا اظہار کیا جائے مگر مقام عمل میں

اس کے استعمال سے دائمی پرہیز کیا جائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ کام کارِثواب سمجھ کر کیا جائے تو یہ صاف رہبانیت ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر کسی جسمانی یا روحانی بیماری یا اور کسی معقول وجہ سے ایسا کیا جائے تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ تاہم کبھی کبھار اس کا استعمال ضرور کرنا چاہیے تاکہ حدود الٰہی سے تجاوز لازم نہ آئے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ لَآ یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ'' کیونکہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (سورہ بقرہ ......آیت ۱۹۰)

مخفی نہ رہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کا لذائذ سے کنارہ کشی کرنا اور بالکل سادہ زندگی گزارنا اسی آخری قسم میں داخل ہے آپ چاہتے تھے کہ اسلامی عدل و ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے باوجود عالم اسلام کے تمام سفید و سیاہ کا اقتدار و اختیار رکھتے ہوئے بھی رعایا کے ایک غریب ترین شخص کی طرح زندگی گزاریں۔

۹۹۔ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۸۸...الآیۃ۔

دنیوی لذائذ سے تمتع حاصل کرنے کے سلسلہ میں اسلام کا جو مزاج ہے ابھی اوپر اس کی مکمل وضاحت کر دی گئی ہے یہاں اکل سے یہی مختلف خوردنی نوشیدنی اور پوشیدنی وغیرہ اشیاء سے تمتع حاصل کرنا مراد ہے۔ ''خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا'' (سورہ بقرہ......آیت ۲۹) جب اللہ نے ہر چیز انسان بالخصوص اہل ایمان کیلئے پیدا کی ہے تو اس سے فائدہ نہ اٹھانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ ارشاد قدرت ہے:

''قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ'' کہو۔ اللہ کی زینت اور پاک و پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے؟ (سورہ اعراف......آیت۔ ۳۲)

بلکہ

''بل هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ......'' یہ تو ہیں ہی اہل ایمان کے لئے۔ (سورہ اعراف آیت......۳۲)

لیکن اس کے باوجود پیروان مذاہب کی یہ ایک بڑی گمراہی رہی ہے کہ انہوں نے ترک دنیا کو تقرب الٰہی کا وسیلہ سمجھ لیا چنانچہ عیسائیوں کی رہبانیت اور صوفیوں کا ترک لذائذ اسی سلسلہ قبیحہ کی کڑیاں ہیں۔ جنہوں نے دنیا جہاں کی تمام جائز لذتیں اپنے اوپر حرام کر لیں۔ بہرحال چونکہ چھٹے پارے کے آخر میں عیسائی راہبوں کی نرم دلی اور تواضع و فروتنی کی تعریف کی گئی تھی تو ضروری تھا کہ ان کی اس عملی بے راہ روی اور تفریط کی طرف اشارہ کیا جاتا۔ تاکہ ان کی دیکھا دیکھی امت مسلمہ اس گمراہی میں گرفتار نہ ہو جائے جو کوئی خوبی کی بات نہیں ہے بلکہ راہ عمل میں حد سے تجاوز ہے۔ جس کا اسلام روادار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال کا علمبردار ہے۔ کما لا یخفی علی اولی الابصار۔

آیات القرآن

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ
الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا
تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ
فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا
اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ
مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ
الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ
وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ تم سے تمہاری لایعنی قسموں پر مواخذہ (باز پرس) نہیں کرے گا۔ مگر جو قسمیں تم نے قصداً کھائی ہیں (اور اس طرح مضبوط کی ہیں) تو ان پر ضرور تم سے مواخذہ کریگا۔ اور (ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا اوسط درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہناؤ یا پھر ایک غلام آزاد کرو اور جس کو اس کا مقدور نہ ہو تو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو (خیال رکھو) اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنے آیات واحکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر گزار بنو۔ (۸۹) اے ایمان والو! شراب، جوا، بت (یا آستانے، اور پانسے) سب گندے اور شیطانی کام ہیں ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (۹۰) شیطان تو بس یہی چاہتا ہے

کہ تمہارے درمیان۔شراب اور جوئے کے ذریعہ سے بغض وعداوت ڈالے۔اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے باز رکھے (روکے) کیا اب (ان چیزوں سے) باز آؤ گے؟ (۹۱)

تفسیر الآیات

۱۰۰۔لَا يُؤَاخِذُكُمُ...۸۹ الآیۃ۔

اس آیت کی تفسیر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۵ کی ذیل میں گزر چکی ہے۔جو بالکل اسی آیت جیسی ہے اور وہیں اس بات کی وضاحت بھی کی جا چکی ہے کہ قسم کی دو قسمیں ہیں۔ا۔ایک لغو جو بلا قصد وارادہ بطور تکئیہ کلام و اللہ باللہ یالا و اللہ۔بلی واللہ کھائی جائے۔۔اور دوسری وہ جو باقاعدہ قصد اور ارادہ قلبی کے ساتھ کھائی جائے اور یہ کہ پہلی قسم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے یعنی نہ پابندی لازم ہے اور نہ مخالفت کرنے پر کوئی سزا اور کفارہ ہے۔مگر دوسری قسم کی پابندی لازم ہوتی ہے اور خلاف ورزی کرنے پر سزا بھی ملتی ہے اور کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔جو تین چیزوں میں سے ایک ہے۔

۱۔ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

۲۔ دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا۔

۳۔ ایک غلام یا کنیز کو آزاد کرنا جو کہ آج موجود نہیں ہیں

۴۔ اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کا کفارہ تین دن کے روزے رکھنا ہے۔

جیسا کہ اس آیت میں صراحت موجود ہے۔اور اگر کوئی روزہ بھی نہ رکھ سکے تو پھر استغفار کرے ابھی اوپر آیت نمبر ۸۷ کی تفسیر میں واضح کیا جا چکا ہے کہ کچھ لوگوں نے بعض حلال چیزوں کی اپنے اوپر حرام کرنے کی قسم کھائی تھی۔اس لئے خدائے حکیم نے یہاں قسموں کے اقسام واحکام بیان کرتے ہوئے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر معصیت کاری کی قسم کھائی جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قسم کو توڑے اور اس کا کفارہ ادا کرے کیونکہ اس قسم پر قائم رہنا جائز نہیں ہے۔

۱۰۱۔وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ...۸۹ الآیۃ۔

یہ حکم ایسا ہی ہے جیسے سورہ بقرہ میں فرمایا کہ "وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ" کہ خدا کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ (سورہ بقرہ آیت...... ۲۲۴) کہ بات بات پر اس طرح قسمیں کھاؤ کہ قسم ایک مذاق بنکر رہ جائے۔بلکہ صحیح قسم کھاؤ۔سوچ سمجھ کر کھاؤ۔اور پھر اس کی پابندی کرو۔اسے طاق نسیاں پر نہ رکھ دو۔کہ

اسے بالکل بھول جاؤ اور اس طرح اس کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو جاؤ۔

۱۰۲۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۹۰...الآیۃ۔

اس آیت مبارکہ میں خدائے علیم وحکیم نے چار چیزوں کو نجس و ناپاک اور حرام قرار دیا ہے۔

۱۔خمر ۲۔میسر ۳۔انصاب ۴۔ازلام۔

ان میں سے پہلی دو چیزوں کی تفسیر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۹ (یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ...) کے ذیل میں اور آخری دو چیزوں کی تفسیر اسی سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳ (وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ) کے ذیل میں تفصیلاً گزر چکی ہے وہاں اس حقیقت کی بھی کما حقہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ خمر و میسر کی حرمت تدریجاً نازل ہوئی ہے اور یہ آیت اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے۔ شیخ طوسی اور شیخ طبرسی وغیرہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں صراحت کی ہے کہ یہ آیت چار لحاظ سے شراب وغیرہ محرمات کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔

(۱)۔انہیں نجاست اور گندگی کہا گیا ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔

(۲)۔اسے شیطانی کام قرار دیا گیا ہے جس سے پرہیز واجب ہے۔

(۳)۔اس سے احتراز کا کھلم کھلا حکم دیا گیا ہے۔

(۴)۔اخروی فوز و فلاح کو اس سے پرہیز کرنے سے وابستہ قرار دیا گیا ہے (تبیان و مجمع البیان)

بہر حال شراب ہو یا جواز مانہ قدیم و جدید میں ان کی بدلتی ہوئی مختلف اقسام وانواع سے حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا شراب کی کوئی قسم ہو اور جوا کی کوئی شکل ہو وہ سب خمر و میسر میں داخل ہے خواہ نرد ہو، شطرنج، یا گنجفہ یا کیرم وغیرہ ہو سب حرام ہیں اسی طرح گو زمانہ قدیم میں انصاب۔ اور نصب ان مخصوص پتھروں کو کہا جاتا تھا جو خانہ کعبہ کے اردگرد نصب تھے جن پر عہد جاہلیت کے لوگ مورت پر قربانی کرتے تھے پھر اس کا خون ان پر مل دیتے تھے اور موجودہ دور میں بعید نہیں ہے کہ اس سے وہ سب مقامات مراد لئے جائیں "جن کو غیر اللہ کی نذر و نیاز چڑھانے کیلئے لوگوں نے مخصوص کر رکھا ہے خواہ کسی پتھر یا لکڑی کی مورت ہو یا نہ ہو۔ ہماری زبان میں اس کا ہم معنی لفظ استانہ یا استھان ہے جو کسی بزرگ یا دیوتا سے کسی خاص مشرکانہ اعتقاد سے وابستہ ہو"۔ (تفہیم القرآن)

۱۰۳۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ ۹۱...الآیۃ۔

اس آیت مبارکہ میں خداوند حکیم نے شراب اور جوئے کے بے شمار روحانی و عقلی مضرات و نقصانات میں سے دو خرابیوں کا تذکرہ فرمایا ہے ایک یہ کہ ان کی وجہ سے عداوت پیدا ہوتی ہے اور لڑائی جھگڑے کھڑے

ہوتے ہیں اور بعض اوقات یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ دو جگری دوست اس طرح باہم دشمن بن جاتے ہیں کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے نظر آتے ہیں۔ اور دوسری یہ ہے کہ ان کی وجہ سے آدمی یاد الٰہی اور اس کی عبادت، جس کا مظہر اتم نماز ہے سے غافل و ساہل ہو جاتا ہے اور ایک شرابی شراب کے نشہ میں اسی طرح چور اور ایک جواری بازی جیتنے کی دھن میں اس طرح مخمور ہو جاتا ہے کہ نماز کا وقت داخل ہوتا ہے گزر جاتا ہے مگر اسے اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ واضح رہے کہ جب کسی نوع مصلحت یا مفسدہ کے تحت کوئی قانون بن جائے تو پھر اگر کسی فرد میں وہ مصلحت یا مفسدہ نہ بھی پایا جائے جیسے شراب کی اتنی قلیل مقدار استعمال کرنا کہ جس سے مزکورہ بالا خرابیوں میں سے کوئی خرابی نہ پائی جائے تو وہاں بھی قانون نافذ العمل ہوتا ہے اور اس کی خلاف ورزی حرام ہوتی ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام مثلہ۔ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اسکی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

ایضاح۔

مخفی نہ رہے کہ جب خمر کا مفہوم ہے نشہ آور اور مدہوش کر دینے والی شراب تو اگر چہ عرف عام میں کسی چیز کو شراب نہ کہا جاتا ہو جیسے بھنگ اور چرس یا موجودہ دور کی لعنت ہیروئین اگر چہ یہ چیزیں نجس نہیں ہیں۔ مگر علت منصوصہ (سکر) کی وجہ سے وہ بھی شراب کی طرح قطعی حرام ہوں گی اور ان کے استعمال سے اجتناب کرنا واجب ہوگا بلکہ بعض احادیث میں ہر مسکر (مدہوش کرنے والی چیز) کو خمر (شراب) کہا گیا ہے چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا:

''**کل مسکر خمر و کل خمر حرام**'' ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور خمر حرام ہے (الکافی)

اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

''**ان اللہ لم یحرم الخمر لا سمها ولکن حرمها لعا قبتها فما کان عاقبتها عاقبة الخمر فھو خمر**'' یعنی اللہ نے شراب کو صرف اس کے گناہ ہونے کی وجہ سے حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کے انجام بد کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے پس ہر وہ چیز جس کا انجام شراب والا ہو وہ شراب ہی ہے۔ (الکافی، التہذیب)

آیات القرآن

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا
اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ
اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى
بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور (نافرمانی سے) بچتے رہو اور اگر تم نے روگردانی کی تو پھر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف واضح طور پر (ہمارا پیغام) پہنچا دینا ہے اور بس (۹۲) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ جو وہ (پہلے) کھا پی چکے۔ جبکہ (اب) پرہیز کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ اور پھر اس ایمان و پرہیز پر قائم و ثابت قدم بھی رہیں اور پھر تمام برے کاموں سے پرہیز کرتے رہیں اور نیکیاں کرتے رہیں اور اللہ نیک عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۹۳) اے ایمان والو! خدا تمہیں ضرور اس شکار کے ذریعہ سے آزمائے گا جسے تمہارے یہ ہاتھ اور نیزے پا جائیں (تمہاری زد میں ہو) تاکہ وہ (حسب ظاہر) یہ دیکھے کہ غائبانہ طور پر کون اس سے ڈرتا ہے؟ اور جس نے اس تنبیہ کے بعد بھی حد سے تجاوز کیا تو اس کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (۹۴)

تفسیر الآیات

۱۰۴ وَ اَطِيۡعُوا اللّٰه...الآیة۔

ایک بار پھر خدا اور رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کا تاکیدی حکم دیا جارہا ہے اور ان کے احکام سے سر تابی اور روگردانی کرنے سے ڈرایا جارہا ہے اور یہ بھی بتایا جارہا ہے کہ اگر تم ان کے فرمان سے روگردانی کروگے تو اس سے نہ ان کی شان میں کوئی فرق آئے گا اور نہ اس کی ان سے باز پرس کی جائے گی بلکہ آخرت میں اس کی باز پرس صرف تم سے ہوگی۔ کیونکہ رسولؐ کی ذمہ داری تو صرف خدا کے احکام اور اس کا پیغام بندوں تک پہنچانا ہے جسے انہوں نے بطریق احسن انجام دیدیا۔ اب ان کی مخالفت کرنے والوں کا محاسبہ خدا کرے گا جیسا کہ اس کا اپنا ارشاد ہے۔ فانما عليك البلاغ وعلينا الحساب (سورہ رعد آیت...... ۴۰) اے رسول۔ پہنچانا تیرا کام ہے اور محاسبہ کرنا ہمارا کام ہے۔

۱۰۵ لَيۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ ۔۔۔۔ الآیة

اس آیت کی شان نزول

مفسرین اسلام نے اس آیت کی شان نزول یہ بیان کی ہے کہ جب شراب کی حرمت والی (آیات) نازل ہوئیں تو بعض صحابہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ ہمارے ان بھائی بندوں کا کیا بنے گا جو شراب پیتے تھے اور اب وہ یا وفات پا چکے ہیں یا جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی مطلب یہ ہے کہ جن اہل ایمان نے حرمت شراب کا حکم نازل ہونے سے پہلے شراب پی ہے ان سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ (مجمع البیان روح المعانی، الکاشف وغیرہ)۔

علاوہ بریں اس آیت کا ایک صاف وصریح مطلب یہ بھی ہے کہ جو لوگ شریعت کی منصوص ممنوعہ چیزوں سے پرہیز کریں۔ تو پھر باقی جائز اور لذیذ چیزوں کے استعمال میں ان کیلئے کوئی مضائقہ نہیں ہے (مجمع البیان)۔

اور اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب لوگوں نے اسلام لانے سے پہلے ممنوعہ چیزیں استعمال کی ہوں۔ تو اسلام لانے کے بعد اب ان کا مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ ''الاسلام يجب ماقبله'' اسلام پہلی چیز کو کاٹ دیتا ہے۔

افادہ

یہاں ایک بات قابل غور وفکر ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں تین بار تکرار کیوں واقع ہوئی ہے اتقوا و امنوا ثم اتقوا و امنوا و احسنوا۔ مختلف مفسرین نے اس کی مختلف تاویلیں و توجیہیں بیان کی ہیں۔ فخر رازی نے پانچ قول نقل کئے ہیں علامہ طبرسی نے بیان کیا ہے کہ پہلے تقویٰ سے مراد حرمت شراب کے بعد اس سے پرہیز کرنا اور دوسرے تقویٰ سے مراد اس پر مداومت کرنا اور تیسرے تقویٰ سے مراد احسان کے ساتھ ساتھ تمام گناہوں سے پرہیز کرنا ہے مطلب یہ ہوا کہ جن لوگوں نے حرمت شراب کا حکم نازل ہونے سے پہلے شراب پی تھی اب ان سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ بشرطیکہ وہ اب اس شراب سے بچیں اور برابر بچتے رہیں اور مزید براں تمام گناہوں سے بھی پرہیز کریں اور احسان یعنی بھلائی بھی کریں اور احسان کا ایک مفہوم حدیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ ''ان تعبد ربك كانك تراه و ان لم تكن تراه فانه يراك''۔ کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ اور فاضل کاشانی نے تفسیر صافی میں اس تکرار کو تقویٰ و ایمان کے مختلف منازل و مدارج پر محمول کیا ہے۔ اور جناب شیخ جواد مغنیہ نے تفسیر کاشف میں واللہ اعلم کہہ کر اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے۔ کہ خداوند عالم اس تکرار سے یہ بات واضح و آشکار کرنا چاہتا ہے کہ حقیقی متقی و پرہیز گار وہ ہے جو تمام حالات و کوائف میں یعنی پوشیدہ اور علانیہ طور پر اور عمر کے ہر حصہ میں جوانی، ادھیڑ عمری اور بڑھاپے میں غرضیکہ زندگی کے تمام احوال و اطوار اور ہر قسم کے نشیب و فراز میں ایمان و تقویٰ کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑے بلکہ اسے مضبوطی سے تھامے رہے۔ ایسے لوگوں سے اللہ بھی محبت کرتا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو بروز قیامت امن و امان میں ہوں گے ''ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ'' (سورہ جاثیہ آیت......۳۰)

۱۰۶۔ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا...۹۴ الآیۃ۔

چونکہ عام طور پر عرب کے بادیہ نشینوں کا گزر بسر جانوروں اور پرندوں کے شکار پر تھا اور جب شریعت نے احرام کی حالت میں خشکی کا ہر قسم کا شکار حرام قرار دے دیا۔ تو ظاہر ہے کہ ان لوگوں کیلئے اس سے باز رہنا بڑا مشکل مرحلہ تھا بڑی صبر آزما منزل تھی۔ بالخصوص یہ مرحلہ اس وقت اور بھی زیادہ کٹھن ہو جاتا ہے جب کسی شکاری کے سامنے سے ہرنوں کے غول اور پرندوں کے جھرمٹ گزر رہے ہوں گویا یہ آیت میں بیان کردہ مضمون کی تمہید ہے۔ جس کی تفصیل آرہی ہے۔ اور اس میں ہاتھ کے پہنچنے کے ساتھ جو نیزے کا ذکر ہے یہ صرف بطور مثال ہے کہ مقصد یہ ہے کہ جس سے تم کسی خاص مشقت کے بغیر شکار کر سکو۔ خواہ جال سے ہو یا تیر و

تفنگ سے یا کسی اور ذریعہ سے ورنہ اس لفظ میں کوئی خصوصیت پوشیدہ نہیں ہے۔

۱۰۷۔ لِیَعۡلَمَ اللّٰہ...الآیۃ۔

اس قسم کی آیات کے بارے میں عام طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب اللہ کا علم ازلی وابدی ہے اور ایسا کلی واحاطی ہے کہ کائنات سماوی وارضی کا کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے تو پھر وہ بار بار یہ کیوں فرماتا ہے کہ ''لیبلو کم''۔تا کہ اللہ تمہیں آزمائے؟''لیعلم اللہ'' تا کہ اللہ جانے وغیرہ وغیرہ اس سوال کا پہلے بھی کئی بار جواب دیا جا چکا ہے بالخصوص آیت مبارکہ ''واذابتلی ابراہیم ربہ بکلمات''۔کی تفسیر میں اور واضح کیا جا چکا ہے کہ امتحان وابتلا ہمیشہ اس لئے نہیں لیا جاتا کہ ممتحن کو اہل و نااہل کا علم ہو بلکہ بعض اوقات اس لئے بھی امتحان لیا جاتا ہے تا کہ دوسرے لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ اہل کون ہے اور نا اہل کون؟ طیب کون ہے اور خبیث کون؟ ''لِیَمِیۡزَ اللّٰہُ الۡخَبِیۡثَ مِنَ الطَّیِّبِ'' (سورہ انفال آیت......۳۷) اور سارے جہاں پر واضح ہو جائے کہ جنت الفردوس کا حقدار کون ہے اور جہنم کا سزاوار کون؟ یہاں بھی یہی امتیاز مراد ہے کہ ہر کس و ناکس پر روشن ہو جائے کہ بے دیکھے اللہ سے کون ڈرتا ہے اور کون نہیں ڈرتا؟ بہر حال جو حد سے تجاوز کرے گا اس کیلئے دردناک عذاب ہے۔

آیات القرآن

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡتُلُوا الصَّیۡدَ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ وَمَنۡ قَتَلَهٗ
مِنۡكُمۡ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثۡلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحۡكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدۡلٍ
مِّنۡكُمۡ هَدۡیًۢا بٰلِغَ الۡكَعۡبَةِ اَوۡ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیۡنَ اَوۡ عَدۡلُ ذٰلِكَ
صِیَامًا لِّیَذُوۡقَ وَبَالَ اَمۡرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنۡ عَادَ
فَیَنۡتَقِمُ اللّٰهُ مِنۡهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمۡ صَیۡدُ
الۡبَحۡرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمۡ وَلِلسَّیَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَیۡكُمۡ صَیۡدُ الۡبَرِّ
مَا دُمۡتُمۡ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡۤ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰهُ
الۡكَعۡبَةَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهۡرَ الۡحَرَامَ وَالۡهَدۡیَ

وَالْقَلَآئِدَؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! شکار کو نہ مارو جب کہ تم احرام باندھے ہوئے ہو اور جو تم میں سے جان بوجھ کر اسے مارے گا تو اس کا جرمانہ مویشیوں سے کوئی جانور ہوگا۔ جو اس جانور کا ہم پلہ ہو جو اس نے مارا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل شخص کریں گے اور یہ جرمانہ بطور قربانی و نذرانہ خانہ کعبہ پہنچایا جائے گا۔ اس کا کفارہ چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا یا پھر اس کے برابر روزے رکھے جائیں گے۔ تاکہ وہ اپنے کئے کی سزا کا مزہ چکھے۔ تو پہلے جو ہو چکا اسے تو اللہ نے معاف کر دیا۔ اور جو پھر ایسا کرے گا تو اس سے اللہ انتقام (بدلہ) لے گا۔ اور اللہ غالب ہے (زبردست ہے) اور بدلہ لینے والا ہے (۹۵) تمہارے لئے سمندری شکار تری والا اور اس کا کھانا اور قافلہ والوں (مسافروں) کے فائدہ کیلئے حلال قرار دیا گیا ہے اور جب تک تم حالت احرام میں ہو خشکی کا شکار تم پر حرام کیا گیا ہے اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو۔ جس کے پاس تم جمع کئے جاؤ گے (۹۶) خدا نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے۔ حرمت والے مہینوں کو اور قربانی کے جانوروں کو اور گلے میں پٹہ بندھے جانوروں کو لوگوں کی بقاء فلاح کا سبب اور مرکز بنایا ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے (۹۷)

تفسیر الآیات

۱۰۸۔ یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...الآیۃ۔

حج یا عمرہ کے احرام میں جو چیزیں محرم پر حرام ہوتی ہیں ان اکثر چیزوں کی حرمت حدیث سے ثابت ہے ہاں البتہ ان میں سے ایک بہت ہی اہم حرام چیز کا تذکرہ قرآن میں کیا گیا ہے اور وہ ہے صحرائی اور جنگلی جانور کا شکار خواہ حلال گوشت ہو اور خواہ حرام عام اس سے محرم خود شکار کرے یا کسی شکاری کی مدد کرے یا شکار کا پتہ

بتائے یا اس کا گوشت کھائے ہاں البتہ سمندری جانوروں کے شکار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح (پالتو جانوروں) کو ذبح کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ مخفی نہ رہے کہ حدود حرم کے اندر شکار کرنے کی حرمت محرم اور محل دونوں کیلئے یکساں ہے البتہ حرم کے باہر محل کیلئے حلال ہے اور محرم کیلئے پھر بھی حرام۔

۱۰۹۔ وَمَنۡ قَتَلَهٗ...الآیۃ۔

اگر کوئی شخص مذکورہ بالا پابندی کی خلاف ورزی کرے یعنی عملاً اس کو توڑے تو اس کی سزا تین چیزوں میں سے ایک ہے۔

۱۔ جس قسم کے جانور کا شکار کیا ہے ویسا جانور خانہ کعبہ کے پاس مسجد الحرام سے باہر ذبح کرے۔ اب رہی اس بات کی تحقیق کہ اس مماثلت سے (ویسا جانور سے) کیا مراد ہے؟ آیا اس سے جنس مراد ہے کہ فدیہ کا جانور شکار والے جانور سے صورت میں مماثل ہو یا قیمت کے اعتبار سے مماثلث؟ کہ کفارہ کا جانور شکار کردہ جانور کا ہم قیمت ہو؟ احادیث اہل بیت علیہم السلام سے پہلے قول کی تائید ہوتی ہے اور یہی قول فقہاء اسلام میں مشہور ہے بہر حال اس بات کا فیصلہ دو عادل شخص کریں گے کہ یہ اسی جانور جیسا ہے اس کا ہم قیمت ہے مقصد یہ ہے کہ دونوں کو جنس یا قیمت میں یکساں ہونا چاہیے الغرض اس جانور کو ذبح کرکے اس کا گوشت فقراء و مساکین میں تقسیم کیا جائے گا۔

۲۔ یا اس جانور کی قیمت مقرر کرکے اس کی گندم وغیرہ خریدی جائے گی اور پھر ہر مسکین کو دو مد یا دوسرے قول کے مطابق ایک مد قریبا تین پاؤ دی جائے گی۔

۳۔ یا ہر دو مد یا دوسرے قول کے مطابق ایک مد طعام کے عوض اتنے روزے رکھے جائیں گے یہ سب کچھ کیوں ہے؟ تاکہ اس حکم کی مخالفت کرنے والا اپنے کئے کی سزا کا مزہ چکھے۔ بہر حال جو اس حکم کے نزول سے پہلے یا زمانہ جاہلیت میں ہو چکا اسے تو اللہ نے معاف کر دیا مگر جان بوجھ کر دوبارہ جو پھر ایسا کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا۔ اور اگر بھول کر پھر ایسا کیا تو پھر کفارہ ادا کرے گا۔ اس موضوع کی باقی تفصیلات فقہی کتابوں میں دستیاب ہیں۔

۱۱۰۔ اُحِلَّ لَكُمۡ...الآیۃ۔

اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی جارہی ہے کہ جس شکار سے لوگوں کی آزمائش مقصود ہے وہ خشکی کا شکار ہے جس کی تفصیل اور اس کی خلاف ورزی کرنے پر کفارہ کی تفصیل سابقہ آیت میں بیان کردی گئی ہے اور جہاں تک دریائی شکار کا تعلق ہے جیسے مچھلی کا شکار تو وہ حلال ہے حرام نہیں ہے نیز یہ بھی واضح رہے کہ بحر

کے اصل معنی اگرچہ سمندر کے ہیں مگر جب برّ یعنی خشکی کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہو تو اس کے معنی تری کے ہوتے ہیں تالاب اور جھیل وغیرہ کی مچھلیاں بھی اس میں داخل ہیں'' (فصل الخطاب)۔

الغرض جس طرح خشکی کا شکار حرام تھا اور اس کا کھانا بھی حرام تھا اگرچہ کسی اور نے شکار کیا ہو۔ اس کے بالقابل تری کا شکار کرنا بھی حلال ہے اور اس کا کھانا بھی حلال ہے۔ والحمدللہ۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ...۹۶۔الآیۃ۔

اس آیت مبارکہ میں خداوند عالم نے چار چیزوں کو تکوینی وتشریعی طور پر لوگوں کے قیام وبقا، امن واجتماع اور احترام کا سبب اور ذریعہ ٹھہرایا ہے۔

(۱)۔ پہلی چیز کعبہ مقدسہ ہے۔

۱۔ جو زمین پر خدا کا پہلا گھر ہے جو بنایا گیا۔

۲۔ وہ مخلوق خدا کیلئے جائے امن وامان ہے۔

انسان تو بجائے خود ابھی اوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ اس میں اور اس کے اردگرد جانوروں کا شکار کرنا بھی جائز نہیں ہے، من دخلہ کان آمنا۔ آج تو آج زمانہ جاہلیت میں کسی کے باپ بیٹے کا قاتل بھی اس میں داخل ہو جاتا تھا تو مقتول کا وارث میلی آنکھ سے اسے نہیں دیکھتا تھا۔

۳۔ جناب خلیل خدا کی دعا ''فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ'' (سورہ ابراہیم آیت...... ۳۷) کی برکت سے عربوں کی خرید وفروخت اور تجارت کی سب سے بڑی منڈی یہی جگہ تھی اور تجارتی منافع کا مرکز یہی تھا۔

۴۔ حج وعمرہ کیلئے تمام کائنات کے مسلمان اس مقدس مقام کا رخ کرتے ہیں نیز ہر روز نماز پنجگانہ وغیرہ پڑھتے وقت بھی اسی محترم جگہ کی طرف رخ کرتے ہیں اس طرح یہ خاک پاک لوگوں کی تنظیم کا مرکز ہے۔

۵۔ اسلام کا چشمہ یہیں سے پھوٹا۔

۶۔ سب سے بڑھ کر فخر موجودات اور سرور کائنات کا مولد ومسکن ہونے کا شرف بھی اسی ارض مقدس کو حاصل ہوا خانہ کعبہ کی عظمت واہمیت اور مذکورہ بالا امور کی مزید تفصیل سوہ آل عمران کی آیت نمبر ۹۶ ''اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ... الآیۃ'' کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے۔

دوسری چیز اشہر حرم یعنی ذی القعدذی الحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب جن میں جنگ وجدال نہ صرف یہ کہ اسلام میں حرام ہے بلکہ زمانہ جاہلیت میں بھی ان محترم مہینوں میں قتل وقتال کو حرام سمجھا جاتا تھا اور ان

مقدس مہینوں کی آمد سے لڑائیاں رک جاتی تھیں اور کھنچی ہوئی تلواریں نیام میں چلی جاتی تھیں۔

تیسری چیز ''ھدی'' یعنی قربانی کے جانور ارشاد قدرت ''والبدن جعلنا ھامن شعائر اللہ'' ہم نے قربانی کے جانوروں کو شعائر اللہ میں سے قرار دیا ہے۔

چوتھی چیز ''قلائد'' یعنی وہ جانور جن کے گلے میں ہار یا پٹہ پڑا ہو۔ تا کہ جب لوگ دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اور یہ جانور حج کیلئے جا رہے ہیں۔ تا کہ انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور اس طرح پورا قافلہ محفوظ ہو جائے اس طرح یہ ھدی و قلائد بھی جہاں قابل احترام ہیں وہاں امن و امان کے قیام کا ایک مؤثر ذریعہ بھی ہیں۔ اور ان چیزوں کا احترام بھی اصل خانہ کعبہ کا ہی احترام ہے کما لا یخفی علی اولی الا فھام۔ بہر حال اہل اسلام پر لازم ہے کہ کعبہ کی حرمت کے شعائر و اعمال کو قائم رکھیں اور ان میں کسی قسم کا فتور واقع نہ ہونے دیں۔

ذٰلِكَ لِتَعۡلَمُوۡۤا ... ۹۷۔ الآیۃ۔

خدا نے جو ان چار چیزوں کو محترم بنایا اور لوگوں کی بقا اور امن و امان کا سبب بنایا تو یہ بات خدا کے علم احاطی کی بین دلیل ہے کہ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کو کامل طور پر جانتا ہے جاہلیت کے دور میں نہ وہاں کوئی حکومت تھی اور نہ کوئی قانون اور لڑائی بھڑائی عربوں کی سرشت میں رچی بسی ہوئی تھی تو اگر اشہر حرم بھی نہ ہوتے جن میں قتل و قتال جنگ و جدال حرام ہے اور نہ خانہ کعبہ ہوتا جس کا وہ لوگ دل و جان سے احترام کرتے تھے تو ان کا حشر کیا ہوتا؟ اس کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے لہذا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ خدا تعالی نے اپنے علم اور حکمت کے تحت یہ سب انتظام فرمایا ہے۔ وان اللہ بکل شی علیم۔

آیات القرآن

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى
الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا
يَسۡتَوِى الۡخَبِيۡثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوۡ اَعۡجَبَكَ كَثۡرَةُ الۡخَبِيۡثِ‌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
يٰۤاُولِى الۡاَلۡبَابِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَسۡـئَلُوۡا عَنۡ
اَشۡيَآءَ اِنۡ تُبۡدَ لَـكُمۡ تَسُؤۡكُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ تَسۡـئَلُوۡا عَنۡهَا حِيۡنَ يُنَزَّلُ

الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا
قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمة الآیات

جان لو۔ کہ اللہ (مقام عقاب میں) سخت سزا دینے والا بھی ہے اور مقام عفو وصفح میں بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا بھی ہے (۹۸) پیغمبر کی ذمہ داری صرف پیغام پہنچانا ہے اور بس۔ اور اللہ اسے بھی جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور اسے بھی جسے تم چھپاتے ہو (۹۹) کہہ دیجیے کہ خبیث و ناپاک اور طیب و پاک برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ خبیث (ناپاک) کی کثرت اور بہتات تمہیں تعجب میں بھی ڈال دے (تمہیں بھلی لگے) اے عقل والو خدا کی نافرمانی سے ڈرو تاکہ فلاح پاؤ (۱۰۰) اے ایمان والو ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو۔ کہ جو اگر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔ اور اگر ان کے متعلق ایسے وقت میں سوال کرو جب کہ قرآن اتر رہا ہے تو وہ تم پر ظاہر کردی جائینگی اللہ نے انہیں نظر انداز کردیا ہے (یا اللہ نے تمہیں معاف کردیا ہے) اور اللہ بڑا بخشنے والا۔ بڑا بردبار ہے (۱۰۱) تم سے پہلے بھی کچھ لوگوں نے اس قسم کے سوال (اپنے نبیوں سے) کئے تھے پھر انہیں کی وجہ سے کافر (منکر) ہو گئے۔ (۱۰۲)

تفسیر الآیات

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ۹۸...الآیة۔

ایمان دو حصوں پر منقسم ہے آدھا ایمان خوف اور آدھا امید ہے یہ آیت مبارکہ بیم ورجاء دونوں پر مشتمل ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر ان مذکورہ بالا احکام خداوندی کی مخالفت کرے گا جو محض بندوں کی بھلائی و بہتری کیلئے وضع کئے گئے ہیں تو اللہ شدید العقاب ہے یعنی ایسے لوگوں کو سخت سزا دے گا۔ اور جو بھول چوک کر کوئی گناہ کرے گا یا عملاً کرے گا مگر پھر نادم ہو کر توبۃ النصوح کرلے گا۔ تو خدا غفور رحیم بھی ہے بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اس نے توبہ و انابہ کا دروازہ بند نہیں کیا۔ بلکہ اسے کھلا رکھا ہوا ہے اور زبان حال سے

پکار رہا ہے۔

این در گہ مادر گہ ناامیدی نیست

صدبارا اگر توبہ شکستی باز آ

کائنات کا آغاز بھی رحمت سے ہوا ہے اور اختتام بھی رحمت پر ہو رہا ہے۔ولذلك خلقهم۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ ۹۹...الآية۔

ابھی اوپر آیت نمبر ۹۲ کی تفسیر میں واضح کیا جا چکا ہے کہ رسول کی ذمہ داری صرف اللہ کے احکام اور اس کا پیغام جو اس کے بندوں کے نام ہے۔ بندوں تک بلا کم و کاست پہنچانا ہے اور بس۔

کیونکہ

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

لوگوں سے زبردستی کر کے منوانا ان کی ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ وہ لوگوں کے ناظر و نگران نہیں ہیں (لست علیهم بحفیظ)۔

لہذا جو شخص ان کی فرمانبرداری کرے گا وہ خود فائدہ اٹھائے گا اور جو نافرمانی کرے گا وہ خود نقصان اٹھائے گا اس میں رسول کا کوئی ذاتی نفع یا نقصان نہیں ہے۔ اور اللہ کو کوئی شخص دھوکہ اور فریب نہیں دے سکتا کیونکہ وہ اپنے بندوں کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ ۱۰۰......الآية۔

پارہ نمبر ۳ کے آغاز میں یہ حقیقت واضح کی جا چکی ہے کہ خدائے علیم و حکیم نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے کائنات ارضی و سماوی کی کوئی بھی دو چیزیں ہر اعتبار سے برابر پیدا نہیں کیں بلکہ ہر دو میں فرق مراتب موجود ہے الغرض جب دو نبی دو وصی اور دو مسلمان دو اہل ایمان برابر نہیں ہیں تو خبیث اور طیب اور پاک و ناپاک کس طرح برابر ہو سکتے ہیں؟؟ خبیث اور طیب دو متضاد الفاظ ہیں۔لغت عرب میں خبیث کے معنی ہیں، نجس، ردی، ناپسندیدہ ہر حرام چیز اور ہر خراب چیز۔ جب کہ اس کے بالمقابل طیب کے معنی ہیں پاکیزہ اور حلال (المنجد وغیرہ)

بنا بریں یہاں جس طرح خبیث سے نجس چیز اور طیب سے پاک چیز مراد ہو سکتی ہے اسی طرح خبیث سے حرام مال اور طیب سے حلال مال بھی مراد ہو سکتا ہے۔ بلکہ ان سے کافر و مسلمان، بے ایمان اور باایمان اور بدکار و نیکوکار انسان بھی مراد لئے جا سکتے ہیں گویا یہ آیت ایسے ہی ہے جیسے۔"لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ'' جہنمی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے جنتی لوگ ہی فائز المرام ہونے والے ہیں (سورہ حشر آیت......۲۰)

اولی یہ ہے کہ اسے اپنے عموم پر محمول کیا جائے جیسا کہ فاضل کاشانی نے اپنی تفسیر میں ایسا ہی کیا ہے ۔''انسانا کان او عملاً اومالاً اوغیر ذلك'' (صافی)

وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ...۱۰۰...الآية ۔

اگرچہ خبیث کی کثرت تمہیں بھلی ہی لگے ۔ کیونکہ فضلیت کا دارو مدار کثرت وقلت پر نہیں ہے بلکہ بھلائی و برائی اور عمدگی وغیر عمدگی اور نفع ونقصان پر ہے اس لئے ایک دانشمند آدمی اشیاء کی کثرت وقلت کو نہیں دیکھتا بلکہ ان کے نفع ونقصان پر نگاہ کرتا ہے اس میں یہ درس مضمر ہے کہ اہل ایمان کو اپنی قلت اور غربت اور کفار و اشرار کی کثرت وامارت اپنی بے سروسامانی اوران کے مال ودولت کی فراوانی دیکھ کر ہرگز متفکر و پریشان نہیں ہونا چاہیے وہ خبیث وناپاک ہیں اور یہ طیب وپاک اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی چیز کی کثرت اس کے برحق ہونے کی دلیل سوال کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟ جس طرح کہ کسی چیز کی قلت اس کے ناحق ہونے کی علامت نہیں ہے بلکہ قارئین کرام پر مخفی نہیں ہے کہ خداوند عالم نے ہر جگہ کثرت کی مذمت اور قلت کی مدح فرمائی ہے''اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ'' ''وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ''

سوال کا طریقہ کار کیا ہے؟

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا...۱۰۱...الآية ۔

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو سوال کرنے کا سلیقہ سکھایا جا رہا ہے کہ سوال وہ کرنا چاہیے جس کا انسان کی معاش یا معاد سے تعلق ہو اور لا یعنی اور فضول سوال کرنے کی ممانعت کی جارہی ہے جس کا نہ کوئی دنیوی فائدہ ہو اور نہ دینی اور جس چیز کے متعلق خدا اور رسول خاموشی اختیار کریں اس کے بارے میں خواہ مخواہ کریدنے اور کھوج لگانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

ان الله افترض عليكم فرائض فلاتضيعوها و حدلكم حدودا فلا تعتدوها و نهاكم عن اشياء فلا تنتهكوها و سكت لكم عن اشياء و لم يدعها نسيانا فلا تتكلفوها

اللہ نے تم پر کچھ فرائض فرض کئے ہیں ان کو ضائع نہ کرو۔ اور کچھ حدود وقیود مقرر کئے ہیں ان سے تجاوز

نہ کرو اور کچھ چیزوں کی ممانعت کی ہے ان کا ارتکاب نہ کرو۔ اور بعض چیزوں سے خاموشی اختیار کی ہے جو کسی بھول چوک کی وجہ سے نہیں کی۔ تو ان کا کھوج نہ لگاؤ (مجمع البیان)۔

اس آیت کی شان نزول کے بارے میں مفسرین نے مختلف النوع روایتیں نقل کی ہیں بعض کا تعلق لایعنی اور فضول باتوں سے ہے مثلاً ایک بار حضرت رسول خداؐ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا! جو پوچھنا چاہو پوچھو۔ تو ایک شخص نے کہا میرا باپ کون ہے؟ جب آپ نے اس کے حقیقی باپ کا نام بتایا تو وہ بہت شرمسار ہوا۔ دوسرے نے پوچھا میرا باپ کہاں ہے؟ فرمایاً جہنم میں ہے تو وہ خجل ہوا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر ان کا حقیقی جواب دیا جائے تو تمہیں صدمہ ہو۔ (تفسیر قمی اور تفسیر در منثور)

اور بعض کا تعلق ان دینی باتوں کے بارے میں کھوج لگانے سے ہے جن کے متعلق خدا اور رسول نے خاموشی اختیار کی ہے "عفا الله عنها." جب اللہ نے ان سے درگزر کیا ہے یعنی سکوت اختیار کیا تم ان کو نہ کریدو۔ مثلاً ایک بار حضرت رسول خداؐ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ہر سال؟ آنحضرتؐ نے اسے کوئی جواب نہ دیا اس نے دوبارہ یہی سوال دہرایا آپ نے پھر بھی اسے نظر انداز کیا جب اس نے تیسری بار پوچھا۔ تب آپؐ نے فرمایا نہیں۔ پھر خشمگین لب ولہجہ میں فرمایا کہ اگر میں کہہ دیتا ہاں تو پھر ہر سال حج واجب ہو جاتا اور جب پھر تم ایسا نہ کر سکتے تو کافر ہو جاتے پھر تنبیہ فرمائی کہ جن چیزوں کا میں تمہیں حکم نہ دوں تم ان کا خوامخواہ کھوج نہ لگاؤ اور جن کا حکم دوں حتیٰ الامکان ان کو بجالانے کی کوشش کیا کرو۔ (مجمع البیان، درمنثور وغیرہ)۔

پھر فرمایا! اب جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہے اگر اس قسم کے لایعنی سوالات کرو گے تو ان کا جواب وحی ربانی کے ذریعہ سے مل تو جائے گا۔ مگر ایسی موشگافیاں کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؟ مخفی نہ رہے کہ "عفا الله عنها" کا ایک تو مطلب تو وہی ہے جو ابھی ہم نے بین السطور بیان کر دیا ہے اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ایک بار تو تمہارے یہ فضول سوال اور جواب معاف کر دیئے ہیں مطلب یہ ہے کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ ...۱۰۲... الآية۔

تم سے پہلے بنی اسرائیل وغیرہ نے اس قسم کے فضول اور لایعنی سوالات کئے تھے اور جب ان کو جوابات دیے گئے تو انہوں نے کفر اختیار کیا۔ اور ان کا انکار کر بیٹھے۔

درس عمل

ان جامع ہدایات سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ جن امور کے بارے میں شریعت خاموش ہوتو ہمیں خواہ مخواہ ان کے متعلق پوچھ گچھ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے نیز کسی ہادی ورہبر سے سوال وہ کرنا چاہیے جس کا کوئی دینی یا دینوی فائدہ ہو۔ بے فائدہ اور فضول سوال سے احتراز کرنا چاہیے۔ نیز صرف آزمائش اور بے مقصد سوال کرنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان قرآنی ونبوی جامع ہدایات کے باوجود آج تک عام مسلمان لایعنی اور فضول سوال کرنے سے باز نہیں آتے۔ جن چیزوں کی ضرورت ہے ان کے متعلق تو سوال کرتے نہیں ہیں اور اگر کرتے ہیں تو اس قسم کے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کا عصا کس لکڑی کا تھا؟ مادر موسیٰ علیہ السلام کا نام کیا تھا؟ کشتی نوح علیہ السلام کا طول وعرض کتنا تھا؟ جب حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا تھا تو ان کا سرکس نے مونڈا تھا اور جناب خلیلؑ نے دنبہ ذبح کیا تھا تو اس کے سری پائے کیا کئے تھے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بدیں عقل و دانش بباید گریست!!

خلاصہ یہ کہ اسلام نے جو کہ دین فطرت ہے کثرت سوال اور تعمق فی الدین کی ممانعت فرمائی ہے کہ لایعنی سوالات کی بھر مار کی جائے اور ایک سیدھے سادے معاملہ کو باریکیاں نکال کر پیچیدہ بنادیا جائے۔ اگر ایسا کیا گیا اور ہر ہر مسئلہ کو بنی اسرائیل کی گائے بنانے کی کوشش کی گئی تو پھر دین میں آسانی کی جگہ تنگی اور سہولت کی جگہ مشقت پیدا ہوجائے گی۔ اور انجام کار مسلمانوں کا وہی حال ہوگا۔ جو بنی اسرائیل کا ہوا تھا کہ پہلے کوششیں وکاوشیں کرکے پابندیاں بڑھائیں اور جب اس طرح دائرہ عمل تنگ ہوگیا تو سرے سے عمل کرنا ہی چھوڑ دیا لہٰذا دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے تمام معاملات کی طرح سوال وجواب اور تعمق فی الدین کے معاملہ میں بھی اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے بلکہ اسے مضبوطی سے تھاما جائے۔ واللہ الموفق۔

آیات القرآن

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا

مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ ۚ لَا يَضُرُّكُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اهۡتَدَيۡتُمۡ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ جَمِيۡعًا فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ سائبہ، وصیلہ اور حام مقرر نہیں کیا مگر کافر اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں۔ اوران میں سے اکثر عقل وشعور نہیں رکھتے (۱۰۳) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آ ؤ اس (قرآن) کی طرف جو اللہ نے اتارا ہے اور آ ؤ پیغمبر کی طرف تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے تو وہی (طریقہ) کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے اگر چہ ان کے باپ دادا نہ علم رکھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں (تو بھی وہ انہی کے طریقہ کو کافی جانیں گے؟) (۱۰۴) اے ایمان والو! تم پر لازم ہے کہ اپنی جانوں کی فکر کرو۔ جو گمراہ ہے وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا جب کہ تم ہدایت یافتہ ہو (راہ راست پر ہو) تم سب کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم دنیا میں کیا کرتے تھے؟ (۱۰۵)

تفسیر الآیات

مَا جَعَلَ اللّٰہ...۱۰۳...الآیۃ۔

صدیوں سے ہندوؤں کے ساتھ رہن سہن اور میل جول کی وجہ سے جس طرح ہمارے ہاں رواج ہے کہ لوگ کسی پیر فقیر یا کسی امام یا امام زادہ کے نام پر گائے، بھینس اور دنبے بکرے چھوڑتے ہیں اوران سے کوئی فائدہ اٹھانا ناجائز سمجھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح زمانہ جاہلیت میں عرب مختلف طریقوں سے مختلف جانوروں کو آزاد چھوڑ دیا کرتے تھے اوران سے فائدہ اٹھانا حرام جانتے تھے اوران جانوروں کے مختلف نام تھے جیسے بحیرہ سائبہ وصیلہ اور حامی وغیرہ مگر اسلام یا کسی اور آسمانی شریعت نے ان جانوروں کو حرام قرار نہیں دیا لہٰذا یہ

جانور حلال ہیں اور ان خود ساختہ پابندیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ شریعت اور قانون سازی کا حق صرف خدا کے قبضہ قدرت میں ہے۔اور اس نے یہ حق کسی نبی و امام کے بھی سپرد نہیں کیا۔

بحیرہ اور سائبہ وغیرہ کی تشریح

اگر چہ مفسرین میں ان ناموں کی تعریف وتشریح کے بارے میں فی الجملہ اختلاف پایا جاتا ہے۔مگر ہم مشہور نظریہ کے مطابق تشریح کرتے ہیں۔چنانچہ

۱۔بحیرہ: اس اونٹی کو کہا جاتا تھا جو پانچ بچے جنتی اور آخری بچہ نر ہوتا۔تو اس کا کان پھاڑ دیا جاتا تھا اور اسے بتوں کی نیاز میں آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔اور اس کی بڑی عزت ہونے لگتی تھی۔نہ کوئی اس پر سوار ہوتا تھا نہ اسے ذبح کیا جاتا تا اور نہ اس کا گوشت کھایا جاتا تا اور نہ دودھ پیا جاتا تھا۔

۲۔سائبہ: جب کوئی آدمی بیمار ہوتا یا سفر پر جاتا تو بتوں کے نام پر منت مانتا تھا۔کہ اگر تندرست ہو گیا اور سفر سے بخریت واپس آ گیا۔تو اس کی یہ اونٹی سائبہ ہوگی اور پھر اس کے ساتھ بحیرہ والا سلوک کیا جاتا۔وہ جس کھیت میں چاہے چرے اور جس گھاٹ سے چاہیے پانی پیئے۔اسے یہ حق حاصل تھا اور دوسری تشریح کے مطابق جو جانور بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا کہ وہ جہاں چاہے پھرے اور اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا حرام سمجھا جاتا تھا اسے بھی سائبہ کہتے تھے۔

۳۔وصیلہ: اس کا تعلق بکریوں سے ہے جو بکری پہلی بار بچہ جنتی اسے بتوں کے نام پر ذبح کر دیا جاتا اور اگر بچی جنتی تو اسے اپنے لئے رکھ لیا جاتا۔اور اگر بچی بچہ دونوں جڑواں پیدا ہوتے تھے تو اس بچی کو وصیلہ کہا جاتا تھا اور دونوں کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

۴۔حام: وہ اونٹ جس کی صلب (جفتی) سے دس بچے پیدا ہو جاتے تھے تو اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا اور اسے حام کہا جاتا تھا۔اور اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا حرام تصور کیا جاتا تھا۔بہر حال چونکہ ان لوگوں نے یہ پابندیاں از خود عائد کی تھیں۔اس لئے ان کی کوئی شرعی حقیقت وحیثیت نہیں ہے۔اور یہ بات افتراء علی اللہ کے زمرہ میں آتی ہے۔اللہ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا۔بلکہ اس نے یہ چیزیں انسان کے فائدہ کیلئے پیدا فرمائی ہیں لہٰذا جو جانور شرعاً حلال ہیں وہ حلال ہی رہیں گے۔

درس

اس قرآنی واقعہ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ اپنی طرف سے کسی چیز کے حدود وقیود اور شرائط اور

پابندیوں کا وضع کرنا جیسے کہ عموماً مسلمانوں میں نذر دینے کے سلسلہ میں رائج ہے کہ فلاں نیاز اتنی مقدار میں دی جائے، چھت کے نیچے بیٹھ کر کھائی جائے باھر نہ نکالی جائے، عورت کھائے مرد نہ کھائے۔ پھر اس نیاز پر فلاں جھوٹا یا سچا قصہ بھی ضرور پڑھا جائے۔ یا کھانا سامنے رکھ کر اس پر چند مخصوص سورے پڑھے جائیں وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ سب کچھ اسی افتراء علی اللہ کے زمرہ میں داخل ہے۔ اور عہد جاہلیت کے جاہلوں کی تقلید و تاسئی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مخفی نہ رہے کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۳ کی تفسیر میں بھی اس موضوع پر تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ مزید تحقیق کیلئے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ ...۱۰۴... الآية ۔

جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ ان خودساختہ رسموں رواجوں کو چھوڑ دو اور اللہ کے نازل کردہ قرآن اور پیغمبر اسلامؐ کی طرف آؤ۔ کہ ان سے فیصلہ کرائیں تو وہ اس معقول مطالبہ کے جواب میں یہ غیر معقول جواب دیتے ہیں کہ ہمیں تو باپ دادا کا طریقہ کافی ہے۔ یہ وہ ابلیسی استدلال ہے جس نے ہمیشہ ہر دور میں لاکھوں سادہ لوح انسانوں کو حق و حقیقت کے تسلیم کرنے اور راہ راست پر چلنے سے روکا ہے اور انہیں گمراہ کیا ہے جب بھی اللہ کی طرف سے کوئی ہادی و راہنما آیا اور اس نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا۔ تو ہمیشہ بے عقل عوام کالانعام نے یہی جواب دیا کہ کیا ہمارے باپ دادا غلطی پر تھے؟ ہم تو انہی کے راستہ پر چلیں گے؟ اور ہمیشہ ہادیان برحق نے بھی مختلف الفاظ و انداز میں یہی جواب دیا جو یہاں مذکور ہے ''کہ اگر چہ ان کے باپ دادا بے علم اور بے عقل ہوں اور ہدایت یافتہ بھی نہ ہوں تو کیا تم پھر بھی انہی کے پیچھے چلو گے؟'' مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ حتی الامکان حق کی جستجو کرے اور جب حق واضح ہو جائے تو اس کی پیروی کرے باپ دادا کی اندھی تقلید نہ ہی جائز ہے اور نہ ہی صحت کی دلیل ہے۔ انہی وجوہ کی بنا پر علماء اعلام نے ثابت کیا ہے کہ عقائد اور اصول دین میں تقلید جائز نہیں ہے۔ بلکہ یہاں دلیل و برہان سے اعتقادات کو ثابت کرنا اور آزاد دل و دماغ کے ساتھ غور و فکر کرنا واجب و لازم ہے واضح رہے کہ اس موضوع پر سورہ بقرہ کی ایت نمبر ۱۷۰ کی تفسیر میں مفصل گفتگو کی جا چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ ...۱۰۵۔ الآية ۔

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو۔ جب تم ہدایت یافتہ ہو تو دوسرے لوگوں کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس آیت سے کچھ سہل پسند لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ آدمی کیلئے اپنی اصلاح کرنا کافی ہے۔ دوسروں کو نیکی کا حکم دینا یا برائی سے روکنا ضروری نہیں ہے۔ ع۔ تمہیں کسی کی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ مگر ان لوگوں نے اتنا بھی غور نہیں کیا کہ یہ بات قرآن وسنت کی بے شمار آیات وروایات اور تصریحات کے سراسر خلاف ہے جن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اسلام کا ایک اہم دینی فریضہ قرار دیا گیا ہے اور اس فریضہ کے ترک کرنے پر بہت کچھ وعید وتہدید کی گئی ہے بلکہ اس امر ونہی کو امت مرحومہ کا خصوصی امتیاز قرار دیا گیا ہے۔ ''کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ'' (آل عمران آیت ...... ۱۱۰) تو ان حالات میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ خدا اس فریضہ کے ترک کرنے کی اجازت دیدے؟ تو پھر اس آیت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کے دو صحیح مفہوم ہیں۔

(۱)۔ پہلا یہ کہ جب تم اپنا فرض منصبی ادا کر دو یعنی اپنی اصلاح کرلو خالق ومخلوق کے جو حقوق تم پر عائد ہوتے ہیں ان کو بھی ادا کرلو اور لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے دوسروں کی اصلاح کی کوشش کر چکو تو اس کے باوجود اگر کوئی شخص اس سے اثر نہیں لیتا اور وہ اپنی گمراہی وکجروی پر ڈٹا ہوا ہے۔ تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے خود کا اپنا نقصان وزیاں ہے کیوں۔

بر رسولاں بلاغ باشد وبس

بھلا جو شخص بروں کو برائی کرتے دیکھے مگر ان کو نہ روکے جو ظالم کو ظلم کرتے دیکھے اور باوجود قدرت رکھنے کے اسے ظلم کرنے سے نہ روکے وہ کس طرح ہدایت یافتہ ہوسکتا ہے؟ وہ تو گنہگار کے گناہ اور ظالم کے ظلم میں برابر کا شریک جرم ہے اور گمراہ ہے۔ بہرحال اس بنا پر یہ آیت ایسے لوگوں کیلئے وجہ تسلی ہے کہ تم نے اپنا فرض ادا کردیا ہے اگر کوئی گمراہ ہوتا ہے تو اس کا تمہیں کوئی ضرر وزیاں نہیں ہے۔

(۲)۔ دوسرا یہ کہ اس آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی جارہی ہے جو اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں کے عیب وصواب کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سرزنش کی جارہی ہے کہ تمہیں اپنی فکر کرنی چاہیے۔ تمہیں دوسروں کے نقائص تلاش کرنے اور ان پر تنقید کے تیر برسانے سے کیا غرض؟

حدیث میں وارد ہے کے بڑا خوش بخت ہے وہ شخص جو اپنے عیوب کی جستجو اور اصلاح میں اس طرح مشغول رہے کہ اسے دوسروں کے نقائص تلاش کرنے کی فرصت ہی نہ مل سکے۔ اور بڑا بد بخت ہے وہ شخص جو اپنے عیب تلاش کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی بجائے لوگوں کے عیب تلاش کرتا رہے (جامع السعادات)

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر
رہے ڈھونڈتے اوروں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پہ جو نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

اس مفہوم کی تائید تفسیر قمی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں رسولؐ نے فرمایا:

اصلحوا انفسکم ولاتتبعوا عورات الناس و لا تذکروھم فانہ لا یضرکم ضلالتھم اذا انتم صالحون۔ یعنی اپنی اصلاح کرو۔ اور لوگوں کے عیوب تلاش نہ کرو۔ نہ ان کی برائیوں کا ذکر کرو۔ کیونکہ جب تم خود ٹھیک ہو تو لوگوں کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔

آیات القرآن

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ
الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ
ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ
بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ
كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ
عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ
اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ
شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ
يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَ يَجْمَعُ
اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۝۱۰۹ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ
عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ
فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ
وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا
فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ
الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝۱۱۰

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے جب کہ وہ وصیت کر رہا ہو تو تمہارے درمیان گواہی کا ضابطہ یہ ہے کہ تم مسلمانوں میں سے دو عادل گواہ ہونے چاہیں۔ ہاں البتہ اگر تم سفر میں ہو اور تم پر موت کی مصیبت آ پڑے (اور مسلمان گواہ نہ مل سکیں) تو پھر دو گواہ غیروں میں سے ہی لے لئے جائیں۔ اور اگر تمہیں شک پڑ جائے تو ان دونوں کو نماز کے بعد تک روک رکھو اور وہ دونوں ان الفاظ کے ساتھ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی قیمت (فائدہ) حاصل نہیں کر رہے ہیں اگرچہ ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور ہم اللہ کے واسطے کی گواہی نہیں چھپائیں گے ورنہ یقیناً ہم گنگاروں میں سے ہوں گے (۱۰۶) اور اگر بعد میں پتہ چلے کہ وہ (جھوٹی گواہی دے کر) گناہ کے مستوجب ہوئے ہیں تو پھر ان کی جگہ دو اور گواہ کھڑے ہوں (جو مرنے والے کے زیادہ) قریبی رشتہ دار ہوں جن کی حق تلفی ہوئی ہے اور اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان (پہلے) دونوں کی گواہی سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ورنہ ہم ظالموں میں سے ہوں گے (۱۰۷) یہ طریقہ کار زیادہ قریب ہے اس کے کہ گواہ ٹھیک طریقہ پر گواہی دیں گے یا کم از کم وہ اس بات کا خوف تو کریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد کہیں اور قسموں سے ان کی تردید نہ ہو جائے (یا انہیں یہ اندیشہ تو ہوگا کہ ان کی

قسموں کے بعد دوسروں گواہوں سے بھی قسمیں لی جاسکتی ہیں) اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرو
۔اور سنو۔اور اللہ نافرمان لوگوں کو منزل تک نہیں پہنچاتا (۱۰۸) (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ
تمام رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا کہ تمہیں (اپنی امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا تھا تو وہ
عرض کریں گے کہ ہمیں تو کچھ علم نہیں ہے۔تو ہی غیب کی تمام باتوں کا بڑا جاننے والا ہے (۱۰۹)
(اور وہ وقت یاد کرو) جب خدا فرمائے گا اے مریم کے فرزند عیسیٰ میرا وہ انعام یاد کرو۔جو میں
نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کیا تھا۔جب میں نے روح مقدس سے تمہاری تائید کی (جس کی وجہ
سے) تم گہوارے میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے (یکساں) باتیں کرتے تھے اور جب میں
نے تمہیں کتاب (لکھنے) حکمت (دانائی) تورات اور انجیل کی تعلیم دی تم میرے حکم سے مٹی
سے پرندہ کی شکل (پتلا) بناتے تھے اور پھر اس میں پھونک مارتے تھے اور وہ میرے حکم سے
(سچ مچ) پرندہ بن جاتا تھا۔اور تم میرے حکم سے پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے تھے
اور تم میرے حکم سے مردوں کو (زندہ کر کے قبروں سے) نکالا کرتے تھے۔اور جب میں نے
اسرائیل کو تم سے روکا تھا۔جب تم ان کے پاس بینات و معجزات لائے تھے تو ان میں سے جو
(منکر حق) تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ نہیں ہے۔مگر کھلا ہوا جادو۔(۱۱۰)

تفسیر الآیات۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا شَهَادَةُ...۱۲۲....الآیة۔

یہ تین آیات الاحکام میں سے ہیں جن کا تعلق وصیت اور شہادت سے ہے جو ترکیب و اعراب اور معنی و مفہوم کے لحاظ سے قرآن کی مشکل آیات میں سے شمار ہوتی ہیں۔لیکن اگر ان کی شان نزول والے واقعہ کو مدنظر رکھا جائے تو ان کا صحیح مفہوم سمجھنے میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آتی۔جو کچھ یوں ہے۔

ان آیات کی شان نزول

ایک بار ایک مسلمان ابن ابی ماریہ جس کا نام غالباً بدیل تھا دو نصرانی بھائیوں تمیم بن اوس داری اور عدی بن اوس داری کی ہمراہی میں تجارت کی غرض سے شام روانہ ہوا۔راستہ میں ابن ابی ماریہ بیمار ہو گیا۔اور اس نے اس اثنا میں اپنا وصیت نامہ اور اپنے مال کی فہرست مرتب کر کے اپنے سامان کے اندر رکھ دی اور پھر اپنے

دونوں ہمراہیوں کو بلا کر وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا یہ مال ومتاع میرے عزیزوں کو پہنچا دینا۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے ساتھیوں نے حسب الوصیت اس کا مال واسباب اس کے عزیزوں کو پہنچا تو دیا۔ مگر اس سے اپنی پسند کی بعض چیزیں نکال لیں۔ جب مرحوم کے وارثوں نے اس کا وہ وصیت نامہ دیکھا جو سامان کے اندر موجود تھا اور اس میں اس کے مال ومتاع کی فہرست پڑھی تو دیکھا کہ اس میں بعض چیزیں موجود نہیں ہیں۔ تو انہوں نے ان عیسائی بھائیوں سے دریافت کیا مگر وہ صاف مکر گئے اور کہا ہمارے سپرد تو یہی سامان کیا گیا تھا جو ہم نے پہنچا دیا ہے۔

چنانچہ یہ مقدمہ پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں چنانچہ آنحضرتؐ نے ان سے اس طرح قسم لی اور انہوں نے کھائی کہ ہمارے سپرد تو اتنا ہی سامان کیا گیا تھا۔ جو ہم نے وارثوں کے حوالہ کر دیا ہے چنانچہ انہیں چھوڑ دیا گیا۔ مگر چند دنوں کے بعد چاندی کا ایک پیالہ جس پر سونے کے نقش ونگار تھے ان کے پاس سے نکلا جو ابن ابی ماریہ کی فہرست میں موجود تھا۔ جب اس کے بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ یہ ہم نے موصوف سے خریدا تھا۔ مگر ہم پہلے بتانا بھول گئے تھے۔ دوبارہ یہ معاملہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوا۔ جس پر دوسری آیت اتری اس وقت میت کے دو وارثوں نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ ان دونوں عیسائیوں نے خیانت کی ہے اور جھوٹی قسم کھائی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پیالہ ان سے لے کر میت کے وارثوں کو دے دیا کہتے ہیں کہ تمیم دارمی بعد ازاں مسلمان ہو گیا تھا اور کہتا تھا کہ جو فیصلہ میرے خلاف ہوا وہ صحیح تھا واقعاً وہ برتن میں نے ناجائز طریقہ پر حاصل کیا تھا۔ (تفسیر تبیان ومجمع البیان)۔

ان آیات سے چند احکام کا استنباط

ان آیات سے چند احکام مستنبط ہوتے ہیں

۱۔ پہلا یہ کہ عام حالات میں وصیت کرنا سنت موکدہ ہے۔ مگر جس شخص کے ذمہ خلق وخالق کے کچھ واجبی حقوق کی ادئیگی واجب ہو اور اسے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اس پر وصیت کرنا واجب ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ وصیت کرتے وقت دو عادل مسلمان گواہ مقرر کرنا چاہیں۔ ہاں اگر کوئی مسلمان سفر کی حالت میں وصیت کرے اور وہاں کوئی مسلمان موجود نہ ہو تو اس کیلئے اہل کتاب میں سے دو گواہ مقرر کرنا جائز ہے اور پھر ان کی گواہی مقبول بھی ہوگی اور برادران اہلسنت میں سے امام احمد بن حنبل ہمارے ہمنوا ہیں مگر ان کے دوسرے تین امام جناب ابوحنیفہ مالک اور شافعی اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں ان کا کہنا ہے کہ غیر مسلمان مسلمان کے لئے شہادت نہیں دے سکتا مگر اس آیت مبارکہ سے ہمارے نظریہ کی تائید مزید ہوتی ہے۔

۳۔تیسرا یہ کہ اگر گواہوں کی گواہی میں شک پڑ جائے تو پھر ان سے قسم لی جائے گی اور پھر اس پر اعتبار بھی کیا جائے گا۔

۴۔چوتھا یہ کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ پہلے گواہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے اور جھوٹی ہی قسم کھائی ہے تو پھر میت کے وارثوں میں سے دو شخص قسم کھائیں گے اور قسم میں یہ بھی کہیں گے کہ ہماری گواہی ان لوگوں کی گواہی سے زیادہ برحق اور زیادہ صحیح ہے۔اور اگر ہم نے حد سے تجاوز کیا تو ہم ظالموں میں سے ہوں گے۔

۵۔ پانچواں یہ کہ قسم نماز کے بعد لی جائے گی اس نماز سے نماز عصر مراد لی گئی ہے جس میں لوگوں کا اجتماع زیادہ ہوتا ہے اور یہ قسم لوگوں کے اجتماع میں یعنی مسجد میں لی جائے گی۔اس طرح وصی اور وارث ہر قسم کی جھوٹی قسم کھانے اور غلط دعویٰ کرنے سے احتراز کریں گے۔اور اس طریقہ کار سے پہلے گواہ صحیح صحیح گواہی دیں گے یا کم از کم انہیں اپنی رسوائی کا خوف تو دامنگیر ہوگا کہ اگر ہم نے جھوٹی گواہی دی تو پھر میت کے وارثوں کی گواہی ہماری گواہی کے خلاف بھی ہوسکتی ہے؟ یا انہیں یہ اندیشہ ہوگا کہ ہماری ہی گواہی اور قسم پر آخری فیصلہ نہیں ہوگا۔بلکہ یہ قسمیں میت کے وارثوں کی طرف بھی لوٹائی جاسکتی ہیں۔اور وہ ان کی قسموں کے خلاف قسم کھا کر ان کو جھٹلا سکتے ہیں جس سے ان کی رسوائی ہوگی۔

یَوۡمَ یَجۡمَعُ اللّٰهُ...۱۰۹...الآیة۔

جب حشر کے دن تمام اولین و آخرین اور سب اہل آسمان اور اہل زمین اکھٹے ہوں گے اور محاسب حقیقی ساری کائنات کا حساب و کتاب لے گا آغاز انبیاء و مرسلین سے کرے گا اور ان سے دریافت کرے گا۔کہ آپ نے جو اپنی امتوں کو تبلیغ رسالت کی تھی تو ان کی طرف سے آپ کو جواب کیا ملا تھا؟ رسول کہیں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں تو خود تمام غیوب کا بڑا جاننے والا ہے۔کہا جاتا ہے کہ جب رسولوں نے اپنی قوموں کے انکار واقرار اور اطاعت و معصیت کا بچشم خود مشاہدہ کیا تھا تو پھر وہ کس طرح کہیں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں ہے؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ان کا یہ جواب ادب واحترام خداوندی پر مبنی ہے۔کہ ایک ظاہر بین کے علم کی اس ذات کے علم کے سامنے کیا حقیقت ہے جو عالم الغیب والشھادۃ ہے۔یہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے ظواہر اور ان کے ظاہری اقرار وانکار کو جانتے تھے انہیں کیا پتا کہ مخلص مومن کون ہے اور منافق کون؟ مخلص عبادت گذار کون ہے اور ریا کار کون؟ مگر خدا تو اپنی مخلوق کے تمام ظاہر و باطن سے کما حقہ واقف وآگاہ ہے اور کائنات کا کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے لہٰذا ان کے علم کو اس کے علم سے کیا نسبت؟ لہٰذا ایسی ذات کے بالمقابل اپنے علم کی نفی عین مقتضائے عقل وادب ہے۔اور خدا کے رمز شناس مخلص بندوں سے ایسے موقع پر ایسے

ہی جواب کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اور ایک قدیم تفسیر کے مطابق تو یہ جواب کسی تاویل کا محتاج نہیں ہے۔ کناسی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا:

يقول ماذا اجبتم فی اوصيا كم الذين خلفتمو هم على امتكم ؟ قال فيقولون لا علم لنا بما فعلوا من بعدنا۔

یعنی خدا پوچھے گا کہ جن کو تم نے اپنے بعد اپنا وصی مقرر کر کے چھوڑا تھا ان کے بارے میں امت نے تمہیں کیا جواب دیا؟ تو رسول کہیں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں ہے کہ ان لوگوں نے ہمارے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا تو ہی علام الغیوب ہے تو بہتر جانتا ہے کہ ہمارے اوصیاء کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ (تفسیر عیاشی وبرہان)

دوسروں کے بارے میں تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے مگر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد امت نے ان کے اوصیاء واہلبیت علیہم السلام کے ساتھ جو سلوک کیا اس کے بیان سے قلم و زبان عاجز و حیران ہے۔ ع

اگر گویم زبان سوزد

خلاصہ کلام یہ ہے کہ۔ ع

ہیچ کافر نکند آنچہ مسلمان کردند

وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ؟ (سورہ شعراء آیت۔۲۲۷) اگر اس سلسلہ میں احادیث حوض کا مطالعہ کر لیا جائے جو صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہیں تو بڑے بڑے حقائق کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ اور بہت سارے سربستہ راز کھل جاتے ہیں۔

فائدہ جدیدہ

علامہ طبرسی بیان کرتے ہیں کہ حاکم ابوسعید نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت شیعوں کے قول کے ابطال پر دلالت کرتی ہے جو کہ انبیاء کو عالم الغیب جانتے ہیں اس کے جواب میں فاضل موصوف فرماتے ہیں کہ:

هذا القول ظلم منه لهئولاء القوم انا لا نعلم احدًا منهم بل احدًا من اهل الاسلام يصف قاحدًا من الناس بعلم الغيب و من وصف مخلوقًا بذالك فقد فارق الدين والشيعة الامامية براء من هذا القول فمن نسبهم الى ذالك فالله فيما بينه

بینھم

یعنی یہ تہمت اس شخص کی طرف سے شیعہ قوم پر ظلم وزیادتی ہے۔کیونکہ ہم کسی شیعہ کو نہیں جانتے بلکہ کسی اہل اسلام کو نہیں جانتے جو کسی انسان کو عالم الغیب جانتا ہو اور اگر بالفرض کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے تو وہ خارج از اسلام ہے اور شیعیانِ حیدر کرار اس سے بری و بیزار ہیں اور جو شخص اس بات کی ان کی طرف نسبت دیتا ہے اس کا اور ہمارا فیصلہ خدا پر ہے (مجمع البیان)

اِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسَى ...۱۱۰... الآية۔

اس آیتِ مبارکہ میں خداوند عالم نے جناب عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے جن خصوصی احسانات وانعامات کا تذکرہ کیا ہے جیسے (الف) روح القدس سے ان کی تائید کرنا (ب) ان کا پنگھوڑے میں اور ادھیڑ عمر میں یکساں گفتگو کرنا (ج) انہیں کتاب وحکمت وغیرہ کا پڑھانا (د) ان کا باذن اللہ چار معجزات دکھانا وغیرہ۔ان تمام امور پر اس سے پہلے تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔مثلاً روح القدس کی حقیقت اور اس سے تائید پر سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۲ ''وَاَيَّدۡنٰهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ......'' کے ذیل میں ان کے مہد میں گفتگو کرنے پر سورہ آلِ عمران کی آیت ۴۶ کی تفسیر میں اور ان کو کتاب وحکمت پڑھانے پر سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر ۴۸ کی تفسیر کے ضمن میں اور باذن اللہ پر آپ کے چہارگانہ معجزات پر اسی سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر ۴۹ کی تفسیر میں۔اور وہیں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہوتا ہے ہاں البتہ نبی ووصی کی دعا اور استدعا پر ان کی حقانیت ظاہر کرنے کی خاطر ان کے دستِ مقدس پر ظاہر کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خداوند حکیم نے چار بار ''باذنی'' کی تکرار کی ہے کہ تو میرے اذن وامر سے یہ کام کرتا تھا تاکہ یہ حقیقت واضح وآشکار ہو جائے کہ پیدا کرنا مردے کو زندہ کرنا۔لاعلاج بیمار کو شفا دینا اور اندھے کو بینا کرنا خدا کا فعل ہے۔کسی بندے کا فعل نہیں ہے تاکہ کوئی کوتاہ اندیش ان معجزات کو دیکھ کر عبد کو معبود اور مخلوق کو خالق نہ سمجھ لے۔الغرض خداوندِ علیم وحکیم نے باقی انبیاء ومرسلین کے اجمالی سوال وجواب کا تذکرہ کرنے کے بعد خصوصی طور پر جناب عیسیٰ علیہ السلام کا خصوصی ذکر اور ان پر اپنے خصوصی احسانات کا تذکرہ اس لئے کیا ہے کہ سب انبیاء ومرسلین میں سے سب سے زیادہ شرک انہی کے بارے میں کیا گیا ہے جس کا سلسلہ آج تک برابر جاری ہے؟ خداوندِ عالم علیٰ رؤس الاشہاد پوچھنا صرف یہ چاہتا ہے کہ:

ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِيۡ وَاُمِّيَ اِلٰهَيۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ؟ (سورہ مائدہ)

کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے علاوہ دو خدا بنا لو؟

جناب عیسیٰ علیہ السلام یہ سن کو تڑپ جاتے ہیں اور ان لفظوں میں اپنی برأت ظاہر کرتے ہیں:

سُبْحٰنَكَ (تو ہر شرک سے پاک ہے)

مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ؟ میری کیا مجال تھی کہ میں وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق حاصل نہیں۔ (سورہ مائدہ آیت ......۱۱۶)

مطلب یہ کہ تو مجھ پر اس طرح اپنے لطف و کرم کی بارش برسائے اور میں اس طرح تیرا ناشکرا بندہ بن جاؤں؟ ھاشا و کلا۔ یعنی یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے چند آیتوں کے بعد اس سوال و جواب کی تفصیل آ رہی ہے فانتظر۔!

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ...۱۱۰... الأية۔

خداوند عالم کے ان خصوصی انعامات میں سے جو اس نے جناب عیسیٰ علیہ السلام پر کیے ایک یہ بھی ہے کہ کئی بار بنی اسرائیل (یہود) نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف عام ضرر رسانیاں پہنچانے کی بلکہ ان کی شمع حیات کو گل کرنے کی بھی کوشش کی۔ مگر ہر بار خدائے قہار نے ان کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔ مگر پھر بھی وہ اس قدر ہٹ دھرم تھے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات بینات دیکھ کر ایمان نہیں لائے بلکہ انہیں برابر جادوگر ہی کہتے رہے۔

آیات القرآن

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ وقت قابلِ ذکر ہے جب میں نے حواریون کو الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور گواہ رہنا کہ ہم مسلمان (تیرے فرمانبردار بندے) ہیں(۱۱۱)(حواریون) کے بارے میں یہ قصہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ انہوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریمؑ کیا آپ کا پروردگار اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اتارے عیسیٰؑ نے کہا اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرو۔اگر تم مومن ہو؟(۱۱۲) کہنے لگے ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے سچ کہا تھا۔اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں(۱۱۳)عیسیٰ بن مریمؑ نے (دعا کرتے ہوئے) کہا اے اللہ!اے ہمارے پروردگار!ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لئے اور ہمارے اگلوں پچھلوں کیلئے عید قرار پائے اور تیری طرف سے قدرتی نشانی بن جائے۔اور ہمیں روزی عطا فرما تو بہترین روزی عطا کرنے والا ہے(۱۱۴)

تفسیر الآیات

وَاِذۡ اَوۡحَیۡتُ...۱۱۱...الآیۃ

وحی کا ایک مفہوم تو وہ ہے جو انبیاء و مرسلین کے ساتھ مخصوص ہے مگر اس کے اور بھی چند معنی ہیں منجملہ ان کے ایک الھام والقاء بھی ہیں او حینا الی ام موسیٰ (ہم نے مادرِ موسیٰ کو وحی کی یعنی ان کو الہام کیا اور اس کے ایک معنی فطری ہدایت بھی ہیں جیسے واو حینا الی النحل (ہم نے شہد کی مکھی کو وحی کی یعنی اس کی فطرت میں یہ بات ودیعت کی) یہاں یہی الہام والے معنی مراد ہیں کہ ہم نے حواریوں کے دل میں القاء کیا یعنی ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ پر ایمان لاؤ۔تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔

حوارین کے لغوی اور اصلاحی معنی و مفہوم کی تحقیق قبل ازیں سورہ آل عمران کی آیت ۵۶ ''قَالَ

اَلْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ الله '' کی تفسیر کے ضمن میں بیان کی جاچکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ...۱۱۲...الآية

خدا تعالیٰ اور عیسیٰ بن مریمؑ کا باہمی مکالمہ شروع تھا جو قیامت کے دن ہوگا کہ درمیان میں حوارین کے ذکر آجانے کی وجہ سے جملہ معترضہ کے طور پر تین آیتوں میں انہی کے متعلق ایک اور واقعہ کا تذکرہ کر دیا گیا حالانکہ یہ اس گفتگو کا حصہ نہیں ہے جو قیامت کے دن ہوگی۔ تاکہ اس سے عیسائیوں کو اسی دنیا میں اس سے عبرت حاصل ہو اور وہ مسیح۔ کے بارے میں بدعقیدہ سے باز آجائیں اور توبہ کر کے راہ راست پر آجائیں۔

هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ...۱۱۲...الآية

دو سوال اور ان کے جوابات

یہاں دو سول پیدا ہوتے ہیں پہلا یہ کہ جب حوارین خدا اور اس کے رسول عیسیٰؑ پر ایمان لا چکے تھے تو پھر مائدہ (خوان نعمت) کے آسمان سے نازل کرنے کا مطالبہ کیوں کیا اور دوسرا یہ کہ جب وہ خدا پر ایمان رکھتے تھے اور اسے قادر بھی جانتے تھے تو پھر لفظ ''هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ'' کیوں استعمال کیا جس کے ظاہری معنی ہیں کیا تمہارا پروردگار آسمان سے خوانِ نعمت نازل کرنے کی استطاعت وقدرت رکھتا ہے؟ اس سے تو تشکیک کی بو آتی ہے۔

پہلے سوال کا جواب خود قرآن میں مذکور ہے کہ ''تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا'' وہ چاہتے تھے کہ عقلی و برہانی ایمان کے بعد مشاہداتی وعیانی ایمان حاصل کر کے اطمینانِ قلب کی منزل پر فائز ہوں۔ جس طرح جب جناب خلیلؑ نے خدا سے مردہ کو زندہ کر کے دکھانے کا مطالبہ کیا تھا تو خدا نے ان سے سوال کیا تھا اولم تئومن؟ کیا تمہارا اس پر ایمان نہیں ہے؟ اس کے جواب میں جناب خلیلؑ نے اس سے عرض کیا تھا ''بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ'' ایمان تو ضرور ہے۔ مگر اطمنانِ قلب چاہتا ہوں۔ (سورہ بقرہ آیت......۲۶۰)

اور ظاہر ہے کہ ایسی خواہش کرنا ممنوع نہیں ہے اور نہ ہی مذموم اور دوسرے سوال کے مفسرین نے دو جواب دیے ہیں ایک یہ کہ ''یستطیع'' سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ ہمارے لئے خدا سے مائدہ کے نزول کی دعا واستدعا کریں تو کیا خدا آپ کی یہ دعا قبول فرمائے گا؟ تاکہ یہ بات آپ کی صداقت کی قطعی دلیل قرار پائے؟

دوسرا یہ کہ یہاں استطاعت بمعنی اقتضاء مصلحت ہے یعنی آیا آپ کے پروردگار کی حکمت بالغہ اس

بات کا تقاضا کرے گی کہ ہمارا مطالبہ پورا کرتے ہوئے ہم پر خوانِ نعمت نازل فرمائے؟

قَالَ اتَّقُوا اللہ... ۱۱۲ الآیۃ۔

اگر تم مومن ہو تو خدا سے ڈرو۔ اور اس سے نئے نئے مطالبے نہ کرو۔ ہوسکتا ہے کہ خدا تو تمہارا مطالبہ پورا کردے مگر تم اس کے تقاضوں کو پورا نہ کرسکو اور اس طرح اس کے وزر و وبال میں گرفتار ہو جاؤ۔

حواریوں کے اس مطالبہ کے چار مقاصد تھے

قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اللّٰھُمَّ... ۱۱۳ الآیۃ

بہرحال جناب عیسیٰ علیہ السلام نے حوارئین کے اس اصرار سے کہ ہم چاہتے ہیں کہ

(۱) اس دسترخوان سے کھائیں اور اپنی بھوک مٹائیں۔

(۲) ہمارے دل مطمئن ہو جائیں۔

(۳) ہمیں علم الیقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے سچ کہا ہے۔

(۴) اور لوگوں کے سامنے اس کی گواہی دیں شاید کہ وہ اس طرح راہِ راست پر آجائیں؟

اور یہ دیکھ کر کہ ان لوگوں کے اس مطالبہ میں تعصب اور حجت بازی نہیں ہے آخر کار ان لوگوں کی درخواست رب العزت کی بارگاہ میں ان لفظوں میں پیش کر ہی دی۔

''اللّٰھُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَۃً مِّنۡکَ وَ ارۡزُقۡنَا وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ'

فائدہ

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں اس بات کی طرف اشارہ کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی دعا میں واردشدہ جملہ ''تکون لنا عیداً لا ولنا و آخر نا'' تاکہ خوان نعمت کا نزول ہمارے سب اگلے پچھلے لوگوں کیلئے عید قرار پائے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کسی خاص دینی یا دنیوی نعمت و رحمت کا نزول ہو۔ اسے عید قرار دینا اور حدود شریعت کے اندر رہ کر مسرت و شادمانی کا اظہار کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا بدعت نہیں بلکہ انبیاء و مرسلین اور عباد اللہ الصالحین کا شیوہ و شعار ہے۔ اور اہل ایمان کا دستور ہے۔

آیات القرآن

قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ
عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۠﴿۱۱۵﴾ وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ
مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ
قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ
قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ
اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ
فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ
شَهِیْدٌ﴿۱۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک میں وہ (خوان) تم پر اتارنے والا ہوں اب اس کے بعد جو کفر اختیار کرے گا تو میں اسے ایسی سزا دوں گا جیسی دنیا جہان میں کسی کو بھی نہیں دی ہو گی (۱۱۵) وہ وقت جب خدا فرمائے گا۔ اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو؟ عیسیٰ کہیں گے پاک ہے تیری ذات بھلا میں وہ بات کس طرح کہہ سکتا ہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں ہے اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ کیونکہ تو وہ سب کچھ جانتا ہے جو میرے دل میں ہے مگر میں تیرے اسرارِ نہانی کو نہیں جانتا۔ بلا شبہ تو غیب کی تمام باتوں کا بڑا جاننے والا ہے (۱۱۶) میں نے ان سے کچھ نہیں کہا تھا سوا اس بات کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ

عبادت کرو اللہ کی جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے اور میں اس وقت تک ان پر گواہ تھا جب تک ان میں تھا پھر جب تو نے مجھے (دنیا سے) اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے (١١٧)

تفسیر الآیات

۱۳۱۔ قَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ... الآیۃ۔

اللہ نے فرمایا بے شک میں اسے نازل تو کروں گا۔ مگر جو اس کے بعد کفر اختیار کرے گا تو پھر میں اسے ایسی سزا دوں گا جیسی دنیا جہان میں کسی کو نہیں دی ہوگی۔

اس آیت میں تین چیزیں قابلِ غور ہیں

اب یہاں تین چیزیں قابلِ غور ہیں ایک یہ کہ آیا اس کے بعد وہ مائدہ نازل ہوا یا نہ؟ دوسری یہ کہ اگر نازل ہوا تو اس کی کیفیت اور نوعیت کیا تھی؟ تیسری یہ کہ اس کے نزول کے بعد کسی نے کفر اختیار کیا یا نہ اور اگر کیا تو خدا نے اسے سزا کیا دی؟ سو پہلی بات کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ لوگ خدا کی اس دھمکی سے ڈر گئے تھے اور اپنے مطالبے سے دست بردار ہو گئے تھے اس لئے کوئی مائدہ نازل نہیں ہوا۔ مگر یہ دعویٰ بلا دلیل ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔ بلکہ مشہور و منصور قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے موکد وعدہ (اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ) کے مطابق وہ مائدہ اتوار کے دن نازل فرمایا ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ'' (سورہ آل عمران آیت......١٦، سورہ رعد آیت......٣١) تاکہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے اور ہر قسم کے قیل و قال کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو جائے اب رہی دوسری بات کی تحقیق کہ مائدہ (خوان نعمت میں) کون کون سی نعمتیں تھیں؟ اور کون کون سے کھانے تھے؟ اس سلسلے میں روایات میں اختلاف ہے کسی میں ہے کہ روٹی اور گوشت تھا کسی میں وارد ہے کہ سات قسم کی روٹیاں اور سات قسم کی بھونی ہوئی مچھلیاں تھیں جن میں ہر قسم کا ذائقہ الگ تھا بروایتے روٹیوں اور مچھلیوں کی تعداد نو تھی بعض میں وارد ہے کہ اس مائدہ میں جنت کے پھل فروٹ تھے۔ (مجمع البیان وغیرہ)

مگر اس کی یقینی کیفیت پردہ خفا میں ہے اور ویسے بھی اس کا معلوم کرنا ہمارے لئے ضروری نہیں ہے۔ کما لا یخفی

اب رہی تیسری بات کی تحقیق کہ اس مطالبہ کی منظوری اور اس اعجاز کے ظہور کے بعد ان لوگوں میں

سے کسی نے کفر اختیار کیا؟ اور اگر کیا تو اسے خدا نے سزا کیا دی؟ اگرچہ بعض احادیث سے اس سوال کا جواب اثبات میں ملتا ہے کہ بعض نے کفر کیا اور خدا نے انہیں مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا (عیاشی وصافی وغیرہ)

مگر ایک چیز شدت سے دل ودماغ میں کھٹکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا نے دھمکی یہ دی تھی کہ جو اس کے بعد کفر اختیار کرے گا میں اسے وہ سزا دوں گا جو دنیا جہاں میں کسی کو نہ دی ہوگی۔ اور یہ سزا یعنی کسی نافرمان کو مسخ کر کے بندر یا خنزیر بنانا وہ تو اس سے بہت عرصہ پہلے یوم السبت میں مچھلیوں کا شکار کرنے پر یہود کو دے چکا تھا۔ جیسا کہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۶۵ میں مذکور ہے " وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ "۔ اور اس سے پہلے کچھ لوگوں کو خنزیر بنانے کی سزا دینا بھی قرآن میں مذکور ہے کہ " جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ " (سورہ مائدہ آیت...... ۶۰)۔ واللہ العالم۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ...۱۱۱ الأية۔

خداوند عالم اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو گفتگو ہو ئی ہے اس کا سلسلہ چل رہا تھا کہ درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر حواریوں اور ان کے نزول مائدہ کے مطالبہ وغیرہ کا تذکرہ چل نکلا اب پھر وہی سلسلہ جاری ہو رہا ہے کہ خداوند عالم اپنے وہ خصوصی انعامات واحسانات گنوا کر جو اس نے جناب عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی مادر گرامی پر کئے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو جھنجھوڑ کر پوچھ رہا ہے کہ " ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ ....سورہ مائدہ...... ۱۱۶" اے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے علاوہ خدا مانو؟ ظاہر ہے کہ خدا کو تو معلوم ہی تھا۔ کہ جناب عیسیٰؑ نے ہرگز کبھی کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ تاہم خدا چاہتا تھا کہ ان کی زبان سے اس کی نفی کرا کے لوگوں کو ان کی غلطی پر متوجہ کرے جو ان کے بارے میں غلو کر کے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ چنانچہ جناب عیسیٰؑ یہ سوال سن کر کانپ اٹھتے ہیں اور فوراً ان لفظوں میں اس بات سے اپنی برأت اور لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں کہ " سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ " (سورہ مائدہ......ایت۔۱۱۶) تو ہر شریک سے پاک ہے میری کیا مجال ہے کہ میں وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق حاصل نہیں ہے مزید برآں عرض کرتے ہیں کہ " ان قُلْتُهٗ " اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو تو جانتا ہے کیونکہ تو ظاہر و باطن سے آگاہ ہے۔ جبکہ میں تیرے سب حالات وکوائف سے آگاہ نہیں ہوں تو ہی علام الغیوب ہے اور تمام غیبی امور کو جانتا ہے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ... الآیه۔

میں نے تو ان سے صرف وہی بات کہی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا

بھی پروردگار ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا دوسرے داعیان حق سب نے لوگوں کو خدا پرستی اور توحید کی تعلیم دی تھی لیکن ان کی پیروی کے دعویداروں نے انہی کی پرستش شروع کر دی ظاہر ہے کہ اس گمراہی کے ذمہ دار یہی پیرو ہیں نہ وہ جن کی پرستش کر رہے تھے ان کا دامن اس سے پاک ہے۔

امت مرزائیہ کے ایک غلط استدلال کا ابطال

وَ كُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ ...۱۱۷ الآیة۔

میں اس وقت تک ان کا گواہ تھا جب تک ان میں موجود تھا مگر جب تو نے مجھے مکمل طور پر قبض کر لیا یعنی آسمان پر اٹھا لیا تو اب تو ہی ان کا نگہبان اور ناظر و نگران ہے اور تو ہی گواہ ہے اس ''فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِي'' کے ظاہری لفظوں کا سہارا لیتے ہوئے امت مرزائیہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کیا کرتی ہے وہم بفضلہٖ تعالیٰ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ ''يٰعِيۡسٰۤى اِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ......'' کی تفسیر کے ضمن میں دلائل و براہین سے واضح کر چکے ہیں کہ ''توّفی'' کے معنی موت دینے کے نہیں بلکہ اس کے حقیقی معنی ''اخذ الشئی وافیا'' کسی چیز کو مکمل طور پر قبضے میں لینے کے ہیں بنا بریں ''توفاہ'' کے معنی ہوں گے ''لم یدع منه شیئا'' کہ فلاں نے اس کو اس طرح لیا کہ کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا (تاج العروس)

یہ لفظ موت کے معنی میں مجازاً استعمال ہوتا ہے۔پس اس کے حقیقی معنی پورا پورا قبض کرنے کے ہیں ۔یہودیوں کا خیال تھا کہ انہوں نے جناب عیسیٰؑ کو تختۂ دار پر لٹکا دیا۔لہٰذا وہ وفات پا گئے نصرانیوں کا خیال تھا کہ ان کا جسم سولی پر چڑھ گیا۔اور روح آسمان پر چلی گئی۔خداوندِ کریم وخبیر نے دونوں کے باطل نظریات کی رد کرتے ہوئے فرمایا:

''وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰـكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ......بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ''

نہ انہوں نے (عیسیٰؑ) کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ اللہ نے انہیں مکمل طور پر یعنی جسم مع الروح کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔(سورہ نساء آیت......۱۵۷،۱۵۸)

جب اس لفظ کے حقیقی معنی یہ ہیں اور حدیثوں سے اس کی تائید مزید ہوتی ہے تو پھر اس لفظ کو غلط معنوں کا جامعہ پہنانے کا کیا جواز ہے؟

آیات القرآن

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ﴿١١٨﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ
جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ
وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١٩﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٢٠﴾

ترجمۃ الآیات

اگر تو انہیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو غالب ہے اور بڑا حکمت والا ہے (١١٨) ارشاد قدرت ہوگا یہ وہ دن ہے کہ جس میں سچوں کی سچائی ان کو فائدہ پہنچائے گی۔ان کیلئے ایسے بہشت ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی (دونوں ایک دوسرے سے خوش) یہی سب سے بڑی کامیابی ہے (١١٩) اللہ ہی کیلئے ہے حکومت آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان میں ہے ان سب کی اور وہ ہر شے پر قادر ہے (١٢٠)

تفسیر الآیات

۱۳۵۔اِنْ تُعَذِّبْهُمْ...الآیة

اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور تو عادل ہے اور اگر انہیں بخش دے تو یہ کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں کیونکہ تو زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔لہٰذا تو جو فیصلہ بھی کرے گا وہ عادلانہ غالبانہ اور حکیمانہ ہی ہوگا۔

۱۳۶۔ قَالَ اللہُ هٰذَا يَوْمُ ... الآية۔

ارشاد قدرت ہوگا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی فائدہ پہنچائے گی۔ جنہوں نے زندگی بھر قولی و عملی سچائی کا دامن تھامے رکھا آج ان کو اس کا ثمرہ ملے گا۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ علی نقی اعلی اللہ مقامہ لکھتے ہیں ''اس سے ظاہر ہے کہ دنیا میں تو اکثر سچوں کو ان کے سچ سے نقصان بھی پہنچتا ہے اور ان کی زندگی اکثر عسرت و ناکامی کا مرکز نظر آتی ہے وہ اکثر مظالم کی آماجگاہ بنے رہتے ہیں اس سے ان کی آنکھیں کھلنا چاہیں جو دنیاوی کامیابی و کامرانی یا وقتی قہر و غلبہ کی ترازو پر حقانیت کو تولنے کے منادی ہیں مگر قرآن سے صاف ظاہر ہے کہ صادقین کی حقانیت کو اس دنیا کی کامرانی کے معیار پر نہیں جانچا جا سکتا۔

اس کے بعد وہ افراد جنہیں ''کونوا مع الصادقین'' کہہ کر مرکز اتباع قرار دیا گیا ہے انہیں دنیا کے بااقتدار صفوف میں ڈھونڈھنا درست نہ ہوگا بلکہ گوشہ نشینوں، کسمپرسی میں زندگی گزارنے والوں اور ظلم و ستم کے قید خانوں میں اسیر افراد میں الصادقین ملیں گے جن کی اصل کامرانی اسی دن سامنے آئے گی جب خالق کی ندا ہوگی هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ'' (فصل الخطاب جلد ۳ ۵۸)۔

ان کیلئے وہ بہشت ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہونگی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش یہ سب سے بڑی کامیابی ہے جس کے بالمقابل ہر کامیابی اور ہر نعمت ہیچ ہے ورضوان اللہ اکبر۔

۱۳۷۔ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ... الآية۔

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کی بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ساری کائنات خواہ علوی ہو یا سفلی، نوری ہو یا ناری یا خاکی الغرض پورے عالم امکان کا خالق و مالک اور پالک رب رحمٰن ہی ہے جس کی ذات، صفات، افعال اور عبادت میں کوئی شریک نہیں ہے اور وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ کائنات کی کوئی چیز اس کے اقتدار و اختیار سے باہر نہیں ہے۔ يفعل مايشاء ويحكم مايريد۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ

مکیة وھی ماۃ وخمس وستون آیته وعشرون رکوعًا

یہ سورہ مکی ہے اس کی ایک سوپینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں

سورہ انعام کی وجہ تسمیہ

انعام کے معنی چوپایہ جانوروں کے ہیں اور چونکہ اس سورہ کے رکوع ۱۶ اور ۱۷ میں بعض مویشیوں کی حلت وحرمت کا نمایاں طور پر تذکرہ کیا گیا ہے اس لئے اس کا نام انعام رکھا گیا ہے۔

عہد نزول

اس سورہ کے زمانہ نزول کے متعلق مشہور یہ ہے کہ یہ مکہ میں نازل ہوا اور بیک وقت نازل ہوا حالانکہ مشہور یہ ہے کہ فروع دین یعنی حلال وحرام کے احکام کی آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ باقی تمام سورہ انعام تو مکہ میں نازل ہوا مگر اس کی چند آیات احکام مدینہ میں نازل ہوئیں (مجمع البیان وغیرہ) مگر یہ کلیہ کہ تمام احکام اور ان کی متعلقہ آیات مدینہ میں نازل ہوئیں درست معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ فروع دین میں بعض عبادات جیسے نماز وغیرہ اور بعض معاملات جیسے عقد وازدواج کے احکام مکہ میں جاری تھے جن کا تعلق دین کے فروعی شعبہ یعنی شریعت سے ہے اور یہ لفظ (شریعت) بھی مکی سورہ جاثیہ میں نازل ہو چکی تھی۔ ''ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلٰی شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا'' (سورہ جاثیہ آیت......۱۸)۔

اس سورہ کی فضیلت۔

۱۔ ابوبصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا:
جب سورہ انعام پیغمبرؐ پر نازل ہوا تو ستر ہزار فرشتوں نے تسبیح وتقدیس الٰہی کرتے ہوئے اس کی مشایعت کی۔
فرمایا: اس میں ستر جگہ خدا کا ذاتی نام نامی (اللہ) مذکور ہے اور اگر لوگوں کو اس کی فضلیت معلوم ہو جاتی تو کبھی بھی اس کی تلاوت ترک نہ کرتے۔
پھر امام نے فرمایا: جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو جس کی خدا سے حاجت برآری چاہتا ہو تو اسے

چاہیے کہ چار رکعت نماز (حاجت بدو سلام) پڑھے جس کی ہر رکعت میں الحمد للہ اور سورہ انعام پڑھے اور سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔

یا کریم یا کریم یا عظیم یا عظیم من کل عظیم یا سمیع الدعاء یا من لا تُغیره الایام و اللیالی صل علی محمد و آل محمد ارحم ضعفی و فقری و فاقتی و مسکنتی فَانك اعلم بها منی و انت اعلم بحاجتی یامن رحم الشیخ یعقوب حین رد علیه یوسف قرة عینه یا من رحم ایوب بعد حلول بلائه یا من رحم محمدا علیه اسلام بین الیتم وآواه و نصره علی جبابرة قریش و طواعیتها و امکنه منهم یا مغیث یا مغیث یا مغیث

(اس کے اخری اسم اعلی) کی تکرار کرے بخدا اگر کوئی حاجتمند یہ نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھے اور بعد از ان خدا سے اپنی تمام حاجات طلب کرے تو خدائے کریم ان کے برلانے میں بخل سے کام نہیں لے گا حاجات بر آری فرمائے گا۔ انشاء اللہ (تفسیر عیاشی، مجمع البیان۔ البرہان۔)

۲۔ جناب ابن عباس سے مروی ہے فرمایا: جو شخص ہر رات سورہ انعام پڑھے وہ بروز قیامت امان پانے والوں میں سے ہوگا اور کبھی اپنی آنکھ سے آتش جہنم نہیں دیکھے گا (العیاشی ولبرہان)۔

اس سورہ مبارکہ کے مضامین عالیہ کا جامع خلاصہ

ویسے تو قرآن مجید کی ہر سورت مختلف مطالب ومعانی کا ایک بحر مواج ہوتا ہے جس کا مکمل طور پر احاطہ کرنا ایک انسان ضعیف البنیان کے بس کا روگ نہیں ہے ہاں البتہ بطور نمونہ مشتے از خروارے اس کے بعض موٹے موٹے مضامین کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں تا کہ اس کے مضامین کے تنوع کا کچھ اندازہ ہو جائے۔

(۱)۔ چونکہ اہل مکہ اگر چہ خدا کے وجود کے منکر نہ تھے البتہ اس کی توحید و تفرید کے منکر تھے اور اس کے افعال میں عموماً اور عبادت میں خصوصاً شرک جیسے نا قابل معافی جرم کا بلا تامل ارتکاب کرتے تھے اس لئے سورہ میں جابجا شرک کا ابطال کر کے توحید کا اثبات کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں توحید کے اثبات کیلئے خلیل خداؑ کا طریقہ استدلال بھی بیان کیا گیا ہے۔

(۲) وہ لوگ چونکہ حیات بعد الممات کے شدت سے منکر تھے اور وہ اسے ایک ڈھکوسلا سمجھتے تھے اس لئے اس سورہ میں جابجا عقیدہ آخرت اور حشر ونشر پر زور دیا گیا ہے اور اس کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔

(۳)۔ اس میں خداوند عالم کے علم کی ہمہ گیری اور اس کا عالم الغیب ہونا بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی رؤیت کی نفی بھی کی گئی ہے۔

(۴)۔اس میں جہاں اخلاق عالیہ کی تعلیم دی گئی ہے وہاں اسلامی رواداری کا مظاہرہ بھی کیا گیا ہے کہ مشرکین عرب کے معبودان باطل کو سب وشتم کرنے سے ممانعت کی گئی ہے۔

(۵)۔اس میں عہد جاہلیت میں جانور وغیرہ کے بارے میں بعض جاہلانہ رسموں کا تذکرہ کرکے ان کی اصلاح کی کامیاب کوشش وکاوش کی گئی ہے۔

(۶)۔اس میں عدل الٰہی کا اثبات کیا گیا ہے۔

(۷)۔اولاد کشی کی جہاں مذمت کی گئی ہے وہاں اس کی سخت ممانعت بھی کئی گئی ہے۔

(۸)اس میں یتیم کے مال کی حرمت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(۹)۔اس میں فرقہ بندی،فرقہ سازی اورفرقہ پرستی کی سخت مذمت وممانعت کی گئی ہے۔

(۱۰)۔دنیا کے مال وثروت کی کثرت پرغرہ ہونے والوں کے انجام کا تذکرہ کیا گیا ہے اوران کے جو آئین تھے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱۱)۔پیغمبر اسلامؐ کی دعوت حق کے خلاف لوگوں کے مختلف ایرادات کے جوابات دے گئے ہیں۔

(۱۲)۔جس ذبیحہ پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو۔اس کا گوشت کھانے کی ممانعت کی گئی ہے۔

(۱۳)۔اخلاص فی العمل کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو یہ تعلیم بھی دی ہے کہ ہمارا سب کچھ خدا کا ہے۔قبل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔

(۱۴)۔اس میں انسانی زندگی کی غرض وغایت بھی بیان کئ گئی ہے۔

(۱۵)۔اس میں پیغمبر اسلامؐ کو مشرکین کی ایذارسانیوں پر صبر وضبط کرنے کی تلقین کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ سے پہلے بھی بہت سے انبیاء ومرسلین آئے مگر لوگوں نے ہمیشہ ان سے ایسا ہی سلوک کیا۔مگر انہوں نے ہمیشہ ہی صبر کیا "فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ"(سورہ احقاف آیت......۳۵)۔آپ کو کوئی نئی گالی نہیں دی جارہی ہے بلکہ وہی پرانی گالیاں ہیں جو ہادیان برحق کو دی جاتی رہی ہیں۔"مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدۡ قِيۡلَ لِلرُّسُلِ مِنۡ قَبۡلِكَ"(حم سجدہ آیت......۴۳)اس طرح آپؐ کو تسلی وتشفی دی گئی ہے وغیرہ وغیرہ۔

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ‌ ؕ ثُمَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ
يَعۡدِلُوۡنَ‏ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ طِيۡنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ‌ؕ وَاَجَلٌ
مُّسَمًّى عِنۡدَهٗ‌ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تَمۡتَرُوۡنَ‏ ﴿۲﴾ وَهُوَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَفِى
الۡاَرۡضِ‌ؕ يَعۡلَمُ سِرَّكُمۡ وَجَهۡرَكُمۡ وَيَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُوۡنَ‏ ﴿۳﴾ وَمَا
تَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ مِّنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِمۡ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ‏ ﴿۴﴾ فَقَدۡ
كَذَّبُوۡا بِالۡحَـقِّ لَـمَّا جَآءَهُمۡ‌ؕ فَسَوۡفَ يَاۡتِيۡهِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا كَانُوۡا بِهٖ
يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ‏ ﴿۵﴾ اَلَمۡ يَرَوۡا كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ مَّكَّنّٰهُمۡ
فِى الۡاَرۡضِ مَا لَمۡ نُمَكِّنۡ لَّكُمۡ وَاَرۡسَلۡنَا السَّمَآءَ عَلَيۡهِمۡ مِّدۡرَارًا ۖ
وَّجَعَلۡنَا الۡاَنۡهٰرَ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهِمۡ فَاَهۡلَكۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ وَاَنۡشَاۡنَا
مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِيۡنَ‏ ﴿۶﴾

ترجمۃ الآیات

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا پھر بھی جو کافر ہیں وہ دوسروں کو اپنے پروردگار کے برابر ٹھہراتے ہیں (۱) وہ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر (زندگی کی) ایک مدت مقرر کی اور ایک مقررہ مدت اور بھی ہے جو اسی کے پاس ہے پھر بھی تم شک کرتے ہو (۲) اور وہی (ایک) اللہ ہے آسمانوں میں بھی اور زمین

میں بھی، جو تمہارے باطن و ظاہر اور جو کچھ تم بھلائی و برائی کرتے ہو سب کو جانتا ہے (۳) ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے پروردگا کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس نہیں آتی مگر یہ کہ وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں (۴) چنانچہ انہوں نے اس حق (قرآن) کو بھی جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا۔ سو عنقریب ان باتوں کی خبریں ان کے پاس آ جائینگی جن کا وہ مذاق اڑاتے رہے ہیں (۵) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے دوروں کے لوگوں کو ہلاک و برباد کر دیا جنہیں ہم نے زمین میں وہ اقتدار دیا تھا جو تمہیں بھی نہیں دیا ہے اور ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائی۔ اور ہم نے ان کے نیچے نہریں بہائیں (انجام کار) ہم نے ان کے گناہوں (اور کفران نعمت) کی پاداش میں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسرے دور کی نسلیں پیدا کیں۔ (۶)

تفسیر الآیات

۱۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ...... الآیة۔

نزول قرآن کے وقت دنیا شرک و کفر کے گہرے سمندر میں غوطہ زن تھی کوئی یزادان واہرمن دو خداؤں کی پرستش کرتا تھا تو کوئی عزیر کو اللہ کا بیٹا قرار دیتا تھا کوئی تثلیث کے چکر میں گرفتار تھا تو کوئی تین سو ساٹھ معبودوں کی پوجا پاٹ کرتا تھا اور ہندوستان تو کروڑوں دیوتاؤں کو خدا کا شریک جانتا تھا اس وقت قرآن نے وہ خالص توحید پیش کی جس کی نظیر ادیان عالم میں کہیں نظر نہیں آتی۔ اس وقت قرآن نے اعلان کیا کہ عالم اکبر ہو یا عالم اصغر عالم بالا ہو یا عالم پائیں اندھیرا ہو یا اجالا شب ہو یا روز الغرض ثریٰ سے ثریا تک اور سماء سے سمک تک تمام کائنات کا خالق و مالک اور پالک صرف خدائے واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور جب حقیقت یہ ہے تو پھر لامحالہ ماننا پڑے گا کہ معبود و مسجود بھی صرف ایک ہے لہٰذا حمد و ثنا کا مستحق وہی ہے اور عبادت کرنے سجدہ کرنے منتیں ماننے اور حاجت برآری کرنے اور دعائیں مانگنے میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں ہے تعجب ہے کہ قرآن کے اولین مخاطب وہ مشرکین عرب تھے جو یہ بات مانتے تھے کہ آسمان و زمین کا خالق اللہ ہی ہے اور گردش لیل و نہار کا فاعل اور نور و ظلمت کا جاعل اللہ ہی ہے۔ ”وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ“ (سورہ عنکبوت آیت ...... ۶۱) مگر اس کے باوجود وہ اپنے خود ساختہ بتوں دیوتاؤں کو اس کا شریک اور ہمسر ٹھہراتے تھے ان کے نام کی نذریں نیازیں دیتے تھے۔ ان کے سامنے سجدہ

ریز ہوتے تھے۔اور انہیں مشکل کشاء وحاجت روا جانتے تھے یاللعجب!!

۲۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ...الآية

انسان کے مٹی سے پیدا کرنے کا ایک مطلب یہ ہے کہ انسان کی خلقت اور اس کی نسل کا آغاز مٹی سے ہوا ہے کیونکہ سب انسان اولاد آدم ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہے ۔''وکلکم من آدم و آدم من تراب'' تم سب آدم سے ہو اور آدم مٹی سے ہیں۔''اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ''(سورہ ص آیت......۷۱)۔

اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہر ہر فرد بشر گوشت وخون سے بنا ہے اور گوشت وخون زمین کی نباتات اور حیوان کے گوشت سے اور پھر وہ گوشت نباتات سے اور نباتات مٹی (زمین) سے ہے۔

اس لئے ارشاد قدرت ہے۔''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ''(سورہ مومنون آیت۔۱۳)

ارشاد ہوتا ہے:''مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی''ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے اور پھر ہم تمہیں اسی مٹی کی طرف لوٹا دیں گے اور اسی سے باہر نکال کر (میدان حشر) میں لائیں گے۔(سورہ طٰہٰ آیت......۵۵)

۳۔ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا...الآية

یہ پھر اللہ نے اس کیلئے ایک مدت مقرر کی اور ایک اور مقررہ مدت ہے اس کے ہاں۔قضا کے متعدد معنوں میں سے ایک معنی کسی چیز کا حتمی فیصلہ کرنا بھی ہے۔اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے علیم وحکیم نے ہر شخص کیلئے دو اجلیں اور مدتیں مقرر کی ہیں ان سے کیا مراد ہے؟ عام مفسرین نے پہلی اجل سے ہر انسان کی زندگی مراد لی ہے کہ وہ کس قدر دنیا میں زندہ رہے گا اور اس کے بعد موت کے ذریعہ اس سے اٹھا لیا جائے گا اور دوسری اجل سے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر میدان حشر میں آنا مراد لیا ہے یا بالفاظ دیگر پہلی اجل کا تعلق ہر شخص سے ہے کہ وہ کب مرے گا اور دوسری اجل کا تعلق پوری انسانی نوع کے ساتھ ہے کہ اس کی بقاء کی مدت کب ختم ہوگی؟ جس کے بعد قیامت آئے گی؟ جس کا یقینی علم خدا ہی کے پاس ہے۔''عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ''(سورہ لقمان آیت......۳۴، سورہ زخرف......آیت۔۸۵) ''''لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ''(سورہ اعراف آیت......۱۸۷)اس کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔

اجل محتوم اور اجل غیر محتوم کا تذکرہ

ائمہ معصومینؑ کی بعض روایات سے اس کی ایک اور تفسیر بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ خداوند عالم کے پاس دو لوحیں ہیں ایک کا نام لوح محفوظ ہے کہ جو کچھ کائنات میں ہوتا رہتا ہے وہ سب اس میں بالتفصیل لکھا ہوا ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ اور یہ ہے اجل محتوم اور اجل غیر مشروط اور دوسری لوح کا نام ہے لوح محو و اثبات جس کے نوشتہ جات میں مختلف علل واسباب کے تحت تغیر وتبدل کا سلسلہ جاری وساری رہتا ہے مثلاً صلہ رحمی کرنے سے عمر بڑھ جاتی ہے اور قطع رحمی کرنے سے گھٹ جاتی ہے یا صدقہ وخیرات دینے سے بلا ٹل جاتی ہے اور نہ دینے سے نازل ہوجاتی ہے یا دعا کرنے سے مصیبت دور ہوجاتی ہے اور نہ کرنے سے طول پکڑ جاتی ہے اور اس اجل کا نام اجل غیر محتوم یا اجل مشروط ہے "یَمْحُوا اللهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْکِتٰبِ (سورہ رعد آیت......۳۹)"۔

اور اسی محو و اثبات کا دوسرا نام بدا ہے۔ جس کا عالم تکوین میں وہی مقام ہے جو عام تشریع میں نسخ کا ہے۔

قلم انیجا رسید و سر بشکست

کیونکہ قضا وقدر الٰہی کا مسئلہ وہ نازک اور مشکل ترین مسئلہ ہے کہ ع۔

کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمہ را

اس موضوع کی مزید تفصیلات جاننے کے خواہش مند حضرت ہماری کتاب احسن الفوائد کی طرف رجوع کریں۔

۴۔ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ... الآیۃ۔

اس کے باوجود تم پھر بھی خدا کے وجود اس کی توحید اور اس کی قدرت اور قیام قیامت میں شک کرتے ہو؟ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"عجبت لمن شك فی الله و هو یری خلق الله عجبت لمن نسی الموت و هو یری الموت و عجبت لمن انکر النشاة الاخریٰ و هو یری النشاة الاولی"

مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو خدا میں شک کرتا ہے حالانکہ وہ اللہ کی مخلوق کو دیکھ رہا ہے مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو موت کو بھول جاتا ہے حالانکہ وہ ہر وقت موت دیکھ رہا ہے اور مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو آخرت کا انکار کرتا ہے حالانکہ وہ دنیا کو دیکھ رہا ہے؟ (نہج البلاغہ)

فواعجباً كيف يعصى الالٰه
ام كيف يجحده الجاحد
وفى كل شئ له آية
تدل على انه واحد

۵۔ وَهُوَ اللّٰهُ...الآية۔

جب آسمان وزمین کا خالق گردش لیل ونہار کا فاعل اور نور وظلمت کا جاعل خدا ہی ہے تو پھر یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کہ آسمانوں میں بھی اللہ ہے اور زمین پر بھی اللہ ہے وہ وہاں بھی ہے وہ یہاں بھی ہے یعنی لا مکان ہے اور غیر محدود ہے کسی خاص مکان اور جہت میں محدود نہیں ہے۔ اور اس کا علم اس قدر ہمہ گیر اور اس طرح ہر چیز پر محیط ہے کہ کائنات علوی وسفلی کا کوئی ذرہ اس کے علم سے پوشیدہ نہیں۔ ''لا يعزب عن علمه مثقال ذرة فى الارض و لا فى السماء''۔ وہ ہمارے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور باطن کو بھی۔ وہ ہمارے کفر کو بھی جانتا ہے اور اسلام کو بھی اسی طرح وہ ہمارے اخلاص کو بھی جانتا ہے اور نفاق کو بھی اور ہمارے ہر اچھے یا برے قول کو بھی جانتا ہے اور فعل کو بھی۔ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ أَخْفَى (سورہ طٰہٰ آیت......۷)۔

۶۔ وَمَا تَأْتِيهِمْ...الآية۔

عام لوگوں کی حالت یہ ہے کہ خدا کی توحید کی حقانیت، پیغمبر خاتم ؐ کی رسالت کی صداقت اور قیامت کے برحق ہونے کی اس قدر آیات بینات اور معجزت قاہرات دیکھنے کے باوجود ان سے روگردانی کرتے ہیں اور ان سے اثر پذیر ہونے کی بجائے ان میں غور وفکر بھی نہیں کرتے اور اپنے کفر وشرک اور عصیاں کاری پر ڈٹے ہوئے ہیں اور حق کو جھٹلاتے ہیں یہ کتنے کم عقل اور زیاں کار ہیں؟ وہ بہت جلد اپنے کئے کا انجام دیکھ لیں گے کہ ان کی اس غفلت شعاری اور اس روش ورفتار اور اسلامی وقرآنی حقائق کا تمسخر اڑانے کا دنیا وآخرت میں انجام کیا ہوتا ہے؟ اور وہ کس طرح عذاب خداوندی میں گرفتار ہوتے ہیں۔ ''كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ'' (سورہ آل عمران......آیت ۱۳۷)

۷۔ أَلَمْ يَرَوْا...الآية۔

اس آیت میں خدائے قہار وجبار مکذبین ومنکرین کو ان کی اس تکذیب وانکار کے برے انجام سے آگاہ کرنے کیلئے ان کی توجہ ان گذشتہ امتوں کے انجام بد کی طرف مبذول کرا رہا ہے جن کو خدا نے جائیداد

بھی دی تھی اور اولاد بھی مال ومنال بھی دیا تھا اور جاہ جلال بھی۔ اقتدار بھی دیا تھا اور وقار بھی اشجار بھی دے تھے اور انہار بھی۔ مگر جب انہوں ان نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنے کی بجائے الٹا کفران نعمت کیا اور اطاعت کی بجائے معصیت کی۔ خلاصۃ یہ کہ نیکیاں کرنے کی بجائے الٹا گناہ پر گناہ کئے تو خدا نے ان کو ہلاک و برباد کردیا اور ان کی جگہ اور نسلیں اور قومیں پیدا کیں۔

جیسے عاد اور ثمود وغیرہ ہلاک ہونے والی اقوام کی ویران بستیاں دنیا والوں کیلئے نشان عبرت کے طور پر اب بھی موجود ہیں۔ مگر آہ۔ ما اکثر العبر و ماقل الاعتبار؟ خداوند جباران کو متوجہ کررہا ہے کہ اس کا یہ قانون مکافات آج بھی موجود ہے۔ اور اس کے حدود کو توڑنے والوں کے خلاف حرکت میں آسکتا ہے۔ اور ان کو نیست و نابود کرکے ان کی جگہ کوئی اور قوم لائی جاسکتی ہے۔

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروئد جو ز جو

درس عبرت

اس آیت میں ہمارے لئے درس عبرت پنہاں ہے کہ اگر ہم خدا کے شکرگزار بندے بن کے رہیں گے اور اپنی خداداد قوتوں اور توانائیوں کو خدمت خلق و خالق میں صرف کریں گے تو خدا اپنی نعمتوں میں برابر اضافہ کرتا رہے گا اور اگر ہم اطاعت خدا اور اطاعت رسولؐ سے منہ موڑ کر اور کفران نعمت کرتے ہوئے عیاشیوں اور بدمعاشیوں میں گرفتار ہوگئے اور شمشیر و سنان سے ناطہ توڑ کر چنگ و رباب سے رشتہ جوڑ لیا تو پھر خدا بھی اپنی نعمت کو نقمت سے اور ثواب کو عذاب سے بدل سکتا ہے۔

''اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ'' (سورہ رعد آیت......۱۱)

''وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ'' (سورہ حم سجدہ آیت......۴۶)

آیات القرآن

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا

لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝۹ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ
بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱

ترجمۃ الآیات

(اے رسول) اگر ہم کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی آپ پر اتارتے جسے یہ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے۔ جب بھی کافر یہی کہتے کہ یہ نہیں ہے مگر کھلا ہوا جادو (۷) اور وہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ حالانکہ اگر ہم (کھلم کھلا) فرشتہ اتارتے تو پھر فیصلہ ہو چکا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی (۸) اور اگر کوئی فرشتہ اتارتے تو اسے بھی آدمی کی شکل میں اتارتے اور اس طرح گویا ہم انہیں وہ شبہ کرنے کا موقع دیتے جو اب وہ کر رہے ہیں (۹) آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کا مذاق اڑایا جاتا رہا ہے تو (آخرکار) ان کا مذاق اڑانے والوں کو اسی عذاب نے آکر گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے (۱۰) اے رسول ان سے کہیے کہ زمین میں چلو پھرو اور پھر دیکھو۔ کہ جھٹلانے والوں کا کیا (بھیانک) انجام ہوا؟ (۱۱)

تفسیر الآیات

۸۔ وَلَوْ نَزَّلْنَا... الآیة۔

بموجب ''خوئے بدر ابہانہ بسیار'' جس نے نہ ماننا ہو وہ ہزار بہانے بناتا ہے یہاں خدا نے کفار و منکرین کے دو بہانوں کا تذکرہ کرکے ان کا معقول جواب دیا ہے پہلا بہانہ یہ ہے کہ یہ قرآن لکھی لکھائی کتاب کی شکل میں یکبارگی کیوں نازل نہیں کیا گیا ہے یہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا ہے رسول پڑھ کر سناتے ہیں پھر اسے لکھا جاتا ہے خدائے حکیم جواب میں واضح کر رہا ہے کہ جنہوں نے ماننا ہے وہ اب بھی مان رہے ہیں اور جنہوں نے نہیں

ماننا تو اگر ہم اسے لکھی لکھائی شکل میں بھی نازل کرتے اور یہ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تو یہ پھر بھی نہ مانتے اور صاف کہہ دیتے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے سچ ہے کہ ۔ ع

جنہیں ہو ڈوبنا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

''وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ''(سورہ یونس آیت ۔۱۰۱)

۹۔ وَقَالُوْا لَوْلَآ...الآیۃ۔

کفار کا دوسرا بہانا یہ ہے کہ پیغمبرؐ پر فرشتہ کیوں نہیں اترتا؟ یعنی اس طرح کیوں نہیں اترتا کہ ہم اسے اترتا ہوا دیکھیں اور پھر وہ آکر گواہی دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اس کے جواب میں خداوندِ علیم وحکیم فرمارہا ہے کہ اگر ان لوگوں کا مطالبہ تسلیم کرلیا جاتا تو اس سے دو خرابیاں لازم آتیں۔

ایک یہ کہ اگر اس کے باوجود یہ ایمان نہ لاتے تو پھر ان کی ہلاکت یقینی ہو جاتی کیونکہ خدا کا یہ دستور ہے کہ جب وہ فرمائشی معجزہ دکھادے تو پھر نہ ماننے والوں پر فوراً عذاب نازل ہو جایا کرتا ہے۔اس لئے فرماتا ہے کہ اگر ان کا یہ مطالبہ تسلیم کرلیا جاتا تو ان کا کام تمام ہو جاتا اور انہیں ہرگز مہلت نہ ملتی اور دوسری خرابی یہ لازم آتی کہ چونکہ فرشتے لطیف جسم رکھتے ہیں اس لئے نظر نہیں آتے۔لہٰذا ان کے نظر آنے کی یہی صورت ہو سکتی تھی کہ انسان کی شکل میں متشکل ہو کر آئیں تو اس صورت میں نہ ماننے والوں کو یہ بہانا پیش کرنے کا موقع مل جاتا کہ آیا یہ واقعی فرشتہ ہے یا کوئی آدمی ہے جسے اس غرض کیلئے بلوایا گیا ہے؟

۱۰۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ...الآیۃ۔

اس کا ایک مطلب تو وہی ہے جو ہم نے فرشتہ کے انسانی شکل میں آنے کی صورت میں ابھی اوپر دوسری خرابی کی صورت میں بیان کر دیا ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے اور یہ بات قرآن میں جابجا لکھی ہوئی ہے کہ کفار و مشرکین کو حضرت رسول اکرمؐ کی نبوت و رسالت پر ایک اعتراض یہ تھا کہ آپ بشر ہیں وہ کہتے تھے کہ رسول کسی آسمانی فرشتے کو ہونا چاہئے! دوسری جگہ ان کا یہ اعتراض ان لفظوں میں پیش کیا گیا ہے۔

''وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَھُمُ الْھُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا''ان لوگوں کو رشد و ہدایت آجانے کے بعد ایمان لانے سے نہیں روکا مگر اس بات نے کہ خدا نے کسی بشر کو رسول بنا کر کیوں بھیجا ہے یعنی کسی فرشتے کو کیوں نہیں بھیجا؟ (سورہ بنی اسرائیل آیت......۹۴)

بشریت انبیا کا فلسفہ

اس ایراد کا خالق نے یہاں مختصراور دوسرے مقام پر مفصل جواب دیا ہے۔مختصر یہ کہ اگر خدا بالفرض کسی فرشتے کو بھی رسول بنا کر بھیجتااور پھر یہ لوگ وہی اعتراض کرتے جواب کررہے ہیں تو پھر فائدہ کیا ہوتا؟

اور دوسرا مفصل جواب یہ ہے کہ ''قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا'' (سورہ بنی اسرائیل......آیت ۹۵) کہ اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے اور اگر ہم نے ان کی طرف کوئی رسول بھیجنا ہوتا تو یقیناً ان کی طرف آسمان سے کوئی فرشتہ بھیجتے۔مگر جب انسانوں کی طرف بھیجنا تھا تو حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ ان کی طرف کسی انسان کو بھیجا جائے تاکہ اس کا قول وفعل اس کی سیرت وکردار اور اس کی روش ورفتار ان کیلئے نمونۂ عمل اور اسوۂ حسنہ بن سکے۔سر دست اس قدر کافی ہے بعدازیں کسی مناسب مقام پر انبیاء کی بشریت اور بنی نوع انسان کے افضل واکمل افراد ہونے پر مفصل گفتگو کی جائے گی اور واضح کیا جائے گا کہ انبیاء ومرسلین ہوں یا آئمہ معصومینؑ وہ حقیقی طور پر ہی بشر وانسان ہوتے ہیں اور ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ حقیقت میں ملک یا کسی اور فرضی نوع کے افراد ہوں اور شکل وصورت میں بشر وانسان ہوں۔کیونکہ ایسا ہونا حکمت ربانی اور مصلحتِ یزدانی کے سراسر خلاف ہے ورنہ ان کے کسی اور نوع سے تعلق رکھنے کی صورت میں ان کی بعثت اور تقرر کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا۔

مخفی نہ رہے کہ اس آیت میں لبس وشبہ کی نسبت خدا کی طرف مجازی ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح اب منکرین بشریت کا بہانا بنا کے ان کی نبوت میں شبہ کررہے ہیں تو اگر ہم کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتے تو پھر بھی یہ لوگ اسی طرح بہانے بناتے تو گویا بشر بنا کر بھی ہم نے ان کو شبہ کرنے کا موقع دیا ہے اور فرشتہ بنا کر بھی ہم ان کو شبہ کا موقع فراہم کرتے۔ورنہ ظاہر ہے کہ نہ اب خدا نے ان کو شبہ میں ڈالا ہے اور نہ تب ڈالتا اگر نبی کو فرشتہ بناتا۔کما لا یخفی۔

۱۱۔ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ...الآیۃ۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار کی یہ باتیں کہ یوں ہوتا تو بہتر ہوتا یوں ہوتا تو اچھا ہوتا صرف ازراہِ تمسخر و استہزاء ہیں۔حقیقت جوئی پر مبنی نہیں ہیں۔پھر خدائے رحیم وکریم اپنے نبی کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ تمسخر و مذاق صرف آپ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ آپ سے پہلے انبیاء کے ساتھ بھی منکرین ایسا ہی سلوک کرتے رہے ہیں اور ان کو بھی ایسے ناملائم حالات اور نامساعد سانحات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔مگر انہوں نے کبھی ایسے حوصلہ شکن حالات میں گھبرا کر اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کی۔تو آپ بھی ایسا ہی کریں۔یہ لوگ اپنا

کام کر رہے ہیں آپ اپنا کام کریں یعنی۔ وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے تم اپنی وضع کیوں بدلو؟

۱۲۔ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ....الآية۔

اس آیت کی تفسیر سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۳۷ کی تفسیر میں گذر چکی ہے جو بالکل اس جیسی ہے خلاصہ یہ کہ یہاں جو سیر و سیاحت کا حکم دیا جا رہا ہے وہ صرف تفریح کے اسباب جمع کرنے کیلئے نہیں ہے بلکہ ہلاک شدہ امتوں کے بر باد شدہ محلات اور ان کے کھنڈرات کو دیکھ کر درسِ عبرت حاصل کرنے کیلئے ہے۔ کہ اے اسلامی شعار کا مذاق اڑانے والو اور اے پیغمبرِ اسلام اور ان کی تعلیمات سے تمسخر کرنے والو۔ ذرا زمین میں چلو پھرو۔ اور پھر دیکھو کہ ان لوگوں کا انجام کس قدر بھیانک ہوا تھا۔ جنہوں نے تم جیسے کردار کا مظاہرہ کیا تھا؟ ”کم ترکوا من جنات و عیون“

ہاں اے دل عبرت بین از دیدہ نظر کن ہاں

ایوان مدائن را آئینۂ عبرت دان

جرت الرياح على رسوم ديار هم

فكانهم كانوا على ميعاد

آیات القرآن

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ
الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑫ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑬ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ
اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ⑭ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑮ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ⑯

ترجمة الآيات

(اے رسول) ان سے کہیے۔ (پوچھئے) کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ کس کا ہے ؟ کہو سب کچھ اللہ کا ہے اس نے مخلوق پر رحمت کرنا اپنے اوپر لازم کر لی ہے (اس لئے جلدی سزا نہیں دیتا) وہ قیامت تک جس میں کوئی شک نہیں ہے تم سب کو اکٹھا کرتا رہے گا (پھر یکجا کر کے لائے گا) جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے اور نقصان میں ڈال دیا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے (۱۲) اور اسی (اللہ تعالیٰ) کا ہے جو کچھ رات اور دن میں سکونت پذیر ہے وہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے (۱۳) (اے رسول) کہو کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا سرپرست بناؤں؟ جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے جو (ساری مخلوق کو) روزی دیتا ہے (کھلاتا ہے) مگر اس کو کوئی روزی نہیں دیتا (اسے کوئی نہیں کھلاتا)۔ کہو۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان (خدا کے سامنے سر تسلیم جھکانے والا) بن کر رہوں اور یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونا (۱۴) کہیے کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں۔ تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں (۱۵) اس دن جس شخص سے عذاب ٹال دیا گیا اس پر اس (خدا) نے بڑا رحم کیا ہے ۔اور یہ بڑی نمایاں کامیابی ہے (۱۶)

تفسير الآيات

۱۳۔ قُلْ لِّمَنْ مَّا ... الآية۔

خداوند عالم اپنے پیغمبر اکرمؐ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ مشرکین عرب سے پوچھیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ کس کا ہے؟ اور پھر ان کی طرف سے کہہ دیجیے کہ اللہ کا ہی ہے۔ کیونکہ قرآن کے دوسرے کئی مقامات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ لوگ اگرچہ شرک عبادتی میں مبتلا تھے مگر وہ اس قسم کے سوال کے جواب میں اللہ ہی کا نام لیتے تھے جیسا کہ سورہ عنکبوت میں موجود ہے:

”وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ

اللہُ'' اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا ہے؟ تو وہ یقیناً جواب دیں گے کہ اللہ نے (سورہ عنکبوت آیت......٦١)

اس سوال و جواب کا بظاہر مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو قیامت کے اقرار کرنے پر آمادہ کیا جائے کیونکہ جب خدا ہی کائنات علوی و سفلی کا خالق و مالک ہے تو پھر ظاہر ہے کہ ہر مالک کو اپنے ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرنے کا حق حاصل ہے کہ چاہے تو اسے باقی رکھے چاہے تو فنا کر دے اور چاہے تو اس کا اعادہ کرے!۔

۱۴۔ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ ...الآية ۔

کتب کا مفہوم ہے واجب قرار دینا جیسے ''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ''(سورہ بقرہ آیت...... ۱۸۳) اے ایمان والوں تم پر روزے فرض قرار دے دیے گئے ہیں۔اب یہ وجوب کبھی بحیثیت خالق و مالک کے ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر کچھ فرض کرتا ہے اور کبھی بحیثیت اپنے فضل وکرم کے ہوتا ہے جیسے یہاں ہے کہ اس نے اپنے فضل کرم سے اپنی ذات پر فرض قرار دے دیا ہے کہ وہ اپنی مخلوق پر رحم کرے گا۔اس لئے فرماتا ہے''سبقت رحمتہ غضبہ'' کہ اس کی رحمت اس کے قہر و غضب کے آگے آگے ہوتی ہے اور کہیں فرماتا ہے:

''رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ''(سورہ اعراف آیت......١٥٦)

کہ میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے اس لئے وہ کافروں،مشرکوں اور گنہگاروں کو ان کے کفر و شرک اور گناہو عصیان کی پاداش میں فوراً نیست و نابود اور تباہ و برباد نہیں کرتا بلکہ برابر ڈھیل دیتا رہتا ہے کہ شاید وہ توبہ و انابہ کر کے اس کے اچھے بندے بن جائیں اور اس کی رحمت کے مستحق قرار پائیں الغرض یہ ساری کائنات اور اس کا بناؤ اور جمال خالق اکبر کی رحمت و رافت کا کرشمہ ہے۔ورنہ ظاہر ہے کہ اگر قانون رحمت نہ ہوتا تو نہ افادہ ہوتا نہ فیضان ہوتا اور کائنات کی خلقت میں نہ یہ جمال ہوتا نہ جلال ہوتا۔

۱۵۔ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ...الآية ۔

خداوند عالم نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ وہ تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائے گا اور نہ یہ فرمایا: لَيَجْمَعَنَّكُمْ فِيْ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ کہ وہ قیامت والے دن میں تمہیں اکٹھا کرے گا۔ بلکہ فرمایا ہے۔ ''لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ'' کہ وہ تمہیں قیامت کے دن تک اکٹھا کرتا رہے گا تاکہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل آئے اور سب کو اصلاح احوال کا موقع فراہم فرمائے تاکہ وہ خدا کے عذاب و عقاب سے ہمیشہ کیلئے

محفوظ ہو جائیں۔ ''یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ '' (سورہ انفطار آیت ......۶)

۱۶۔ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا... الآیۃ۔

چونکہ کفار نے اپنے ارادہ و اختیار سے خسران و نقصان کو اختیار کیا ہے اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والی قوت کو ضائع و برباد کر دیا ہے لہٰذا اب وہ ایمان نہیں لائیں گے پس اس حالت میں ان سے ایمان لانے کی توقع کرنا عبث ہے۔

۱۷۔ وَلَهٗ مَا سَكَنَ... الآیۃ۔

سابقہ آیت میں یہ فرمایا! کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ خدا کا ہے اب فرمایا ہے کہ جو کچھ رات اور دن میں سکونت پذیر ہے وہ خدا کا ہے ظاہر ہے کہ آسمانوں و زمین ہر چیز کیلئے ظرف مکان اور شب و روز ہر چیز کیلئے ظرف زمان ہیں تو اس پیرایہ میں خداوند عالم ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ کائنات کی ہر مادی و معنوی چیز کا بلا شرکت غیرے خالق و مالک وہی ہے۔ تو پھر اس کی موجودگی میں اور کوئی چیز کس طرح معبود و مسجود ہو سکتی ہے لا معبود الا ہو و لا مسجود الا ہو۔ وھو السمیع العلیم۔

۱۸۔ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ... الآیۃ۔

اس آیت کی شان نزول

بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ ایک بار کفار مکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ شاید آپ اپنے فقر و فاقہ کی وجہ سے اپنی قوم کا دین چھوڑ کر ایک نئے دین کی داغ بیل ڈال رہے ہیں آپ اپنے معبود کا ذکر کرنا چھوڑیں اور ہمارے معبودوں کو مانیں ہم آپ کیلئے اس قدر دولت جمع کر دیں گے کہ آپ ہم سب سے زیادہ تونگر و مالدار بن جائیں گے ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (مجمع البیان وغیرہ)۔

ولی کے بہت سے معانی میں سے ایک معنی مالک و سرپرست کے بھی ہیں کہ میں اپنے قادر مطلق اور بے نیاز معبود کو چھوڑ کر جو سب کو کھلاتا پلاتا ہے۔ مگر خود کھاتا پیتا نہیں ہے سب اس کے محتاج ہیں مگر وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ ان کو اپنا مالک و سرپرست مانوں اور ان کی عبادت کروں جو اپنے ذاتی نفع و نقصان کے بھی مالک و مختار نہیں ہیں بلکہ سرتاپا محتاج ہی محتاج ہیں۔ ''مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ'' (سورہ یونس......آیت ۳۵، سورہ صافات آیت ...... ۱۵۴، سورہ قلم آیت ......۳۶)

۱۹۔ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ... الآیۃ۔

اس لئے مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا مسلمان (سر تسلیم خم کرنے والا) ہوں اس جملہ کے مختلف معنی کے گئے ہیں۔اپنی امت میں سے پہلا مسلمان میں خود ہوں جو اس دین اسلام کا داعی ہوں۔ ۲۔عالم ارواح میں سب انبیاء و مرسلین سے پہلے خدا کی توحید کا اقرار کرنے والا اور اس کے سامنے سر تسلیم جھکانے والا میں ہوں ۔ ۳۔ مجھے حکم ہے کہ میں اول درجہ کا مسلم ہوں۔ والا ولی ان یحمل علی العموم ۔ واللہ العالم۔

۲۰۔ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ...الآیۃ۔

عصمت کبریٰ کے مالک و مختار ہونے کی وجہ سے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ آپ خدا کی معصیت اور حکم عدولی کریں۔ مگر فرض محال محال نباشد کے طور پر فرما رہے ہیں کہ اگر میں ذرہ بھر بھی اپنے پروردگار کی عصیان کاری کروں تو مجھے قیامت کے بڑے دن کے عذاب کا خوف دامنگیر ہے۔ جب پیغمبر اسلامؐ کا یہ عالم ہے تو اگر کوئی دوسرا شخص اپنے خالق و مالک کی نافرمانی کرے گا تو اس کا کیا حشر ہوگا؟ اس کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے۔

الغرض اس طرح یہ حقیقت لوگوں کے ذہنوں میں جاگزین کرنا مطلوب ہے کہ ''الجنة لمن اطاع اللہ ولو کان عبداً حبشیا و النار لمن عصی اللہ و لو کان سیدا قرشیا''۔

۲۱۔ مَنْ يُّصْرَفْ...الآیۃ۔

جس سے اس دن عذاب ٹل گیا اس پر خدا نے رحم و کرم فرمایا اور یہ سب سے بڑی واضح کامیابی ہے حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لا یدخل احدا الجنة بعملہ قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمته منه وفضل''

یعنی مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی شخص بھی اپنے عمل کے ذریعے جنت میں داخل نہیں ہوسکتا لوگوں نے کہا کیا آپ بھی یا رسول اللہ۔ فرمایا: ہاں میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت وفضل سے مجھے ڈھانپ لے۔ (مجمع البیان وصافی)

آیات القرآن

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ
فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ
الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِیْ
وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ
لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ
وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

اگر خدا تمہیں کوئی ضرر زیاں پہنچانا چاہے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ اور اگر کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۷) وہ اپنے بندوں پر مکمل اختیار اور قابو رکھنے والا ہے اور وہ بڑا حکمت والا بڑا باخبر ہے (۱۸) (اے رسول) کہو کہ گواہی میں سب سے بڑھ کر کونسی چیز ہے؟ کہہ دیجیے کہ اللہ! جو میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ اور یہ قرآن بذریعہ وحی میری طرف بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ سے تمہیں اور جس تک یہ پہنچے سب کو ڈراؤں۔ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہیں؟ کہیے کہ میں تو یہ گواہی نہیں دیتا۔ کہو۔ وہ واحد و یکتا ہے۔ اور میں تمہارے شرک سے بری و بیزار ہوں (۱۹) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان (پیغمبر) کو اس طرح پہنچاتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہنچاتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے و نقصان میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے (۲۰)

تفسیر الآیات

۲۲۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ... الآية۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رنج ہو کہ راحت، صحت، ہو کہ مرض، فقر ہو یا تونگری، عزت ہو یا ذلت، اور کامیابی ہو یا کہ ناکامی وغیرہ سب کچھ خدائے قدیر کے قبضہ قدرت میں ہے لہٰذا اگر وہ کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کوئی دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اس چیز کی وضاحت قبل ازیں سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۲۶ قل اللهم مالك الملك الآية کی تفسیر میں کی جا چکی ہے۔ صحیفہ علویہ ہو یا صحیفہ کاملہ کئی دعاؤں میں وارد ہے:

''فانا اشهد بانك انت الله لا رافع لما وضعت ولا واضع لما رفعت ولا معز لمن اذللت ولا مذل لمن اعززت ولا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت''

بارالہا میں گواہی دیتا ہوں کہ جسے تو پست کر دے اسے کوئی بلند نہیں کر سکتا اور جسے تو بلند کر دے تو اسے کوئی پست نہیں کر سکتا اور جسے تو ذلیل کر دے اسے کوئی عزت عطا نہیں کر سکتا اور جسے تو عزت عطا کر دے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اور جسے تو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو نہ دینا چاہے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا۔ یہ سب کچھ تیرے دست قدرت میں ہے۔ (دعائے یستشیر از صحیفہ علویہ)

ایک سوال کا جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ سب کچھ خدا کے قبضہ قدرت میں ہے تو پھر انسانی کدوکاوش اور جدوجہد کو اس میں کیا دخل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عقلی و شرعی دلائل سے ثابت ہے کہ انسان کیلئے مقدور بھر کدوکاوش کرنا لازم ہے ''وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى''۔ ہر آدمی کو اس کی سعی و کوشش کے مطابق کامیابی حاصل ہوتی ہے (سورہ نجم آیت ......۳۹)

توفیق باندازہ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ جو گوہر نہ بنا تھا

ہاں البتہ اگر آدمی پوری جدوجہد کرے اور پھر بھی کامیابی حاصل نہ ہو تو پھر اسے قضاوقدر الٰہی کا نتیجہ قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ مسبب الاسباب وہی ہے اور آخری کامیابی و ناکامی کی کلید اسی کے قبضہ قدرت میں ہے

۲۳۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ ... الآیة۔

یہاں قہر سے اس کے عام عرفی معنی جبر واستبداد مراد نہیں ہیں بلکہ غلبہ مراد ہے اور فوقیت سے بھی فوقیت مکانی مقصود نہیں بلکہ فوقیت تسخیری مراد ہے۔ کہ خدا اپنے بندوں پر غالب ہے (اور اس پر کوئی غالب نہیں) اور اس کے بندے اس کے مسخر ہیں وہ اس کے ساتھ ساتھ حکیم وخبیر بھی ہے۔ اس لئے وہ اندھا دھند اپنی قدرت کو کام میں نہیں لاتا بلکہ اپنی حکمت ودانائی کے مطابق اور نظام عالم کے مطابق جزا یا سزا دیتا ہے۔

۲۴۔ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ ... الآیة۔

اس آیت کی شان نزول

ایک روایت میں جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے مذکورہ ہے کہ ایک بار مشرکین مکہ نے حضرت رسول خداؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس طرح گستاخانہ کلام کیا۔ کیا اللہ کو آپ کے سوا اور کوئی رسول نہیں ملتا تھا ؟ کوئی بھی آپ کی تصدیق نہیں کرتا۔ ہم نے یہود ونصاری سے بھی آپ کے بارے میں سوال کیا ہے۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں آپ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ لہٰذا اپنی نبوت کا کوئی گواہ ہے تو اسے لا۔ جو گواہی دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر قمی وعیاشی)

کہہ دیجیے کہ اللہ سے بڑا معتبر گواہ کون ہے؟ وہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ اور اس کی شہادت اس کا نازل کردہ قرآن ہے جو پیغمبر اسلامؐ کا معجزہ خالدہ ہے جس جیسی آج تک کوئی ایک سورہ بھی نہیں لا سکا اور نہ ہی آئندہ لا سکے گا۔

افادہ

اس آیت مبارکہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالی پر لفظ ''شی'' کا اطلاق کرنا جائز ہے اور یہی بات احادیث معصومینؑ میں بھی مذکور ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ ہوشی کالا شیاء۔ کہ وہ شے تو ہے مگر عام اشیاء جیسا نہیں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اسے شے کہو مگر دو حدوں سے خارج کر کے۔ ایک حد تعطیل اور دوسری حد تشبیہ۔ ''تخرجه من الحدين حد التعطيل وحد التشبيه'' وہ ہے تو شی مگر نہ معطل ہے اور نہ ہی دوسری اشیاء جیسا ہے (اصول کافی)

الغرض ''لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ البَصِيرُ'' (سورہ شوری ...... ۱۱) اور ''سبحان منه و هكذا ولا هكذا'' غیرہ۔

۲۵۔ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ...الآیۃ۔

اللہ نے مجھ پر قرآن کی وحی اس لئے بھیجی ہے کہ میں اس کے ذریعہ سے تمہیں ڈراؤں اور ہر اس شخص کو بھی ڈراؤں قیامت کے قیام تک جس تک وہ (قرآن) پہنچے۔ مفسرین نے اس (من بلغ) سے یہ استفادہ کیا ہے کہ حضرت رسولؐ کی نبوت ہر قسم کے زمان ومکان کی حدوں سے ماوراء ہے جس طرح خدا رب العالمین ہے آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور زمان ومکان کے لحاظ سے آپ کی نبوت کسی حد کے ساتھ محدود نہیں ہے مخفی نہ رہے کہ اس معنی کی بنا پر اس "من بلغ" کا عطف "لا نذر کم" کے مفعول "کم" پر ہوگا مگر بعض احادیث اہل بیتؑ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس کا عطف "لانذر کم" کے فاعل پر ہے بنا بریں مطلب یہ ہوگا کہ اس قرآن کی مجھ اس لئے وحی کی گئی ہے کہ میں تمہیں ڈراؤں اور میرے بعد وہ ڈرائے جس تک یہ قرآن پہنچے اور وہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں۔ (اصول کافی عیاشی اور صافی وغیرہ)

نیز اس "من بلغ" سے یہ استفادہ بھی ہوتا ہے کہ جس شخص تک اسلام وقرآن کی آواز نہیں پہنچی خدائے عادل اسے حجت تمام کئے بغیر ہرگز عذاب وعقاب نہیں کرے گا۔ اس موضوع کی کسی اور مناسب جگہ پر مزید وضاحت کی جائے گی۔ انشاءاللہ

بعد ازاں خدا کی وحدانیت و یکتائی کے اس قدر دلائل و براہین کے موجود ہونے کے باوجود اگر تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور خدا بھی ہیں تو کم از کم میں یہ بے ہودہ گواہی دینے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ میں تو یہی کہوں گا کہ وہ واحد و یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور میں تمہارے شرک سے بری و بیزار ہوں۔

۲۶۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ ...الآیۃ۔

اس آیت کی قبل ازیں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۶ (يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ) کی تفسیر کے ذیل میں تفسیر بیان کی جا چکی ہے اور واضح کیا جا چکا ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جو آنحضرتؐ کے بارے میں اپنی لاعلمی ظاہر کرتے تھے وہ محض ان کے ذاتی مفادات اور ان کی ہٹ دھرمی پر مبنی تھی ورنہ وہ اپنی آسمانی کتابوں کی شہادت اور علائم النبوۃ سے آنحضرتؐ کو اس طرح پہنچانتے تھے جس طرح کوئی باپ اپنی اولاد کو پہنچانتا ہے بلکہ بقول عبداللہ بن سلام اس سے بھی زیادہ پہنچاتے تھے کیونکہ مجھے اپنے بچے کی ماں پر اعتبار نہیں ہے جتنا انحضرت کے بارے میں خدا کی بتائی ہوئی علامات پر اعتماد ہے (تفسیر روح المعانی)۔

مگر بات دراصل وہی ہے کہ جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا اور حق وباطل میں امتیاز کرنے والی اپنی فطرت کو مسخ کر دیا۔ وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (سورہ حج آیت ......۱۱)۔

آیات القرآن

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ
شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ
قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى
اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ
اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ
وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ
عَنْهُ وَيَنْــَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹا بہتان باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ یقیناً
ظالم لوگ کبھی فلاح نہیں پائیں گے (۲۱) اور جس دن ہم سب کو (میدان حشر میں) اکٹھا
کریں گے۔ اور جو لوگ (دنیا میں) شرک کرتے رہے ہیں ان سے کہیں گے کہ کہاں ہیں
تمہارے وہ (معبود) جن کو تم خدا کا شریک گمان کرتے تھے؟ (۲۲) اس وقت ان کے پاس
اس کے سوا اور کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے ہمیں اپنے پروردگار اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ
تھے (۲۳) دیکھو وہ کس طرح اپنے ہی برخلاف جھوٹ بولنے لگے؟ اور ان کی وہ تمام افترا
پردازیاں گم ہوگئیں جو وہ کیا کرتے تھے (۲۴) اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کی
بات غور سے سنتے ہیں۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اسے سمجھتے

نہیں ہیں اور کانوں میں گرانی ڈالدی ہے۔کہ سنتے نہیں ہیں ۔ اور اگر وہ سارے کے سارے معجزے دیکھ لیں جب بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں۔تو آپ سے بھی بحث وتکرار کرتے ہیں اور جو کافر ہیں (اور جنہوں نے بہر حال نہ ماننے کا فیصلہ کرلیا ہے) وہ سب کچھ سن کر بھی کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) نہیں ہے مگر اگلے لوگوں کی (جھوٹی) داستانیں (۲۵) یہ ایسے (ناہجار) ہیں کہ دوسروں کو بھی اس (پیغمبر اسلامؐ یا قرآن) سے روکتے ہیں۔اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں اور وہ (اپنی اس روش سے کسی اور کو نہیں) اپنے آپ کو تباہ کررہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں ہے (۲۶)

تفسیر الآیات

۲۷۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى...الآية

''اِفْتَرَاء علی اللہ'' سے مراد کفر وشرک ہے خواہ کسی مخلوق کو خدا کا شریک بنا کر کیا جائے یا جان بوجھ کر احکام خداوندی میں سے کسی حکم میں تحریف اور کمی بیشی کر کے کیا جائے یا نبوت وامامت کا غلط دعویٰ کر کے کیا جائے اور اس کی آیات کی تکذیب سے مراد قرآن کے کلام اللہ ہونے یا پیغمبر اسلامؐ کے رسول خدا ہونے یا ان کے دوسرے معجزات کا انکار کرنا ہے۔ بہر حال یہ دونوں قسم کے لوگ نہ صرف ظالم ہیں بلکہ بڑے ظالم ہیں اور ظالموں کے متعلق خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ ''مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ''۔(سورہ مومن آیت......۱۸)

نہ ظالموں کا کوئی مخلص حمایتی ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارشی ہوگا جس کی بات مانی جائے۔''اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ'' اور نہ ہی ظالم قیامت کے دن فلاح پائیں گے۔

۲۸۔ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ...الآية ۔

سابقہ آیات میں مذکور تھا کہ کافر،مشرک اور ظالم فوز وفلاح نہیں پائیں گے۔اس بات کی یہاں تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ جس دن ہم ان سب کو اور دیگر تمام اولین وآخرین کے مکلفین کو جمع کریں گے تو پھر ہم مشرکین سے پوچھیں گے کہ آج وہ تمہارے خودساختہ شریک کہاں ہیں؟ جن کو تم اپنے گمان باطل میں عبادت میں ہمارا شریک اور حاجت روائی میں ہمارا سہیم مانتے تھے۔یعنی آج ان کو بلاؤ کہ وہ اس مشکل گھڑی میں تمہاری

مشکل کشائی کریں اور تمہیں ہمارے عذاب سے بچائیں۔

۲۹۔ ثُمَّ لَمۡ تَکُنۡ فِتۡنَتُهُمۡ ...الآیۃ۔

''فتنہ'' کے کئی معنی ہیں جیسے آزمائش، گمراہی، کفر، رسوائی، رنج، دیوانگی، عبرت، عذاب، مرض، مال واولاد اور اختلاف آراء (المنجد)

ابن عباس اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہاں اس کے جو معنی مروی ہیں وہ عذر و معذرت کے ہیں۔ کہ اس وقت ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ کہیں ہمیں اپنے پروردگار اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہیں تھے (مجمع البیان)۔

۳۰۔ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ کَذَبُوۡا ...۲۴ الآیۃ۔

دیکھو وہ کس طرح اپنے اوپر جھوٹ باندھنے لگے۔ کہ جن کو زندگی بھر خدا کا شریک سمجھتے رہے، حاجت روا مانتے رہے اور ان پر مفتوں و فریفتہ رہے۔ آج قہر و غضب خدا کا مشاہدہ کرنے اور حالات کی ہولناکی اور سنگینی دیکھنے کے بعد ان کا اس طرح سراسر انکار کردیں گے کہ ع

گویا کبھی کسی سے ملاقات بھی نہ تھی؟

ایک سوال و جواب

یہاں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جب سب حقائق بے حجاب ہو کر سامنے جلوہ گر ہوں گے اور قیامت کے شدائد اور ہیبت ناک مناظر سامنے نظر آرہے ہوں گے۔ اس وقت یہ لوگ جھوٹ بولنے کی جرات و جسارت کس طرح کریں گے؟ اس سوال کے عام مفسرین نے دو جواب دیئے ہیں پہلا یہ ہے کہ ان کے اس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے عقیدہ و نظریہ کے مطابق مشرک نہ تھے بلکہ توحید و صداقت کے علمبردار تھے، مگر اب یہ راز کھلا کہ جس کو ہم توحید سمجھتے تھے وہ شرک تھا اور جسے صدق سمجھا تھا وہ کذب تھا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ قیامت کے شدائد و مصائب اور ہولناک مناظر کو دیکھ کر ہوش و حواس گم کر بیٹھیں گے اور بدحواسی کے اس عالم میں کہیں گے کہ ہمیں اس اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم کبھی مشرک نہ تھے۔ ''وَ ضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ'' (سورہ یونس آیت......۳۰) اس وقت ان کی وہ افتراپردازیاں غائب ہو جائیں گی جو وہ کیا کرتے تھے۔ ''وَ لَا یَکۡتُمُوۡنَ اللّٰهَ حَدِیۡثًا'' (سورۃ النساء آیت......۴۲) اور اس طرح وہ اس دن اللہ سے کوئی بات بھی نہ چھپا سکیں گے۔

۳۱۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ ...الآیۃ۔

اوران میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو کان لگا کر آپ کی بات سنتے ہیں۔مگر نہ طلب حق کیلئے بلکہ حق پر تنقید اورنکتہ چینی کرنے کیلئے۔کیونکہ ان کی نیت میں فساد وفتور ہے اوران کو حق حقیقت کی جستجو وتلاش نہیں ہے کیونکہ ’’لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ‘‘(سورہ اعراف آیت......۱۷۹)وہ دل ودماغ تو رکھتے ہیں مگراس سے سوچتے نہیں۔وہ آنکھیں تو رکھتے ہیں مگران سے حق کو دیکھتے نہیں اور وہ کان تو رکھتے ہیں مگر ان سے آوازحق کو سنتے نہیں ہیں۔اور ظاہر ہے کہ جو ایسے مورکھ بن جائیں ان کے دماغ ویران،آنکھیں بے نور اور کان بہرے ہو جاتے ہیں۔اور چونکہ یہ سب کچھ ان کی بدنیتی اور غلط روش ورفتار کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے خدا ان سے راہ راست پر آنے اور ہدایت پانے کی توفیق سلب کر لیتا ہے اس لئے مجازاً اس بات کو خدا کی طرف منسوب کر دیا گیا کہ اس نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا اور کانوں میں گرانی پیدا کر دی۔حالانکہ یہ سب کچھ ان کے دیدہ و دانستہ طور پر حق سے روگردانی کرنے اور عملاً باطل سے وابستہ رہنے کا فطری وطبعی لازمی نتیجہ ہے۔جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۷ (خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ) اور آیت نمبر ۱۵۵ ’’بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ‘‘ کی تفسیر میں اس بات کی مزید وضاحت کی جا چکی ہے۔فراجع

ظاہر ہے کہ ایسے کم عقل لوگ جس قدر چاہیں معجزے دیکھیں اور پیغمبر ان کو دکھائیں مگر وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔کیونکہ قانونِ قدرت اور اصول فطرت یہ ہے کہ ایمان وہ لاتا ہے جو حق کا جویاں اور ہدایت کا متمنی ہوتا ہے مگر جو اپنی کجروی کی وجہ سے حق وباطل اور کفر واسلام میں امتیاز کرنے والی فطری استعداد ہی ضائع کر دے وہ کس طرح ایمان لا سکتا ہے؟ وہ تو قرآن کی آیات سن کر یہی کہے گا کہ ’’اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ‘‘ کہ یہ تو اگلے لوگوں کی داستانیں ہیں اور کچھ بھی نہیں۔حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ’’ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ‘‘(سورہ بنی اسرائیل آیت......۹) کہ قرآن کتاب ہدایت ہے اور سب سے زیادہ سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور فصاحت وبلاغت کی اس حد اعجاز تک پہنچا ہوا ہے کہ جس کا مثل لانا کسی جن وانس کے بس کا روگ نہیں ہے یہ ان لوگوں کی خباثت اور شیطنت کی انتہا ہے کہ جس لاریب کتاب کی فصاحت وبلاغت کا یہ عالم تھا کہ باوجود کوشش وکاوش کے اس جیسی ایک سورہ نہ لا سکے۔جو پند وموعظہ کی وہ بے مثال کتاب ہے جس نے جاہل اور گنوار بدوؤں کی ذہنیت بدل کر ان میں انقلاب برپا کر دیا۔اور جس کتاب ہدایت نے انسان نما حیوانوں کو حقیقی انسان بنایا اسے وہ قصے کہانیوں کی کتاب کہہ رہے ہیں اور اتنا بھی نہ سوچا کہ کہانی کا انداز بیان اور ہوتا ہے اور قرآن مجید کا انداز اور ہے؟ مگر ع

دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے ؟

۳۲۔ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ...الآیۃ۔

یہ کفار ناہنجار ایسے ہیں جو دوسرے لوگوں کو بھی حق سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں ''عنہ'' میں جو ضمیر ہے اس کے مرجع میں اختلاف ہے بعض نے اس کا مرجع قرآن کو قرار دیا ہے اور بعض نے پیغمبرؐ کو اور دونوں کے قرائن موجود ہیں اور دوسری صورت میں (ینھون کا) ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ویسے آنحضرتؐ کا دفاع تو کرتے ہیں مگر خود ان کی اتباع اور اقرار نبوت کرنے سے دور رہتے ہیں اور پھر بعض گستاخوں نے اس سے مراد حضرت ابوطالبؑ کو لیا ہے۔

ایمان ابوطالب کا تذکرہ

مگر یہ بات بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ ناقابل رد دلائل و براہین سے جناب ابوطالب کا اسلام و ایمان ثابت ہے اس موضوع پر شیعہ اور منصف مزاج سنی علماء نے متعدد مستقل کتابیں لکھ کر اس موضوع کے بارے میں ہر قسم کی قیل وقال کا دربند کر دیا ہے اور سب سے بڑی دلیل اہل بیت نبوتؑ کا اجماع و اتفاق ہے جو تالی قرآن میں اور پیغمبرؐ اسلام کی متواتر حدیث ''انی تارك فیكم الثقلین.........'' کے مطابق واجب الا تباع ہیں اور معصوم عن الخطا ہیں۔ ہاں البتہ اگر اس سے بنی ہاشم کے بعض ان لوگوں کے کردار کا تذکرہ مقصود ہو جو آنحضرت پر ایمان نہیں لائے تھے مگر کچھ خاندانی حمیت وغیرت اور کچھ جناب ابوطالب کے اثر ورسوخ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفوں سے آپ کی حفاظت تو کرتے تھے مگر آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (تفسیر قمی)۔

سورہ قصص کی آیت ۵۶ ''اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ'' کی تفسیر پر میں اس موضوع پر مفصل تبصرہ کیا جائے گا۔ فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔

آیات القرآن

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ

قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْۤا اِنْ
هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا
عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ
فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا
بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا
فَرَّطْنَا فِیْهَا ۙ وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا
یَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمة الآیات

اور کاش تم (ان کی وہ حالت) دیکھو جب وہ آتش دوزخ پر کھڑے کئے جائیں گے۔ اور وہ کہیں گے کہ کاش ہم واپس (دنیا میں) بھیج دیئے جائیں اور اپنے پروردگار کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جائیں (۲۷) (یہ اس لئے کہیں گے) کہ ان پر وہ بات واضح وعیاں ہوگئی ہے جسے وہ پہلے چھپایا کرتے تھے (وہ ایسے ناہنجار ہیں) اگر انہیں واپس بھیج دیا جائے تو پھر بھی وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً وہ بالکل جھوٹے ہیں (۲۸) اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ زندگی تو بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہم (قبروں سے) دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے (۲۹) اور کاش تم وہ منظر دیکھو جب وہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور وہ ان سے پوچھے گا کیا یہ (قیامت) حق نہیں ہے؟ یہ کہیں گے ہاں حق ہے ہمیں اپنے رب کی قسم فرمائے گا تو اب اپنے کفر و انکار کی وجہ سے عذاب کا مزا چکھو (۳۰) بے شک ان لوگوں نے گھاٹا اٹھایا ہے جنہوں نے اللہ کی بارگاہ میں حاضری کو جھٹلایا۔ یہاں تک کہ جب اچانک قیامت آجائے گی تو وہ لوگ کہیں گے ہائے افسوس ہم سے اس کے بارے میں کیسی کوتاہی ہوئی؟ اور وہ اپنے (گناہوں کے) بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوں گے۔ کیا برا بوجھ ہے جو وہ اٹھائے ہوئے ہیں (۳۱)

تفسیر الآیات

۳۳۔ وَلَوْ تَرٰٓی ۔۔۔ الآیۃ

اس آیت مبارکہ میں خداوند عالم کافرین اور مکذبین قیامت کا تذکرہ کر رہا ہے کہ جب ان کو دوزخ کے کنارے پر کھڑا کیا جائے گا اور وہ اس کی تپش اور شعلوں کی لپک دیکھیں گے تو بارگاہ رب العزت میں چند تمناؤں کا اظہار کریں گے۔

۱۔ اے کاش! کسی طرح ہمیں دوبارہ دار دنیا میں بھیج دیا جائے یہ ایسے ہے جیسے ایک دوسری آیت میں مذکور ہے: ''رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا'' مجرم کہے گا اے میرے پروردگار مجھے ایک بار دوبارہ دنیا میں بھیج دے تا کہ میں نیک عمل بجالاؤں (سورہ مومنون آیت......۹۹،۱۰۰)۔

۲۔ پھر ہم اپنے پروردگار کی آیات بینات کا انکار نہیں کریں گے۔

۳۔ اور ہم ایمان داروں سے ہوجائیں گے خداوند عالم جس کا علم ازلی وابدی ہے فرماتا ہے کہ اولاً تو ان کی خواہش پوری نہیں ہوگی ''کَلَّا اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآئِلُھَا وَ مِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ'' (سورہ مومنون آیت......۱۰۰)۔

یہ صرف ان کی تمنا ہوگی جس کا اظہار وہ کریں گے ورنہ ان کو قیامت تک اب عالم برزخ سے گذرنا ہوگا۔ اور اگر بفرض محال ان کی یہ تمنا پوری بھی ہوجائے اور ان کو ایک بار پھر دنیا میں بھیج دیا جائے تو یہ ایسے جھوٹے اور بدفطرت ہیں کہ وہاں جا کر اپنے یہ سب قول وقرار بھول جائیں گے اور پھر وہی برے کام کریں گے جو پہلے کرتے تھے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے خدا فرماتا ہے کہ:

''وَ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِیَّاہُ حَتّٰٓی فَلَمَّا نَجّٰکُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَ کَانَ الْاِنْسَانُ کَفُوْرًا'' جب تم سمندر میں ہوتے ہو اور کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو تم اللہ کے سوا باقی ان سب جھوٹے معبودوں کو بھول جاتے ہو جن کو پکارا کرتے تھے مگر جب تمہیں بحفاظت خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو پھر تم اس سے منہ موڑ لیتے ہو اور انسان ہے ہی بڑا ناشکرا۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت......۶۷)

عادی مجرم قیدیوں کے بارے میں سنا اور پڑھا گیا ہے کہ جب وہ زندان کی تنگ وتاریک کوٹھڑیوں میں بند ہوتے ہیں تو بڑے عہد و پیمان کرتے ہیں کہ اگر رہائی مل گئی تو پھر ہم یہ گھناونے جرم نہیں کریں گے۔ مگر جب رہا ہوجاتے ہیں تو پھر سب کچھ بھول جاتے ہیں اور وہی کرتوت کرتے ہیں جو پہلے کرتے تھے اس لئے خدا

فرماتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں تمنا اگرچہ بذات خود سچ اور جھوٹ سے متصف نہیں ہو سکتی مگر اس تمنا میں بطور واقعہ ایک خبر بھی مضمر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر ہم دنیا میں دوبارہ جائیں گے تو پھر آیات الٰہی کو نہ جھٹلائیں گے۔ اور ہم مومنین سے ہوں گے آخر میں انہیں جھوٹا اسی خبر کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔

۳۴۔ وَ قَالُوْٓا اِنْ هِیَ...الآیۃ۔

بعض مفسرین نے اس ''قالوا'' کا عطف ''لما نهوا عنه'' پر کیا ہے بنابریں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اگر ان کو بالفرض دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو وہ وہی برے کام کریں گے جو پہلے کرتے تھے اور وہی کافرانہ بات کہیں گے جو پہلے کہتے تھے کہ جو کچھ ہے وہ صرف یہی دنیا ہے اور کوئی بعث و نشور نہیں ہے اس صورت میں اس پر جو ایراد وارد ہوتا ہے کہ جزا اور سزا اور آتش دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکنے کے بعد کس طرح اس حقیقت کا انکار کریں گے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ محض شرارت اور ہٹ دھرمی اور اپنے دینوی مفاد کی خاطر انکار کریں گے۔ جس طرح اس دنیا میں کئی لوگ حقائق کا یقین ہونے کے باوجود محض اپنے مادی مفادات یا حق و اہل حق سے عداوت و عناد کی وجہ سے ان کی تکذیب کر دیتے ہیں۔ ارشاد قدرت ہے:

''وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا'' ان لوگوں نے ہماری آیات کا محض ظلم و زیادتی کرتے ہوئے انکار کر دیا حالانکہ انہیں ان کے برحق ہونے کا یقین تھا (سورہ نحل آیت ...... ۱۴)

مگر اظہر یہ ہے کہ یہ مستقل آیت ہے اور اس میں خداوند عالم نے ان کفار کا ایک بار پھر تذکرہ فرمایا ہے جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ کہ یہ لوگ آخرت اور اس کے حساب و کتاب کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس دینوی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں ہے اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے۔

عقیدہ قیامت کی اہمیت

حقیقت یہ ہے کہ عقیدہ قیامت اسلام کے ان تین بنیادی اصول عقائد میں سے ایک ہے جن کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور مرتد قرار پاتا ہے کافرین و ملحدین کو شدت سے حیات بعد الموت اور بعث و نشور کا انکار تھا یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کا یک معتدبہ حصہ قیامت کے اثبات، قیامت کے شدائد و مصائب اور قیامت کے حساب و کتاب اور اس کے دوسرے حقائق سے لبریز نظر آتا ہے اور سچی بات یہی ہے کہ انسانی زندگی میں انقلاب اسی وقت آتا ہے کہ جب اسے حیات بعد الموت اور پھر اس میں ہر ہر نیک یا بد عمل کی جزا و سزا کا یقین کامل ہو۔ کما لا یخفی۔

۳۵۔ وَلَوْ تَرٰٓی ... الآیۃ۔

اسی بنا پر خداوند عالم یہ حقیقت بیان کر رہا ہے ''اور کاش کہ تم دیکھو کہ جب یہ منکرین قیامت اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ٹھہرائے جائیں گے اور وہ ان سے فرمائے گا کیا یہ (حیات بعد الموت اور قیامت) برحق نہیں ہے؟ تو اس وقت سب اباء و انکار بھول جائیں گے اور کہہ اٹھیں گے ہاں۔ ہمیں قسم ہے اپنے پروردگار کی۔ مگر عذاب الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے بعد یہ اقرار انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا اور ارشاد ہوگا کہ آج اپنے کفر کی پاداش میں عذاب خداوندی کا مزہ چکھو۔ یہ سب کچھ یہاں اس لئے بیان کیا جا رہا ہے تا کہ کفار و مشرکین اس سے عبرت حاصل کریں۔ اور اپنے کفر اور شرک سے توبہ کر لیں اور اس سے باز آجائیں۔ مخفی نہ رہے کہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ یا خدا کے سامنے کھڑا ہونا سب مجازی الفاظ ہیں کیونکہ وہ ذات جسم و جسمانیات سے منزہ و مبرا ہے۔ لہٰذا اس کی بارگاہ میں کھڑا ہونے کا مطلب اس کے سوا اور کوئی نہیں کہ اس کے فیصلہ کے انتظار میں ٹھہرنا وبس۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد قدرت ہے۔ ''یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' جس دن سب لوگ سارے جہانوں کے پروردگار کی سرکار میں کھڑے ہوں گے۔ (سورہ مطففین ...... آیت ۔۶)

۳۶۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ ... الآیۃ۔

ان لوگوں نے خسارہ اٹھایا جو اللہ کی بارگاہ میں حاضری و حضوری کو جھٹلاتے رہے۔ یہاں تک کہ جب اچانک قیامت آجائے گی تو وہ کہیں گے واحسرتا! ہم نے اس کے بارے میں کیسی کوتاہی کی ظاہر ہے کہ اس کوتاہی سے مراد ایمان نہ لانا اور نیک عمل کا نہ کرنا یعنی قیامت کیلئے کسی قسم کی تیاری نہ کرنا ہی مراد ہے۔

توضیح مرام کیلئے مثال

توضیح مرام کیلئے علماء کرام نے اس کی مثال اس نالائق طالب علم سے دی ہے جو سارا سال اس خیال میں گرفتار رہے کہ کوئی امتحان نہیں لیا جائے گا۔ اس لئے امتحان کی بالکل تیاری نہ کرے اور اس طرح سارا سال لغویات اور فضولیات میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ اچانک اسے بتایا جائے کہ کل امتحان ہے تیاری کر لے۔ تو اس کی پریشانی کا کیا عالم ہوگا۔ جسے اپنا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہو اور ناکامی جس کا مقدر بن چکی ہو۔ بالکل یہی حال اس شخص کا ہوگا اور اس کی حسرت و ندامت جو ساری زندگی اس خیال خام میں گذار دے کہ نہ کوئی حشر ہوگا نہ نشر اور نہ کوئی حساب ہوگا نہ کتاب اور اس طرح تمام زندگی اس گناہ و عصیان کاری اور سیاہ کاری میں ضائع کر دے اور اچانک قیامت کبریٰ قائم ہو جائے اور اسے پکڑ کر بارگاہ پروردگار میں مقام حساب میں کھڑا کر دیا جائے

؟ ہے کوئی جو اس کی یاس وحسرت اور اس کی پریشانی وپشیمانی کا اندازہ لگائے؟ امامؑ فرماتے ہیں:

"ثمرۃ التفریط الندامۃ وثمرۃ الحزم السلامته"

تقصیر وکوتاہی کا نتیجہ ندامت اور حزم واحتیاط کا ثمرہ سلامتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ایسے لوگ اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھاتے پھر رہے ہوں گے یعنی اپنے گناہوں کے احساس اور ان کی وجہ سے ندامت کی شدت کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہوگی جیسے کسی پر کوئی بھاری بوجھ لاد دیا جائے اور وہ اس کے نیچے دبا جا رہا ہو۔ (ضیاء القرآن وتفسیر کاشف)۔

آیات القرآن

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۳۲ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ
فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۳۳ وَلَقَدْ
كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى
اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى
الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳۴ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ
تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ
شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۳۵

ترجمۃ الآیات

اور دنیا کی زندگی نہیں ہے مگر کھیل تماشا اور بے شک آخرت والا گھر پرہیزگاروں کیلئے بہت اچھا ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ (۳۲) ہمیں معلوم ہے کہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں وہ بے شک آپ کو رنج پہنچاتی ہیں۔ (لیکن امر واقع یہ ہے کہ) یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم لوگ (دراصل) اللہ کی آیتوں کا انکار کر رہے ہیں (۳۳) بے شک آپ سے پہلے بھی

بہت سے پیغمبروں کو جھٹلایا گیا۔ تو انہوں نے جھٹلائے جانے اور اذیت پہنچائے جانے پر صبر
کیا یہاں تک کہ ہماری مددان کے پاس آئی اور اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور
پیغمبروں کی کچھ خبریں تو آپ کو پہنچ ہی چکی ہیں (۳۴) اور اگر حق سے ان کی روگردانی کرنا
آپ پر بہت گراں ہے تو پھر اگر ہو سکتا ہے تو زمین میں سرنگ لگا کر یا آسمان میں کوئی سیڑھی
لگا کر ان کے پاس کوئی معجزہ لاؤ۔ مگر وہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اگر اللہ (زبردستی)
چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ لہٰذا آپ ناواقف لوگوں میں سے نہ بنیں (۳۵)

تفسیر الآیات

۳۷۔ وما الحیوۃ الدنیا۔۔ الآیۃ

سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸، وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور جو اس آیت کے ساتھ ملتی جلتی ہے اس کی تفسیر زندگانی دنیا کا متاع الغرور اور کھیل تماشا ہونا واضح کیا جا چکا ہے۔

زندگانی دنیا کے کھیل تماشا ہونے کا صحیح مفہوم

مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حیات دنیا میں کوئی سنجیدگی نہیں ہے اور وہ محض لہو ولعب کے طور پر بنائی گئی ہے خدا کی ذات اس سے بہت اجل وارفع ہے کہ وہ کوئی کام محض کھیل تماشا کے طور پر کرے۔ بلکہ اس کے دو صحیح مفہوم ہیں ایک یہ ہے کہ اس کا کھیل و تماشا ہونا اس کی ناپائیداری کی وجہ سے ہے اور اخروی زندگی کا حقیقی زندگی ہونا اس کی پائیداری واستواری کی وجہ سے ہے جس طرح کوئی شخص کچھ دیر کیلئے کھیل و تماشا سے دل بہلاتا ہے اور پھر اصلی کاروبار میں مشغول ہو جاتا ہے اسی لئے ہر شخص موت کے وقت زندگانی دنیا کو یوں محسوس کرتا ہے بقول شاعر:

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
عوض یک دو نفس قبر کی شبہائے دراز

دنیا کی نہ شاہی ہمیشہ رہے گی نہ گدائی، نہ صحت ہمیشہ رہے گی نہ بیماری نہ حاکم کی حکومت ہمیشہ رہے گی نہ محکوم کی محکومی، الغرض نہ ظالم کا ظلم ہمیشہ رہے گا نہ مظلوم کی مظلومی۔ یہاں کا بادشاہ دراصل تھیٹر یا ڈرامہ کے جعلی بادشاہ سے زیادہ مختلف نہیں ہے جو پل بھر میں معزول کر دیا جاتا ہے کبھی قید کر دیا جاتا ہے اور کبھی تختہ دار پر لٹکا دیا

جاتا ہے جیسے بچے فرش زمین پر بیٹھ جاتے ہیں اور مٹی کی مختلف چیزیں بناتے ہیں کبھی گھروندر کبھی گدھا اور گھوڑا کبھی فرش وفروش کبھی پھل اور فروٹ پھر تقسیم کرتے ہیں کہ یہ گھر تیرا اور یہ گھر میرا یہ گھوڑا تیرا اور یہ میرا پھر چند منٹ تفریح طبع کرکے اوپر ہاتھ پھیر دیتے ہیں جس کے بعد نہ کوئی گھر ہوتا ہے نہ درنہ کوئی گدھا ہوتا ہے نہ کوئی گھوڑا۔ بالکل اسی طرح دنیا کی یہ چہل پہل یہ چمک یہ دمک یہ ہنگامہ اور یہ رونق بھی زندگی کے کھیل ہیں جو کھیلے جا رہے ہیں موت کے آتے ہی یہ سب کھیل تماشے ختم ہوجائیں گے۔ ع

چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے

”کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ وَّ یَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ“(سورہ رحمٰن آیت......۲۵،۲۶) اللہ بس باقی ہوس۔

دوسرا یہ کہ دنیا کے لذات اور وہ کام جو محض زندگانی دنیا کو سنوارنے سدھارنے کیلئے کئے جائیں وہ اس کھیل تماشا کی مانند ہیں جو کچھ دیر کیلئے کھیل تماشا اور دل بہلانے کیلئے کئے جاتے ہیں مگر ان کا کوئی حاصل محصول نہیں ہوتا۔لیکن اگر مقصد خلقت کو سمجھا جائے اور زندگانی دنیا میں وہ کارہائے خیر کئے جائیں جو اخروی زندگی میں کام آئیں۔تو پھر اس زندگی سے بڑھ کر کوئی گوہر گراں مایہ اور اس سے عظیم تر کوئی نعمت نہیں ہے۔ اس بیان حقیقت ترجمان سے واضح وعیان ہوگیا ہے کہ مذموم زندگانی دنیا سے وہ دنیوی زندگی مراد ہے جو اللہ کی یاد سے غفلت میں اور شیطان کی فرمانبرداری میں گذرے اور جو شب وروز اور ساعات یاد خدا میں اور اس کی عبادت واطاعت میں گذریں ان کے برابر کائنات کی کوئی دولت نہیں ہے۔

دنیائے مذموم وممدوح سے کیا مراد ہے۔

جس طرح دنیا کا وہ مال ومتاع مذموم ہے جس کے جمع کرنے اور صرف کرنے میں حلال وحرام کی تمیز روانہ رکھی جائے اور اگر اس کی جمع آوری اور خرچ کرنے میں حدود وقیود شریعت کا لحاظ رکھا جائے تو وہ دنیا نہیں بلکہ عین دین ہے دعا ہے کہ خداوند عالم ہمیں اس گوہر گرانمایہ کی صحیح قدر وقیمت کرنے اور اسے صحیح مصرف میں صرف کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔بہرحال آخرت والا گھر بہت بہتر ہے مگر ان کیلئے جو متقی وپرہیزگار ہیں۔

۳۸۔ قَدۡ نَعۡلَمُ اِنَّہٗ...الآیۃ۔

اعلان نبوت سے پہلے کفار قریش آنحضرتؐ کو صادق وامین مانتے تھے۔

حضرت رسولؐ کا کردار اتنا بلند، سیرت اتنی پاکیزہ اور اخلاق اس قدر عالی تھے کہ کفار بھی آپ کو صادق وامین جانتے تھے اور آپ کی دیانت وراستبازی پر مکمل اعتماد رکھتے تھے۔

اعلان نبوت کے بعد کیوں آپؐ کو مجنوں اور جادوگر کہنے لگے؟

مگر جونہی آنحضرتؐ نے اعلان نبوت کیا اور خدا کا وہ پیغام جو اس کے بندوں کے نام تھا پہنچانا شروع کیا تو وہی لوگ اب آپ کے جانی دشمن بھی بن گئے اور سخت ترین لفظوں سے یاد بھی کرنے لگے۔ کبھی مجنون و دیوانہ کہا ”ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ“ (سورہ الدخان آیت...... ۱۴) اور کبھی ساحر وجادوگر کہا۔ ”قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ“ (یونس آیت...... ۲) ایسا کیوں ہوا؟ محض اس لئے کہ آپ جو دین منجانب اللہ لائے اور جس دین کے آپ مبلغ اور داعی تھے اس کے اصول وفروع ان لوگوں کی خواہشات کے خلاف تھے اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ شریف النفس لوگوں کیلئے جاہل وبدتمیز لوگوں کی لفظی بدتمیزیاں سنگ وخدنگ سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہیں۔

جراحات السنان لها التیام
ولا یلتام ماجر ح اللسان

لہٰذا ظاہر ہے کہ قانون فطرت کے مطابق آنحضرتؐ کو بھی ان لوگوں کی دشنام دہی اور اس طوفان بدتمیزی سے بڑا صدمہ پہنچتا تھا اور بڑا قلبی دکھ ہوتا تھا۔ اس آیت میں خدا نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے اور آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ آیات الٰہیہ کا انکار اور ان کی تکزیب کر رہے ہیں کیونکہ آپؐ اسی کا کلام سنا رہے ہیں اپنی طرف سے تو کچھ نہیں کہہ رہے۔ وما ینطق عن الھوىٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ لہٰذا آپ ان کا معاملہ خدا کے حوالہ کریں اور خود درنج وملال نہ کریں۔

۳۹۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ ۔....الآیۃ۔

اس آیت مبارکہ کے ذریعہ سے بھی ایک دوسرے رخ سے آنحضرتؐ کو تسلی اور دلجوئی کی جارہی ہے کہ آپ پہلے پیغمبر نہیں ہیں جن کو جھٹلایا گیا اور ایذا رسانی کی گئی ہے بلکہ آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کو جھٹلایا گیا اور انہیں مصائب وشدائد کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر انہوں نے صبر وضبط سے کام لیا اور تحمل و برداشت کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ ہماری مدد ونصرت ان کے پاس آئی۔ تو آپ بھی کفار ومشرکین کی تکذیب اور اذیت

رسانیوں پر صبر کریں اور تحمل و برداشت کا مظاہرہ کریں۔

خدائے حکیم کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ حق و باطل کی کش مکش میں پہلے ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے۔ اور اپنے بندوں سے ان کے مظالم برداشت کراتا ہے اور انہیں صبر آزما مراحل سے گذار کر ان کی راست بازی، ایمان کی پختگی اور اعتماد علی اللہ کی سچائی ظاہر کرتا ہے اور آخر میں ان کی نصرت و مدد کرتا ہے جس سے حق کا بول بالا ہو جاتا ہے اور باطل سرنگوں ہو جاتا ہے یہی پہلے ہوتا رہا ہے اور یہی اب ہوگا لا مبدل لکلمات اللہ۔ اللہ کی باتوں کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

''ان رضا الناس لا یملك و السنتهم لا تضبط و کیف یسلمون مما لم یسلم منه الانبیاء ورسله وحجج الله علیهم السلام''

سب لوگوں کی خوشنودی حاصل نہیں کی جاسکتی اور ان کی زبانوں پر کنٹرول نہیں کیا جاسکتا بھلا عام لوگ اس سے کیسے بچ سکتے ہیں جس سے اس کے نبی و رسول اور اس کی حجج نہ بچ سکیں (امالی شیخ صدوق)۔

نعم ما قیل؟

قبل ان الاله ذوولد و قیل ان الرسول قد کهنا

از اما نجی الله والرسول معاً من لسان الوریٰ

فیکف انا

(لوگوں نے کہا کہ خدا کی اولاد ہے اور لوگوں نے کہا کہ رسول جادوگر ہے تو جب لوگوں کی زبان سے خدا اور رسول نہ بچ سکے تو میں کون ہوں؟)

۳۹ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ ... ۱۳۵ الآية۔

قرآن اور تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت رسول خدا اس بات کے بڑے حریص تھے کہ سب لوگ ایمان لے آئیں۔ ''حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ'' (سورہ توبہ آیت ...... ۱۲۸) اور جب دیکھتے کہ انہیں تبلیغ کرتے کرتے مدتیں گذر گئی ہیں مگر یہ لوگ حق کو قبول نہیں کرتے تو آپ کڑھتے تھے اور ایک خاص کرب محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ خداوند عالم خود اس بات کی خبر دے رہا ہے ''فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا'' (سورہ کہف آیت ...... ۶) شاید آپ (اس غم میں کڑھ کڑھ) کر جان نہ دے دیں کہ یہ

لوگ اس قرآن پر ایمان کیوں نہیں لاتے ؟ خداوند علیم وحکیم نے مختلف انداز میں تسلی دی۔کبھی فرمایا! وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین جس قدر حرص سے کام لینا چاہتے ہو لے لومگر اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔

کبھی فرمایا:''اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ''(سورہ یونس آیت......۹۹)

کیالوگوں کوایمان لانے پر آپ مجبور کرنا چاہتے ہیں؟

کبھی فرمایا :''وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا''(سورہ یونس آیت......۹۹)

(اگر مشیت قاہرہ سے خدا چاہتا تو سب لوگ ایمان لے آتے مگر خدا زبردستی لوگوں کومومن نہیں بنانا چاہتا تو آپ کیوں اس غم میں گھلے جارہے ہیں؟)

کبھی فرمایا:''فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ''(سورہ آل عمران آیت......۲۰) آپ کا کام صرف پیغام حق پہنچانا ہے۔''وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ''(سورہ آل عمران آیت......۱۰۷،سورہ زمر آیت......۴۱،سورہ شوریٰ آیت......٦) تو ان کا وکیل نہیں ہے تیرا کام پہنچانا ہے منوانا نہیں ہے۔اس کے باوجود جب خدا نے دیکھا کہ رحمۃ اللعالمین کو پھر بھی اس بات کا بڑا غم اور رنج ہے کہ لوگ اپنی بے ایمانی اور بدعملی سے جہنم کا ایندھن کیوں بن رہے ہیں تو خدائے رحیم نے ازراہ شفقت ذرا تلخ لہجہ میں فرمایا جو کچھ تم سے ممکن تھا سب کر چکے،معجزات دکھا چکے،تبلیغ حق کا فریضہ ادا فرما چکےلیکن اگر پھر بھی ان کے ایمان نہ لانے کا غم ہے۔اور پریشاں ہیں تو پھر زمین میں سرنگ یا آسمان میں سیڑھی لگا کر کوئی ایسا معجزہ لائیں جسے دیکھ کر وہ ضرور ایمان لے آئیں۔جس کی وجہ سے وہ بے ایمانی سے اور آپ پریشانی سے نجات پائیں

آخر میں قدرے مزید سخت لہجہ میں فرمایا کہ آپ سمجھدار ہو کر بے خبر نہ بنیں۔اگر زبردستی لوگوں کومومن بنانا مقصود ہوتا تو پھر خدا کو انبیاء ومرسلین کے بھیجنے ان پر کتابیں نازل کرنے اوران کو مصائب وشدائد کی کھٹالیوں میں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو ایک تخلیقی جملہ کن سے یہ کام لے سکتا تھا۔مگر اپنی حکمت بالغہ کے تحت اس کا یہ اصول نہیں ہے وہ چاہتا ہے کہ ہادیان برحق کو بھیج کر لوگوں کے سامنے حق کو پیش کرے اور پھر وہ احسن طریقہ کے ساتھ دلائل وبراہین سے اپنے مدعا کو ثابت کریں۔اورلوگوں کو باختیار خود سوچ سمجھ کر حق کو قبول یا رد کرنے کا موقع دیں۔اوراس طرح بتدریج اپنے مشن کو بڑھائیں۔''مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ''(سورہ کہف آیت......۲۹) تاکہ اپنی روش ورفتار کے مطابق مختلف لوگ جزاء وسزا کے مستحق قرار پائیں وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔

آیات القرآن

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ
يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ
عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى
الْاَرْضِ وَلَا طٰۤئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى
الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ
اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۃ الآیات

دعوت حق صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور جو مردے ہیں ان کو بس اللہ ہی (قیامت کے دن) اٹھائے گا پھر وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔(۳۶) اور وہ کفار کہتے ہیں کہ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوتا؟ کہہ دیجئے کہ بے شک اللہ تو کوئی بھی معجزہ نازل کرنے پر قادر ہے لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں۔(۳۷) کوئی زمین میں چلنے والا جانور اور اپنے دونوں پروں سے اڑنے والا پرندہ نہیں ہے مگر تمہاری ہی طرح مختلف اقسام اور گروہ ہیں ہم نے کتاب میں کوئی کمی وکوتاہی نہیں کی ہے پھر وہ سب کے سب اپنے رب کے پاس محشور (جمع) کئے جائیں گے(۳۸) بہرے اور گونگے ہیں جو کہ طرح طرح کے اندھیروں میں پڑے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے اسے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے(۳۹) اے رسول کہو کہ تم غور کر کے بتاؤ کہ اگر تمہارے پاس۔ اللہ کا عذاب آجائے یا (اچانک) قیامت آجائے تو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ بتاؤ اگر سچے ہو(۴۰)

تفسیر الآیات

۴۰۔ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ ...الآیۃ۔

اس آیت میں خداوند عالم نے ان لوگوں کے ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کی ہے کہ ایمان تو وہ تب لائیں جب سنیں اور پھر سنی ہوئی بات میں غور وفکر کریں مگر جن کے دل مر چکے ہوں اور ان میں سننے کی اہلیت ہی نہ ہو تو مردوں کو زندہ کرنا تو آپ کا کام نہیں ہے بلکہ یہ کام تو اللہ کا ہے جسے وہ قیامت کے دن انجام دے گا۔ یہ آیت ایسی ہے جیسی یہ آیت۔''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ''(سورہ نحل آیت......۸۰)تم مردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتے ہو اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہو خاص کر جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہاں مردوں، اندھوں اور بہروں سے مراد کافر ہی ہیں۔ جب انہوں نے اپنے عزم وارادہ سے حق سننے اور اس سے اثر لینے کی صلاحیت ہی مفقود کر دی تو پھر ان میں اور مردوں میں کیا فرق رہ گیا؟ اس لئے خدا نے ان کو مردوں سے تشبیہ دی ہے۔

۴۱۔ وَ قَالُوْا لَوْ لَا ...الآیۃ۔

فرمائشی معجزے دکھانا خدا کی حکمت کے خلاف ہے

باوجودیکہ خداوند عالم پیغمبرؐ کے مقدس ہاتھوں پر کئی معجزات ظاہر کر چکا تھا مگر کفار کا پھر مطالبہ کرنا کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں اترتا؟ ان کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کوئی فرمائشی معجزہ کیوں ظاہر نہیں ہوتا؟ کیوں کہ وہ دیکھے ہوئے معجزات کو ان دیکھا بنا کے نئے نئے معجزات دکھانے کی فرمائشیں کیا کرتے تھے۔ بہر حال یہاں ان کے اس مطالبہ کا یہ جواب دیا گیا کہ خدا تو ہر معجزہ پیش کرنے پر قادر مطلق ہے مگر ہر شخص کا مطلوبہ معجزہ دکھانا اس کی حکمت ومصلحت کے خلاف ہے اور وہ حکمت کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ آخر میں جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ جانتے نہیں ہیں۔ یہ بدو وجہ ہے ایک اس لئے کہ وہ جانتے ہوتے تو اس قسم کے جاہلانہ مطالبے نہ کرتے دوسرے اس لئے کہ وہ نہیں جانتے کہ جب فرمائشی معجزہ آجائے تو پھر ایمان نہ لانے والوں کو ڈھیل نہیں ملتی فوراً عذاب خداوندی نازل ہو جاتا ہے اور منکرین کو نیست و نابود کر دیتا ہے(تفسیر قمی، مجمع البیان)

''بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ(''لیکن اکثر لوگ اس حکمت ومصلحت کو اپنی جہالت کی وجہ سے جانتے نہیں ہیں۔

چون ندیدند رہ حقیقت افسانہ زوند

۴۲۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ ...الآیة۔

خدائے قدیر وخبیر اس آیت میں یہ بیان فرمارہا ہے کہ زمین پر جو بھی چلنے پھرنے یا اڑنے والے جانور ہیں وہ سب فی الجملہ تم سے کچھ نہ کچھ مشابہت رکھتے ہیں وجہ شبہ کیا ہے؟ اس کی صراحت نہیں کی گئی ہے۔ لہٰذا۔ ممکن ہے اس سے مراد یہ ہو کہ وہ بھی تمہاری طرح مخلوق ہیں اور اپنے خالق کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ ممکن ہے مقصد یہ ہو کہ وہ بھی تمہاری طرح خدا کی تخلیقی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں۔ ممکن ہے یہ مراد ہو کہ ان کی بھی تمہاری طرح مختلف قسمیں اور صنفیں ہیں۔ اور خالق حکیم نے ان کی خلقت میں جو اسرار ورموز ودیعت فرمائے ہیں اور ہر ہر ملک اور خطہ ارض اور اس کی آب وہوا کے مطابق جو کھال، بال اور اعضاء وجوارح عطا کئے ہیں علم الحیوانات کے ماہرین ان اسرار قدرت کو بے نقاب کرنے میں برابر شب وروز مشغول ہیں اور تا حال ان اسرار نہانی کا عشر عشیر بھی معلوم نہیں کر سکے ہیں۔

۴۳۔ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ ...الآیة۔

پھر سب اللہ کی بارگاہ میں جمع ہوں گے۔ اس سے بعض مفسرین اور محدثین نے حیوانات کے حشر ونشر پر استدلال کیا ہے اور اس کی تائید مزید آیت مبارکہ واذا الوحوش حشرت سے اور بعض روایات سے حاصل کی ہے جن میں وارد ہے کہ بروز قیامت تمام جانور اور پرندے محشور کئے جائیں گے اور اس حد تک خدا عدل فرمائے گا کہ اگر کسی سینگ والے جانور نے بے سینگ کے جانور، کو ٹکر ماری تھی تو اس سے اس کا انتقام لیا جائے گا اور یہی سلوک دوسرے تمام جانوروں کے ساتھ کیا جائے گا۔ بعد ازاں وہ پروردگار کے حکم سے مٹی کا ڈھیر ہو جائیں گے۔ (مجمع البیان، معارف القرآن)

مگر اکثر علماء متکلمین ومفسرین کے نزدیک چونکہ حیوانات غیر ذوی العقول ہونے کی وجہ سے احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں اس لئے ان کی جزاء سزا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا انہوں نے ان سے ان کی موت اور سینگ والے جانور کے ٹکر مارنے کے انتقام لینے کو خدا کے عدل وانصاف کی شدت کا کنایہ قرار دیا ہے (تفسیر کاشف) واللہ العالم بحقیقۃ الحال۔

ہم نے کتاب میں ان کی کسی چیز کو نظر انداز نہیں کیا۔ یہاں کتاب سے کیا مراد ہے اس میں فی الجملہ اختلاف ہے بعض نے قرآن مراد لیا ہے اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے (مجمع البیان)

بعض نے لوح محفوظ مراد لی ہے اور بعض نے اس سے علم الٰہی مراد لیا ہے (تفسیر کاشف)۔

نہج البلاغہ کے بعض خطبات (جیسے فتوی دینے میں) علماء کے اختلاف کی مذمت والا خطبہ اور اصول کافی وعیون الاخبار کی بعض روایات سے پہلے قول یعنی اس سے قرآن مجید کے مراد ہے کی تائید مزید ہوتی ہے فیہ تبیان کل شیٔ ۔

۴۴۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا ...الآية۔

خدا کن لوگوں کو گمراہی میں چھوڑتا ہے اور کن کو ہدایت کرتا ہے؟

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸ کی تفسیر میں ''صم بکم '' کے مفہوم کی وضاحت کی جاچکی ہے۔یعنی وہ آوازِحق پر کان نہ دھرنے اور کلمہ حق بلند نہ کرنے میں بہروں اور گنگوں کی طرح ہیں اور ظلمات کفر وشرک اور گناہ وعصیان کے سمندر میں غلطان و پیچاں ہیں جس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتے۔آخر میں یہ جو فرمایا کہ اللہ جسے چاہتا ہے۔گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶ ''يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا '' کی تفسیر میں اور سورہ نساء کی آیت نمبر ۸۸ ''اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ'' وغیرہ دوسرے مقامات پر اس موضوع کی مکمل وضاحت کی جاچکی ہے کہ خدا کا گمراہ کرنا، ہدایت کرنا اور اس کی مشیت بلا وجہ نہیں ہوتی۔وما يضل به اِلاَّ الفاسقين (بقرہ۔۲۶) وہ گمراہی میں انہیں چھوڑتا ہے مگر ان کو جو فاسق وفاجر (نافرمان) ہوتے ہیں۔''وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ'' (سورہ ابراہیم آیت......۲۷) خدا انہی لوگوں کو گمراہی میں چھوڑتا ہے جو ظالم ہوتے ہیں ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ خدا انہی لوگوں سے اپنی توفیق سلب کرتا ہے۔اور گمراہی میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کیلئے انہی کو چھوڑتا ہے جو ہدایت حاصل ہی نہیں کرنا چاہتے اور اپنے فسق وفجور ظلم وجور گناہ وعصیان اور سرکشی وطغیان میں بدمست رہنا چاہتے ہیں۔اور ہدایت اور راہ راست کی توفیق انہی کو عطا کرتا ہے جو ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں چنانچہ فرماتا ہے''وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا'' (سورہ عنکبوت آیت......۶۹) جو حق کی تلاش میں جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے دکھا دیتے ہیں۔''وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى'' (سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آیت......۱۷) جو لوگ ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں اللہ ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ایک اور جگہ فرماتا ہے کہ:''يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ'' (سورہ مائدہ آیت......۱۶) جو اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوشاں ہو خدا اسے سلامتی کی راہوں کی ہدایت کر دیتا ہے۔

۴۵۔ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ ...الآية۔

رایت واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے اور اس میں ''ت''ضمیر فاعل ہے اور اس کے ساتھ جو''ك''ہے وہ فاعل کی ضمیر کی تاکید کیلئے لایا جاتا ہے جو فاعل کے مفرد و تثنیہ اور جمع ہونے کی صورت میں ک،کما اور کم کی صورت میں بدلتا رہتا ہے مگر بدستور مفتوح رہتا ہے جیسے اریتك ارایتکما وارایتکم جس کے معنی دیکھنے غور کرنے اور خبر دینے کے ہیں۔اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ خداوند عالم کافروں اور مشرکوں کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے پوچھ رہا ہے کہ جب تمہارے پاس وہ عذاب خداوندی آجائے۔تو اس کھٹن مرحلہ پر تم خدا کو پکارو گے یا اپنے ان خود ساختہ بتوں اور دیوتاؤں کو پکارو گے جن کو خدا کا شریک اور اپنا حاجت روا سمجھتے ہو؟اور جب ان مشکل لمحات اور کٹھن حالات میں سب کو چھوڑ کر اور سب کو بھلا کر صرف خدا کی آغوش رحمت میں عاقبت و نجات تلاش کرتے ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اور اس کی توحید اور پرستش تمہاری فطرت میں موجود ہے جو احتیاج و ضرورت کے وقت ابھر کر سامنے آجاتی ہے تو پھر عام حالات میں کیوں ان کی عبادت اور پوجا پاٹ کرتے ہو اور کیوں ان کو مشکل کشا مانتے ہو؟ارباب عقل غور کریں کہ کفر و شرک کو باطل کرنے اور توحید کو ثابت کرنے نیز مشرکوں کو لاجواب کرنے کیلئے کیا بہترین فطری استدلال ہے۔''اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ''(سورہ نمل آیت......۶۲)۔آیا اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو مضطر و پریشان کی دعا و پکار کو سنے جب وہ اسے پکارے اور اس سے مصیبت کو دور کرے؟لا وایم الله لا حولا ولا قوة الا بالله العلی العظیم لا شریك له و بذالك امرت و انی من المسلمین۔

آیات القرآن

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا
تُشْرِكُوْنَ۝۴۱ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ
وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ۝۴۲ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا
وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۴۳
فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا
فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۝۴۴ فَقُطِعَ دَابِرُ
الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝۴۵ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۃ الآیات

بلکہ اسی کو ہی پکارو گے اور اگر وہ چاہے گا تو (مصیبت) کو دور کردے گا جس کیلئے تم نے اسے پکارا ہے اور تم انہیں بھول جاؤ گے جن کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو (۴۱) بلکہ اے رسول بے شک ہم نے آپ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے اور ان کی نافرمانی پر پہلے تو ہم نے ان کو تنگدستی اور تکلیف میں مبتلا کیا۔ تا کہ تضرع وزاری کریں۔ (۴۲) جب ان کے پاس ہماری طرف سے سختی آئی تو آخرانہوں نے تضرع وزاری کیوں نہ کی؟ لیکن ان کے دل تو اور بھی سخت ہو گئے اور شیطان نے (ان کی نظروں میں) ان کاموں کو جو وہ کرتے تھے آراستہ کر کے پیش کیا (۴۳) اور جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے (ابتلاوامتحان کے طور پر) ہم اچانک انہیں پکڑ لیا۔ تو وہ ایک دم مایوس ہو گئے (۴۴) پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی (ان کی نسل قطع ہوگئی) اور سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (۴۵) اے رسول کہیے غور کر کے بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے (یعنی قوت شنوائی اور بینائی چھین لے) اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا اور کون خدا ہے جو تمہیں یہ چیزیں لا دے؟ دیکھیے ہم کس طرح الٹ پلٹ کر اپنی توحید کی نشانیاں واضح کرتے ہیں پھر بھی وہ روگردانی کرتے ہیں (۴۶)

تفسیر الآیات

۴۵۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ ... ۴۲ الآیۃ۔

خدائی اتمام حجت کی تین طریقوں کا تذکرہ

یہ حقیقت تو ارباب عقل و دانش پر واضح ہے کہ خداوند عالم اتمام حجت کے بغیر کسی قوم پر اپنا عذاب

نازل نہیں کرتا اب رہی یہ بات کہ وہ اتمام حجت کس طرح کرتا ہے؟ تو ان آیات شریفہ میں اس بات کی وضاحت کی جارہی ہے کہ خدائے رحیم وکریم اپنے بندوں کو چاہ ضلالت سے نکالنے اور جادہ حق وصداقت پر چلانے کیلئے مختلف اوقات میں تین طریقہ ہائے کار استعمال فرماتا ہے۔ سب سے پہلے تو نبی ورسول بھیجتا ہے تاکہ وہ انہیں آیات واحکام الٰہیہ پڑھکر سنائیں اور وعظ ونصیحت وبشارت ونذارت کے ذریعے راہ راست پر لائیں۔

پس اگر یہ طریقہ کارگر ثابت ہوجائے تو فبہا ورنہ وہ تنگدستی اور بیماری الغرض مختلف تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں۔ کیونکہ انسان کی فطرت ہے جس پر جہالت وضلالت کے جس قدر دبیز پردے پڑ چکے ہوں مگر مصیبت اور تکلیف کے وقت وہ ابھر کر سامنے آجاتی ہے اور اپنے خالق مالک خدا کو یاد کرتی ہے اور اس کے سایہ رحمت میں پناہ ڈھونڈتی ہے۔ اور اس طرح یہ تکلیفیں اصلاح احوال کا ذریعہ بن جاتی ہیں اور اگر شیطان اپنا ہاتھ دکھا جائے۔ اور ان کے برے کاموں کو ان کی آنکھوں میں اچھا کرکے دکھائے اور ان کی فطرت مسخ ہوجائے اور دل سخت ہوجائیں اور وہ خدا کی بارگاہ میں تضرع وزاری نہ کریں اور تائب نہ ہوں تو پھر خدائے مہربان ایک اور طریقہ سے ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے لئے رزق ودولت اور خوش حالی اور فارغ البالی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور تنگدستی فراخی سے اور تکلیف راحت سے بدل جاتی ہے تاکہ اپنے محسن ومنعم کا شکر ادا کریں بہرحال اگر اس طرح وہ اپنی اصلاح کریں تو فبہا ورنہ خدا کا قہر وغضب جوش میں آجاتا ہے اور ان کو نیست ونابود کردیا جاتا ہے۔ اور اس طرح ان کی اصل نسل قطع ہوجاتی ہے اور فتنہ وفساد کی جڑ کٹ جاتی ہے والحمدللہ رب العالمین۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی دنیا کا مال ومنال اور جاہ جلال بھی عذاب وعقاب ہی کا باعث بن جاتا ہے۔ اور ایک بے ایمان وبدکردار آدمی کا وجود مخلوق خدا کیلئے ایسا وزر وبال بن جاتا ہے کہ جس کے مٹ جانے پر اظہار تشکر کیا جاتا ہے نیز اس سے یہ درس بھی ملتا ہے کہ دنیا میں کسی شخص یا کسی قوم پر عیش وعشرت کے اسباب کی فراوانی اس کے محبوب خدا ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ یہ سب کچھ استدراج ہو کہ جس کا انجام بڑا خطرناک بھی ہوسکتا ہو۔ جس طرح کہ عسرت وتنگدستی اور بلا ومصیبت دشمن خدا ہونے کی علامت نہیں ہے ممکن ہے یہ سب کچھ ابتلاء آزمائش ہو جس کا انجام بڑا خوشگوار ہو۔

۴۶۔ فَلَمَّا نَسُوْا ...الآیۃ۔

مروی ہے کہ جب حجاج ثقفی کے حکم سے حضرت امیر علیہ السلام کے خاص غلام قنبر کو پکڑ کر اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے پوچھا کہ تم حضرت علی علیہ السلام کی کیا خدمت کیا کرتے تھے؟

کہا: دوسری خدمات کے علاوہ خاص طور پر میں آپؑ کو وضو کرایا کرتا تھا یعنی وضو کیلئے پانی وغیرہ پیش کرتا تھا۔

پوچھا: جب وہ وضو کر چکتے تھے تو کیا پڑھتے تھے؟

کہا: یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔"فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ (۴۴) فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ط وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ انعام آیت......۴۵)"۔

حجاج نے کہا: کیا وہ اس کی تاویل ہمارے بنی امیہ کے اقتدار کے بارے میں کرتے تھے؟

کہا: ہاں!

کہا: اگر میں تمہاری گردن اڑادوں تو تم کیا کرو گے؟

کہا: میں شہادت کی سعادت پر فائز ہو جاؤں گا۔ اور تم شقی و بدبخت بن جاؤ گے۔ (تفسیر عیاشی و برہان)

۴۷۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ ...الآية۔

انسان اپنے آنکھ اور دل و دماغ کے ساتھ ہی انسان ہے اور اگر یہ نہ ہوں یعنی آدمی سے سننے دیکھنے اور شعور کی قوت سلب ہو جائے تو ایک انسان ایک حیوان سے بھی بدتر ہو جائے۔ بنابریں خداوند عالم دھمکی دے رہا ہے کہ جو خدا یہ نعمتیں عطا کر سکتا ہے وہ جب چاہے تو ناشکری کرنے پر ان کے سلب کرنے پر بھی قادر ہے۔ کیونکہ اس کا وعدہ ہے کہ

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ" (سورہ ابراہیم آیت......۷)

اگر وہ کفران نعمت کی پاداش میں یہ نعمتیں واپس لے لے تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہیں یہ نعمتیں واپس لا دے؟

اسی بناء پر حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں یا ابن آدم "اذا رأيت ربك يتابع عليك نعمه فاحذره"۔ اے فرزند آدم۔ جب تو دیکھے کہ خداوند کریم تجھ پر مسلسل اپنی نعمتوں کی بارش برسا رہا ہے تو اس سے ڈر۔ (مجمع البیان)

کہیں یہ بخت و اقبال اور جاہ و جلال تیرے زوال کا باعث نہ بن جائے قرآن کا یہ اسلوب بیان

کس قدر دلاویز ہے کس طرح انداز بدل بدل کر لوگوں کو حقیقت ذہین نشین کرانے کی کوشش کرتا ہے تا کہ وہ وعظ ونصیحت حاصل کریں مگر افسوس کہ بموجب۔ مردنا ان پر کلام نرم و نازک بے اثر وہ پھر بھی روگردانی ہی کر رہے ہیں کبھی تخویف انذار اور کبھی اسباب عیش وعشرت کی فروانی اور کبھی تنگدستی و بیماری یہی تصریف الآیات کا مفہوم ہے۔

آیات القرآن

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۃ الآیات

کہئے ذرا غور کر کے بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا علانیہ آجائے تو ظالم لوگوں کے سوا اور کون ہلاک و برباد ہوگا؟ (۴۷) اور ہم پیغمبروں کو نہیں بھیجتے مگر نیکوکاروں کو خوشخبری دینے والا اور بدکاروں کو ڈرانے والا بنا کر پس جو ایمان لے آئیں اور اپنی اصلاح کر لیں (نیک عمل کریں)۔ تو نہ ان کیلئے کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے (۴۸) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو ان کی نا فرمانی کی وجہ سے عذاب پہنچے گا (۴۹) اے رسول کہہ دیجئے؟ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس

وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے کی جاتی ہے آپ کہیے! کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہے؟
تم غور وفکر کیوں نہیں کرتے۔(۵۰)

تفسیر الآیات

۴۸۔ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ ...الآیۃ

اس آیت میں صرف یہ بات قابل غور ہے کہ عذاب خدا کے ''بغتۃ'' (اچانک) اور ''جھرۃ'' (کھلم کھلا) آنے کا مطلب کیا ہے؟ مفسرین نے صراحت کی ہے کہ عذاب کے اچانک آنے سے بے خبری کے عالم میں اس طرح عذاب کا آنا مراد ہے جس کا وہم وگمان بھی نہ ہو اور نہ ہی اس کے آنے کے کوئی آثار نمایاں ہوں۔ جیسے رات کے وقت سونے کی حالت میں عذاب کا آنا اور کھلم کھلا سے مراد وہ عذاب ہے جو دن دھاڑے آئے اور جس کے آثار محسوس ہو رہے ہوں اس عنوان بیان کے ساتھ خالق دو جہاں نے ایک بار پھر کفار ومشرکین اور ظالمین و فاسقین کو تہدید و وعید کی ہے کہ اگر اس طرح اچانک یا ظاہر بظاہر عذاب الٰہی نازل ہو جائے تو ظالموں کے سوا اور کون تباہ و برباد ہوگا؟ جو تم ہی ہو مگر خدائے کریم نے رواداری کی خاطر برملا یہ نہیں کہا کہ وہ ہلاک و برباد ہونے والے تم ہو۔ تا کہ یہ بات ان کی طبیعت پر گراں بھی نہ گذرے۔ اور جو حقیقت ہے وہ بھی ان کے گوش گزار ہو جائے۔

۴۹۔ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ ...الآیۃ

انبیاء ومرسلین کے مبشر ومنذر بنا کر بھیجنے کا فلسفہ قبل ازیں تفصیل کے ساتھ اسی سورہ کی آیت نمبر ۹ کی تفسیر کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے ہم ان حقائق کا اعادہ کر کے کلام کو طول نہیں دینا چاہتے ہاں البتہ یہاں چونکہ ان کو مان کر ان کی اتباع واطاعت کرنے یا نہ مان کر ان کی نافرمانی کرنے کا ثمرہ اور نتیجہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اسلئے ہم بھی اسی بات کے مختصر بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ ان پر ایمان لائے اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لی۔ تو ان کیلئے نہ کوئی خوف ہے۔

اور نہ وہ غمگین ہوں گے عام مفسرین نے اس خوف وحزن سے مراد قیامت کا خوف و ہراس اور حزن وملال مراد لیا ہے کہ وہ بروز قیامت امن وامان میں ہوں گے ورنہ ظاہر ہے کہ دار دنیا میں تو ایسے خاصان خدا کو خوف اور حزن سے سابقہ پڑتا ہی رہتا ہے۔ مگر بعض مفسرین نے اس خوف وحزن کو اس کے عموم پر محمول کیا ہے۔ کہ جو خاصان خدا ہوتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں خوف وحزن سے بے نیاز ہوتے ہیں کیونکہ یہاں جس خوف کی نفی کی گئی

ہے اس سے مراد اپنے کردار پر افسوس ہے اور ظاہر ہے کہ یہ افسوس بدکردار لوگوں کو ہوتا ہے باایمان اور باکردار لوگ اس سے مبرا ہوتے ہیں اس لئے وہ ہر حال میں ثابت قدم، مستقل مزاج، اور مطمئن نظر آتے ہیں۔ اور حوادث کی آندھیاں اور مصائب وآلام کے زلزلے ان کے پائے ثبات میں جنبش پیدا نہیں کر سکتے (فصل الخطاب)

اور جو لوگ آیات الٰہیہ کو جھٹلاتے ہیں۔ نہ ایمان لاتے ہیں اور نہ انبیاء ورسل کی اتباع کرتے ہیں انہیں اپنے فسق یعنی کفر کی وجہ سے عذاب ہوگا اور وہ ضرور اپنے کئے کی سزا بھگتیں گے۔ فسق یعنی اللہ کی نافرمانی عام ہے یہ فسق کبھی کفر کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور کبھی عام گناہ کی شکل میں۔ لہٰذا ہر کافر فاسق ہے مگر ہر فاسق کافر نہیں ہوتا لیکن یہاں فسق سے بہر حال کفر اور خروج از سلام مراد ہے کیونکہ اس کا ایک قطعی قرینہ موجود ہے اور وہ ہے آیات الٰہیہ کی تکذیب کرنا اور ان کو جھٹلانا جو کہ کفر ہے۔

۵۰۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ ...الآیۃ۔

انبیاء ومرسلین اور آئمہ طاہرینؑ کے بارے میں عام لوگوں کا احمقانہ تصور

”نادان لوگوں کے ذہن میں ہمیشہ سے یہ احمقانہ تصور رہا ہے کہ جو شخص خدارسیدہ ہو اسے انسانیت سے ماوراء ہونا چاہیے اس سے عجائب وغرایب صادر ہونے چاہیں وہ ایک اشارہ کرے تو پہاڑ سونے کا بن جائے وہ حکم دے تو زمین خزانے ابلنے لگے۔ اس پر لوگوں کے اگلے پچھلے سب حالات روشن ہوں۔ وہ بتادے کہ گم شدہ چیز کہاں رکھی ہے۔ مریض بچ جائے گا یا مر جائے گا حاملہ کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ؟ اس کو انسان کی کمزوریوں اور محدودیتوں سے بھی بالاتر ہونا چاہیے بھلا وہ بھی کوئی خدا رسیدہ ہے جسے بھوک اور پیاس لگے۔ جس کو نیند آئے جو بیوی بچے رکھتا ہو جو اپنی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے خرید وفروخت کرتا ہو پھر جسے کبھی قرض لینے کی ضرورت پیش آئے اور کبھی وہ مفلسی اور تنگدستی میں مبتلا ہو کر پریشان حال رہے؟ اس قسم کے تصورات نبی کے معاصرین کی ذہنیت پر مسلط تھے۔ وہ جب آپ سے پیغمبری کا دعویٰ سنتے تھے تو آپ کی صداقت جانچنے کیلئے آپ سے غیب کی خبریں پوچھتے تھے۔ خوارق عادات کا مطالبہ کرتے تھے اور آپ کو تمام انسانوں جیسا ایک انسان دیکھ کر اعتراض کرتے تھے کہ یہ اچھا پیغمبر ہے جو کھاتا پیتا ہے بیوی بچے رکھتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے انہی باتوں کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے (تفہیم القرآن)۔

الغرض کفار ومشرکین کے ان مطالبات پر گہری نگاہ ڈالی جائے جو وہ مختلف اوقات میں پیغمبر اسلامؐ سے کیا کرتے تھے کہ اگر آپ واقعاً اللہ کے نبی ہیں تو ہمارے لئے دنیا بھر کے خزانے جمع کر دیں

ہمیں ہمارے آنے والے واقعات بتا دیں تا کہ ہم مفید چیزوں کو حاصل کر سکیں اور مضر چیزوں سے بچ سکیں اور اگر آپ پیغمبرؐ ہیں تو ہماری طرح انسان کیوں ہیں جو ہماری طرح والدین سے پیدا ہوئے ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں اور ہماری طرح سوتے اور جاگتے ہیں اللہ نے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر کیوں نہیں بھیجا جو ان بشری صفات سے ماوراء ہوتا۔ ان لوگوں کے انہی مطالبات کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہہ دیجئے کہ اللہ کے خزائن میرے پاس نہیں ہیں کہ میں تمہارے لئے جمع کردوں۔ ''لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ''(سورہ منافقون آیت......۷) آسمانوں کے خزانے اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔''وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ''(سورہ حجر آیت......۲۱) ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو بقدر معلوم نازل کرتے ہیں۔ اس لئے ''فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ الرِّزۡقَ وَ اعۡبُدُوۡهُ وَ اشۡكُرُوۡا لَهٗ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ''(عنکبوت آیت......۱۷) رزق اللہ سے طلب کرو۔ اور اس کی عبادت کرو۔ اور اس کا شکر کرو۔ آخر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ خاصان خدا یتعلیم اللہ بہت سے مغیبات پر اطلاع رکھتے ہیں چنانچہ حضرت رسول خدا کو خدائے علام الغیوب نے ہزاروں غیب کی چیزوں کا علم عطا فرمایا تھا اور ان کو تمام کائنات سے زیادہ دولت علم سے نوازا تھا اور وہ مغیبات کثیرہ پر مطلع تھے مگر ہم سورہ آل عمران کی آیت ۱۷۹ (وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطۡلِعَكُمۡ عَلَی الۡغَیۡبِ) کی تفسیر کے ضمن میں علم غیب کا لغوی و اصطلاحی مفہوم بیان کرنے کے بعد بڑی تفصیل سے واضح کر چکے ہیں کہ عالم الغیب اس ذات کو کہا جاتا ہے جس کا علم کلی و احاطی ہو یعنی کائنات کی ہر چیز کو محیط ہو اور وہ بھی ذاتی ہو کسی اور کا عطا کردہ نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی ہستی صرف اور صرف خالق کون ومکان اور خالق دوجہاں ہی کی ہے وبس۔ لہٰذا اس کے سوا کسی بھی مخلوق کو عالم الغیب کہنا شرعاً صحیح نہیں ہے۔ (اوائل المقالات شیخ مفیدؒ صفحہ ۱۹، شرح اصول کافی جلد ۶ صفحہ ۲۸ طبع تہران، فاضل مازندرانی مجمع البیان جلد اول صفحہ ۵۸۴ طبع ایران قدیم وغیرہ)۔

اسی لئے ایک دوسرے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے کہلوایا گیا ہے۔''وَ لَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَیۡرِ ۚۖ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوۡٓءُ ۚ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ وَّ بَشِیۡرٌ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ''(سورہ اعراف آیت......۱۸۸)۔ اگر میں غیب دان ہوتا تو میں بہت سا نفع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو صرف ایمان دار لوگوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔

"قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط وَ مَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ" (سورہ النحل آیت...... ۶۵)۔اور میں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

اس سے کچھ غلط اندیش لوگوں نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ فرشتے نبیوں سے افضل ہوتے ہیں مگر یہ استدلال محض غلط ہے۔ یہ بات اپنے مقام پر طے شدہ ہے کہ تمام انواع عالم میں سے افضل نوع انسانی نوع ہے اور انسان ہی مجموعہ اضداد اور پھر فاعل مختار ہونے کی بنا پر اشرف المخلوقات اور افضل الموجودات ہے اور انبیاء و مرسلین اسی اعلیٰ نوع کے افضل و اکمل افراد ہوتے ہیں اور سرکار محمد وال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے افضل و اکمل ہیں اس لئے فرشتے تو ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ عام لوگوں بالخصوص کافروں کے دل و دماغ میں ایک ناقص اور گمراہ انسان کا تصور موجود تھا۔ ان کو معلوم نہیں تھا کہ ایک انسان کامل کا مقام فرشتوں سے بدر جہا بلند و بالا ہے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

مقام نبی کا مختصر تعارف؟

میں تو اس کی اتباع کرتا ہوں جس کی مجھے وحی ہوتی ہے مقصد یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ خاص اور اس کا رسول ہوں اس کا مد مقابل نہیں ہوں۔ اس طرح خداوند علیم و حکیم نے جہاں نادان لوگوں کی ذہنیت کی اصلاح کردی وہاں ان کو مقام نبی و رسول کا اجمالی تعارف بھی کرا دیا کہ وہ ہر لحاظ سے ایک انسان کامل اور خاص بندہ خدا ہوتا ہے اور اس کی وحی و مشیت کا تابع ہوتا ہے یعنی معصوم عن الخطاء ہوتا ہے اور اس کے دین کا داعی اور مبلغ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس منصب کیلئے خدا کے خزانوں کا مالک ہونا یا عالم الغیب ہونا یا پھر فرشتہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ مگر اس کا کیا علاج ہے کہ بقول مولانا ابوالکلام آزاد "دین حق کے بارے میں انسان کی یہ عالمگیر گمراہی رہی ہے کہ ہمیشہ ماوراء فطرت عجائب و غرائب کا خواہشمند رہا ہے اور اس کی عجائب پسند طبیعت اس پر قانع نہیں ہوتی کہ سچائی اپنی سیدھی سادی شکل میں نمایاں ہو جائے۔ یہی گمراہی ہے جس نے پیروان مذاہب کی راہ کو تو ہم پرستوں کی راہ بنا دیا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنے داعیوں کو انسانیت کی سطح سے بلند کر کے الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیا لیکن قرآن اس لئے آیا تھا کہ اس طرح کی تمام گمراہیوں کی راہ بند کردے اس لئے آیت ۵۱ میں پیغمبر اسلام کی حیثیت واضح کردی ہے" (ترجمان القرآن)۔

۵۱۔ قل ھل یستوی..... الآیة۔

کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوتے ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس انداز تخاطب سے خداوند عالم ان لوگوں کو تنبیہ کرنا چاہتا ہے جو حضرت رسول خداؐ کو ان کے بشر و انسان ہونے کی وجہ سے عام بشری کمزوریوں میں آپ کو اپنے جیسا خیال کرتے ہیں گویا خدا یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ جتنا ایک اندھے اور آنکھوں والے میں فرق ہوتا ہے۔ اتنا ہی فرق تم میں اور حبیب کبریاء میں ہے۔ تمہارے نظریات تمہارے قیاسات اور ذاتی خیالات پر مبنی ہیں اور میرے معتقدات وحی ربانی کے مطابق ہیں۔ لہٰذا جس طرح عالم و جاہل کبھی برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک نبی اور عام آدمی بھی مرتبہ و مقام میں برابر نہیں ہو سکتے۔

آیات القرآن

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ
دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۵۱ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ
مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۵۲ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ
مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۵۳ وَاِذَا
جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ
عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًاۢ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ
بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۵۴

ترجمۃ الآیات

اور آپ اس (وحی شدہ قرآن) کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈرائیں۔ جنہیں خوف (اندیشہ) ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف محشور ہوں گے۔ کہ اس (اللہ) کے سوا ان کا نہ کوئی سرپرست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی شاید کہ وہ متقی و پرہیزگار بن جائیں (۵۱) (اے رسول) ان لوگوں کو اپنے پاس سے نہ دھتکارو۔ جو اپنے پروردگار کی رضا جوئی کی خاطر صبح و شام اسے پکارتے ہیں۔ ان کا کچھ بھی حساب کتاب آپ کے ذمہ نہیں ہے اور نہ ہی آپ کا کچھ بھی حساب کتاب ان کے ذمہ ہے اور اگر آپ نے پھر بھی انہیں دھتکار دیا تو آپ بے انصافی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے (۵۲) اس طرح ہم نے بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ وہ کہیں کہ کیا یہی وہ ہیں جن کو ہم میں سے اللہ نے اپنے (خاص) احسان سے نوازا ہے؟ کیا اللہ اپنے شکرگذار بندوں کو (ان سے) زیادہ نہیں جانتا ہے؟ (۵۳) اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں تو ان سے کہو سلام علیکم (تم پر سلامتی ہو)۔ تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دی ہے (لہٰذا) اگر تم میں سے کوئی شخص جہالت و نادانی کی وجہ سے کوئی برائی کرے پھر اس کے بعد توبہ کرلے۔ اور اپنی اصلاح کرلے تو بے شک وہ (اللہ) بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۵۴)

تفسیر الآیات

۵۲۔ وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ...... الآیۃ۔

مفسرین میں قدرے اختلاف ہے کہ ان کو ڈرائیں جو حشر سے ڈرتے ہیں۔ سے کون لوگ مراد ہیں؟ بعض نے اس سے اہل ایمان اور بعض نے کفار مراد لئے ہیں اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو عقیدہ قیامت کے بارے میں تین قسم کے لوگ نظر آتے ہیں۔

۱۔ ایک جن کو قیامت کے آنے کا یقین ہے۔

۲۔ دوسرے وہ جن کو اس کے وقوع پذیر ہونے میں شک وتردد ہے۔

۳۔ تیسرے وہ جو بڑے شدومد کے ساتھ اس کا انکار کرتے ہیں۔

اگرچہ انبیاء ورسل کو انذار (ڈرانے) کا جو حکم ہے وہ عمومی ہے کہ تمام لوگوں کو ڈرائیں۔مگر یہاں خصوصی طور پر آنحضرت کو پہلے طبقہ کو قرآن کے ذریعے سے ڈرانے کا جو حکم دیا جارہا ہے یہ اس لئے ہے تاکہ ان کے عقیدہ ایمان میں مزید پختگی اور اخروی زندگی کو سنوارنے کیلئے عمل وکردار میں اور درستگی آجائے اور ویسے دوسرے طبقہ کو بھی نظرانداز نہ کریں کیونکہ توقع ہے کہ وہ اس تبلیغ وانذار سے اثر لیں اور اس کی وجہ سے ان کا شک وتردد زائل ہوجائے اور دولت ایمان سے ان کا دامن بھر جائے حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے فرمایا:

انذر بالقرآن من يرجون الوصول الى ربهم ترغبهم فيما عنده فان القران شافع مشفع لهم۔ یعنی قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈرائیں جو خدا کی بارگاہ میں حاضری وحضوری کی امید رکھتے ہیں اور ان کو خدا کے اجروثواب کی رغبت دلائیں کیونکہ ان کیلئے قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جو مقبول الشفاعہ ہے۔(مجمع البیان)

اور آخر میں جو اللہ یہ فرمارہا ہے کہ ان کیلئے کوئی سرپرست اور سفارشی نہیں ہے۔تو اگر تو حشر سے ڈرنے والوں سے کافر مراد لئے جائیں تو پھر تو بات واضح ہے کہ کافروں کا کوئی سرپرست اور سفارش کرنے والا نہیں ہے لیکن اگر اس سے اہل ایمان مراد لئے جائیں جیسا کہ ہم نے لئے ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کے اذن واجازت کے بغیر ان کا کوئی سفارشی نہیں ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ''مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ'' کون ہے جو اس (اللہ) کی اجازت کے بغیر سفارش کرسکے؟ (سورہ بقرہ آیت......۲۵۵)۔

۵۳۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ......الآیۃ۔

اس آیت کی شان نزول

بعض مفسرین نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار قریش کے چند بڑے آدمی پیغمبر اسلامؐ کے پاس سے گذرے دیکھا کہ آپ کی خدمت میں عمارؓ، بلالؓ، صہیبؓ اور خبابؓ جیسے غرباء ومساکین مسلمان بیٹھے ہوئے ہیں یہ منظر دیکھ کر بولے یا محمدؐ! یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے خصوصی احسان وانعام کیا ہے آپ چاہتے ہیں کہ ہم ان کے تابع بن کر رہیں؟ آپ پہلے ان ناداروں اور گھٹیا قسم کے لوگوں کو اپنی بزم سے اٹھائیں تو پھر ہوسکتا ہے کہ ہم آپ کے پاس آئیں اور ممکن ہے ایمان بھی

لائیں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(مجمع البیان بحوالہ تفسیر ثعلبی)۔

ہر دور کے طبقہ روساء کی ذہنیت کا تذکرہ

طبقہ روساء کی یہ پرانی روش اور ذہنیت ہے کہ وہ غریب و نادار لوگوں کے پاس اٹھنے بیٹھنے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو شریف اور معزز سمجھتے ہیں اور غریب و نادار لوگوں کو رذیل جانتے ہیں۔

ہر دور میں اکثر دیندار لوگ غریب و نادار رہے ہیں

اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہر دور میں انبیاء و مرسلین کی تصدیق کرنے والے اور ان کی قدردانی کرتے ہوئے ان پر ایمان لانے والے زیادہ تر نادار ہی رہے ہیں جنھیں امراء و رؤسا ہمیشہ رذیل اور ذلیل کہا کرتے تھے۔قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے دور سے لے کر پیغمبر اسلامؐ کے عہد تک ہر دور میں اہل کفر و شرک کے اکابر کی غریب اہل ایمان کے ساتھ یہی روش و رفتار رہی ہے قرآن خبر دیتا ہے کہ جناب نوح علیہ السلام کے عہد میں ایسے ہی لوگوں نے کہا تھا: ''قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ'' (شعراء آیت......۱۱۱) ہم کس طرح آپ پر ایمان لائیں حالانکہ آپ کے جو پیرو کار ہیں وہ رذیل لوگ ہیں۔

اور یہی ذہنیت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں بھی کارفرما نظر آتی ہے۔''یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ'' (سورہ منافقون......۸) کہ جب ہم عزت دار لوگ مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو وہاں سے ذلیل لوگوں کو باہر نکال دیں گے۔

سچ ہے کہ۔

ہر دور میں ہوتی رہی طاقت کی پرستش
ہر دور یزیدوں کا طرفدار رہا ہے

انبیاءؑ نے،قرآن نے اور پیغمبر اسلامؐ نے ہمیشہ یہ حقیقت واضح کی ہے کہ شرافت و رذالت کا معیار نہ پیشہ ہے نہ پیسہ ہے،نہ رنگ ہے نہ روپ ہے،نہ قد ہے نہ کاٹھ ہے،نہ نسل ہے نہ خاندان ہے،ہاں البتہ اگر اس کا میزان ہے تو ایمان ہے علم ہے،عمل ہے اور تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔

''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ'' عزت تو بس اللہ کیلئے ہے اس کے رسول کیلئے ہے اور اہل ایمان کیلئے ہے مگر منافق لوگ جانتے نہیں ہیں۔(سورہ المنافقون آیت......۸)

الغرض کفار قریش کے ان بڑے سرداروں کے اس بے جا مطالبہ پر خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی اور اپنے پیغمبر اکرمؐ کو حکم دیا کہ خبردار ان لوگوں کو اپنے پاس سے نہ دھتکاریں جو خدا کی رضا جوئی کی خاطر صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں۔ ان کے حساب و کتاب کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے اور نہ آپ کے حساب و کتاب کی ذمہ داری ان پر ہے ہر شخص اپنے عیب و صواب کا خود ذمہ دار ہے لہٰذا اگر آپ نے ان کو دھتکار دیا تو آپ بے انصاف لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔

تنبیہ

مخفی نہ رہے کہ اس ممانعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آنحضرتؐ کافر رؤساء کا یہ مطالبہ قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے؟ (العیاذ باللہ) بلکہ خدائے علیم و حکیم نے اس قسم کا سخت لہجہ اختیار کر کے ان لوگوں کو تنبیہ کی ہے اور ان کی زبان بندی کی ہے جو اس قسم کا غلط مطالبہ رحمۃ للعالمین سے کر رہے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی امت کو بھی ایسا ہی طرز عمل اختیار کرنے کی ہدایت کر دی گئی ہے۔

۵۴۔ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا ...الآیۃ۔

اس آیت کی تشریح سابقہ آیت کی تفسیر کے ضمن میں کر دی گئی ہے۔ قوم قریش کے سرداران غریب اور مسکین اہل ایمان کے ساتھ حسد کرتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ سب سے پہلے ایمان لانے کا رتبہ انہوں نے کیوں حاصل کر لیا چونکہ یہ سب کچھ اس کی توفیق اور خذلان کے نتیجہ میں ہوا ہے اس لئے اس کی نسبت مجازاً خدا کی طرف دے دی گئی کہ سرمایہ داری اور سرداری کا گھمنڈ رکھنے والوں کو خدا نے ہی اس آزمائش کی کٹھالی میں ڈالا ہے۔

اسلامی طریقہ پر سلام کرنے کی تعلیم؟

۵۵۔ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ ...الآیۃ۔

اسلامی طریقہ پر سلام کرنے کا حکم

اس آیت مبارکہ سے اسلامی طریقہ سے سلام کرنے کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ جب اہل ایمان ایک دوسرے سے ملیں تو پہل کرنے والے یوں کہیں سلام علیکم۔ اور جواب دینے والا کچھ اضافہ سے جواب دے جیسے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ اور اگر سلام کرنے والا سلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو جواب دینے والا وبرکاتہ کا بھی اضافہ کرے جیسا کہ اس بات کی وضاحت سورہ نسا آیت مبارکہ ۸۶ ’’وَاِذَا

حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا'' کی تفسیر کے ضمن میں کر دی گئی ہے اگرچہ السلام علیکم کہنا بھی شرعاً صحیح ہے مگر قرآن کی متعدد آیات سے سلام علیکم کہنے کی برتری واضح ہوتی ہے ان میں سے ایک آیت تو یہی ہے جس میں خالق دو جہان نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''سلام علیکم'' کہہ کر اہل ایمان کو سلام کرنے کی تعلیم دی ہے دوسری وہ آیت ہے جس میں فرشتوں اہل بہشت کو سلام علیکم کہہ کر سلام کرنے کا تذکرہ ہے ''والملائکة یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ یقولون سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ'' (سورہ رعد آیت...... ۲۳،۲۴)

پیغمبر اسلام فرماتے ہیں:

''ادبنی ربی فاحسن تادیبی'' میرے پروردگار نے مجھے بہترین طریقہ پر ادب سکھایا ہے۔

اس لئے آپ نے اخلاق عالیہ کی عمارت کو اس کی تکمیل کی منزل تک پہنچا دیا۔

۵۶۔ كَتَبَ رَبُّكُمْ ......الآیة

اسی سورہ انعام کی آیت نمبر ۸ ''کتب علی نفسه الرحمة'' کی تفسیر کے ضمن میں اس آیت کی تفسیر بیان ہو چکی ہے اور واضح کیا جا چکا ہے۔ کہ خدا نے جو اپنی ذات پر اپنے بندوں پر رحمت کرنا واجب قرار دی ہے تو یہ وجوب کسی اور کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اپنے فضل و کرم کی بنا پر اس نے اسے اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے لہٰذا بموجب رحمت حق بہانہ می جوید بہا نمی جوید

اگر کوئی شخص جہالت کی وجہ سے کوئی برائی کرے اور اس کے بعد فوراً توبہ کر لے اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لے تو خدا بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔

شرائط توبہ اور اس کے طریقہ کار کا اجمالی بیان

ہم قبل ازیں سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۷ ''اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ'' کی تفسیر میں شرعی توبہ کا طریقہ کار اور اس کے قواعد وضوابط اور شرائط پر مفصل گفتگو کر چکے ہیں لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے یہاں ان مطالب کے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے اور یہ حقیقت بھی وہاں الم نشرح کی جا چکی ہے کہ یہاں جہالت سے مراد سفاہت اور بے وقوفی ہے اور یہ کہ جو شخص بھی جان بوجھ کر اپنے پروردگار کی عصیان کاری کرتا ہے وہ اگرچہ عالم بھی کیوں نہ ہو۔ مگر وہ گناہ کرتے وقت جاہل ہی ہوتا ہے۔ فراجع

آیات القرآن

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ﴿۵۵﴾ قُلْ اِنِّیْ
نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ
اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّیْ عَلٰى
بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ
الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ
مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَيْنِیْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ
بِالظّٰلِمِيْنَ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِی
الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ
الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴿۵۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور اسی طرح ہم اپنی آیتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ مجرموں کا راستہ بالکل واضح ہوجائے (۵۵) اے رسول کہہ دیجئے! کہ مجھے منع کیا گیا ہے بالکل کہ میں ان (معبودان باطل) کی عبادت کروں جن کو تم اللہ کے سوا خدا کہہ کر پکارتے ہو میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا۔ اس صورت میں تو میں گمراہ ہوجاؤں گا۔ اور ہدایت یافتہ لوگوں سے نہ رہوں گا (۵۶) کہہ دیجئے! کہ میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر قائم ہوں۔ اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے جس (عذاب) کی تم جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے فیصلہ کرنے کا اختیار اللہ کے پاس ہے وہ حق بیان کرتا ہے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے (۵۷) کہہ دیجئے! کہ جس عذاب کیلئے

تم جلدی کرتے ہو اگر وہ میرے پاس ہوتا تو میرے اور تمہارے درمیان کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور اللہ ظالموں کو زیادہ بہتر جانتا ہے (۵۸) اور اس (اللہ) کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں۔ جنہیں اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور وہ اسے بھی جانتا ہے جو خشکی میں ہے۔ اور اسے بھی جانتا ہے جو تری میں ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں ہے اور نہ کوئی تر ہے اور نہ کوئی خشک ہے مگر یہ کہ وہ کتاب مبین میں موجود ہے۔ (۵۹)

تفسیر الآیات

۵۷۔ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ ...الآية۔

خداوند علیم نے قرآن مجید میں صالحین کی صفات بھی بیان کر دی ہیں اور مجرمین کی علامات بھی واضح کر دی ہیں۔ اب ہر گز وہ اپنی صفات وعلامات سے باآسانی پہچانا جا سکتا ہے۔ ع

و بضدها تتبین الاشیاء

۵۸۔ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ ...الآية۔

سابقہ آیت میں بدکاروں و گنہگاروں کے جس غلط راستہ کا اجمالاً ذکر کیا گیا تھا اس آیت میں اس کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے کہ گنہگاروں کا وہ راستہ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت و پرستش کرنا ہے۔ بجائے اس کے کہ کفار ومشرکین رب العالمین کی عبادت کرتے الٹا وہ توحید پروردگار کے سب سے بڑے علمدار اور سب سے بڑے خدا کے عبادت گزار یعنی اقلیم ختم رسالت کے تاجدار کے متعلق بھی یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ بھی خدا کی بجائے ان کے معبودان باطل اصنام واوثان کی عبادت کریں آنحضرت کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ کہیں کہ میں بینہ وبرہان کے ساتھ خالق کون ومکان کی عبادت کرتا ہوں جبکہ تم اس کے منکر ہو تو اس کے باوجود محض تمہاری خواہش نفس کے مطابق میں تمہارے خود ساختہ باطل معبودوں کی عبادت کروں تو اس سے بڑھ کر اور کیا ضلالت وگمراہی ہوگی؟ آیا اس بات کا شرعاً یا عقلاً کوئی جواز ہے کہ عالم جاہل کی اور حق پرست باطل نواز کی پیروی کرے؟

۵۹۔ مَا عِنْدِيْ ...الآية۔

جس چیز کی تم جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے اس سے مراد عذاب خداوندی ہے چونکہ

پیغمبر اسلامؐ جہاں بشیر تھے کہ ایمانداروں اور نیکوکاروں کو جنت الفردوس اور اجر وثواب کی خوشخبری دیتے تھے وہاں نذیر بھی تھے کہ کافروں، مشرکوں اور بدکاروں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے بھی تھے کہ اگر تم نے کفر وشرک اور گناہ نہ چھوڑے تو خدا تم پر وہ عذاب نازل کرے گا جو تمہیں تباہ و برباد کر دے گا۔ تو سرکش لوگ چونکہ ثواب وعذاب کے منکر تھے اس لئے جواب میں کہتے تھے ہم کفر وشرک اور گناہ ترک نہیں کرتے تو آپؐ ہم پر وہ عذاب نازل کریں۔ چنانچہ دوسرے مقام پر اس کی صراحت موجود ہے کہ ''یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ'' (سورہ حج آیت ...... ۴۷، سورہ عنکبوت۔ ۵۳ و ۵۴) وہ آپ سے عذاب کے بارے میں جلدی کرتے ہیں۔ ایک اور جگہ ان کا ان الفاظ کے ساتھ عذاب الٰہی کو دعوت دینا مذکور ہے۔ ''فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ'' (سورہ انفال آیت ...... ۲۳)۔ کہ بے شک ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا دردناک عذاب لے آ۔ مگر ان کی اس جلد بازی کے جواب میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جاتا ہے کہ ان جلد بازوں سے کہو کہ عذاب نازل کرنے کا معاملہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے ورنہ اس کا فیصلہ کب کا ہو چکا ہوتا۔ بلکہ اس کا معاملہ اس خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے جو حکیم بھی ہے اور حلیم بھی لہٰذا وہ جلدی نہیں کرتا بلکہ گنہگاروں اور بدکاروں کو برابر مہلت پر مہلت دیتا رہتا ہے۔ تاکہ شاید وہ اپنی اصلاح کر لیں اور ان پر مکمل طور پر حجت تمام ہو جائے لہٰذا وہ اپنے مقررہ وقت پر عذاب نازل کرے گا مجھے اس میں تقدیم یا تاخیر کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ ''اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ''۔

۶۰۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ... الآیۃ۔

علم غیب کی مکمل بحث سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۹ ''ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب'' کی تفسیر کے ضمن میں تفصیلاً اور ابھی اوپر آیت نمبر ۵۰ ولا اعلم الغیب کے ذیل میں اجمالاً گذر چکی ہے۔ لہٰذا اس کے اعادہ وتکرار کی ہرگز نہ گنجائش ہے اور نہ ہی ضرورت۔ مذکورہ بالا مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہاں صرف اتنا سن لیں۔ مفاتح مفتح کی جمع ہے اگر اسے میم کی زبر سے پڑھا جائے تو اس کے معنی خزانہ کے ہیں اور اگر اس کو میم کی زیر سے پڑھا جائے تو اس کی معنی کنجی کے ہیں بنا بریں مطلب یہ ہوگا کہ غیب کے خزانے یا غیب کی کنجیاں اللہ رب العزت کے پاس ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ:

''ان مفاتح الغیب خمس ان اللہ عندہ علم الساعۃ، ینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بای ارض تموت''۔

بے شک غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں۔

۱۔قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے۔ ۲۔وہی جب چاہتا ہے بارش برساتا ہے۔
۳۔وہی جانتا ہے کہ عورتوں کے شکم میں کیا ہے۔ ۴۔کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا؟
۵۔اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا (تفسیر کاشف)۔

''وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ''۔آسمان وزمین کا کوئی ذرہ بھی آپ کے پروردگار سے پوشیدہ نہیں ہے (سورہ یونس آیت......۶۱)۔

اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اور وہی خشکی اور تری کی ہر چیز کو جانتا ہے اور علم کی اس گہرائی و گیرائی اور ہمہ گیری میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔نہ کوئی مومنِ ممتحن، نہ کوئی ملک مقرب اور نہ کوئی نبی مرسل۔
وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔(سورہ بقرہ آیت......۲۵۵)

اس کتاب مبین سے کیا مراد ہے؟ فریقین کے اکثر مفسرین نے اس سے لوح محفوظ مراد لی ہے اور بعض نے اس سے علم الہی مراد لیا ہے (تبیان، مجمع البیان وجلالین)
مگر مشہور یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔
مگر علامہ سید علی نقی اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں ''ابھی تک اس کا ماخذ میرے علم میں نہیں ہے'' (فصل الخطاب)
میں بھی اعتراف کرتا ہوں کہ بیسیوں کتب تفسیر وحدیث کی ورق گردانی کرنے کے باوجود نظر قاصر سے ایسی کوئی حدیث نہیں گذری جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ فقرہ ایک مستقل آیت کی حیثیت رکھتا ہے اور اس روشن کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔واللہ العالم۔لعل اللہ یحدث بعد ذلك امراً۔

آیات القرآن

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ

وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۃ الآیات

وہی (اللہ) ہے جو رات کے وقت تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے۔ اور تم دن میں جو کچھ کرتے ہو اسے جانتا ہے پھر تمہیں اس (دن) میں اٹھاتا ہے۔ تاکہ (زندگی کی) مقررہ مدت پوری ہو پھر تمہاری بازگشت اسی کی طرف ہے پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ (بھلا یا برا) تم کرتے تھے (٦٠) اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے (اور پوری قدرت رکھتا ہے) اور وہ تم پر حفاظت (نگرانی) کرنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے (٦١) پھر وہ اللہ کے پاس جو ان کا حقیقی مالک ہے لوٹائے جاتے ہیں۔ خبردار فیصلہ کرنے کا اختیار اسی کو حاصل ہے اور وہ سب سے زیادہ جلدی حساب لینے والا ہے (٦٢) (اے رسول) کہیئے کہ تمہیں صحرا و سمندر کے اندھیروں سے (مصیبتوں سے) کون نجات دیتا ہے؟ جب تم اسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو۔ (اور دل میں کہتے ہو) کہ اگر وہ ہمیں ان (خطرات) سے نجات دے دے تو ہم شکر گزاروں میں سے ہوں گے۔ (٦٣)

تفسیر الآیات

٦١۔ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ... الآیۃ۔

رات کے وقت وفات دینے کا حکم؟

ہم سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ (يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ) کی تفسیر میں وفات کے لغوی اور اصطلاحی معنوں، کی تحقیق پیش کر چکے ہیں کہ اس کے حقیقی معنی کسی چیز کو پورا لینے کے ہیں ہاں البتہ اس

کے ایک مجازی معنی موت کے ہیں اور دوسرے نیند چنانچہ یہاں یہ لفظ نیند کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں بھی موت کی طرح انسان کے ظاہری اور باطنی حواس معطل ہوجاتے ہیں اسی بنا پر کہا جاتا ہے ''النوم اخت الموت'' کہ نیند موت کی بہن ہے۔ اسی بنا پر خداوند عالم ایک اور مقام پر یہ فرماتا ہے:

''اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى '' اور اللہ لوگوں کی موت کے وقت ان کی روحوں کو قبض کرتا ہے اور جو ہنوز نہیں مرے (ان کی موت کا وقت نہیں آیا) تو ان کی روحوں کو نیند کے وقت قبض کرتا ہے پس جن کی موت کا خدا فیصلہ کر دیتا ہے ان کو روک لیتا ہے اور باقی روحوں کو مقررہ وقت تک واپس بھیج دیتا ہے۔ (سورہ زمر آیت...... ۴۲)

بعینہ ہماری زیر قلم آیت مبارکہ کا یہی مطلب ہے کہ خدا رات کے وقت تمہاری روح قبض کر لیتا ہے پھر تمہیں اٹھاتا ہے یعنی نیند سے بیدار کرتا ہے۔ تاکہ مقررہ معیاد پوری ہو۔ اور پھر اسی کی بارگاہ میں پلٹ کر جانا ہے وہ تمہیں بتائے گا کہ تم دار دنیا میں کیا کیا کرتے تھے؟

نیند اور موت میں فرق؟

اس بیان سے واضح وعیاں ہوگیا کہ موت کے وقت انسان کے تمام ظاہری اور باطنی حواس وقویٰ از کار رفتہ اور بالکل بے کار ہوجاتے ہیں اور جسم وجان کا رشتہ، بالکل منقطع ہوجاتا ہے مگر نیند کے وقت اس کا یہ تعطل اور جسم وجان کے رشتہ کا انقطاع عارضی ہوتا ہے چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

يخرج الروح عند النوم ويبقى شعاعها في الجسد وبذلك يرى الرويا فاذا انتبه من النوم عادت الروح باسرع من لحظة۔۔ نیند کے وقت روح جسم سے نکل تو جاتی ہے مگر اس کی شعاع جسم میں باقی رہتی ہے لہٰذا جب آدمی بیدار ہوگز ہے تو لحظہ سے بھی جلد واپس لوٹ آتی ہے۔ (کاشف)

۶۲۔ ''وَ يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ''

تم لوگ دن میں جو کچھ (اچھائی یا برائی) کرتے ہو۔ اللہ اسے جانتا ہے۔ اس بیان سے بظاہر خدائے تعالیٰ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ جس طرح وہ نیند کے بعد تمہیں بیدار کرتا ہے۔ اسی طرح موت کے بعد قیامت کے دن تمہیں زندہ کر کے محشور فرمائے گا اور تم دار دنیا کے شب وروز میں جو کچھ نیکی یا بدی کرتے ہو وہ تمہیں بتائے گا اور اس کے مطابق تمہیں جزا وسزا دے گا اور ہر شخص اپنے عمل کو یعنی اس کی جزا وسزا کو حاضر پائے گا۔

۶۳۔ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً... الآية۔

ملائکہ حافظین کا تذکرہ

اللہ تم پر نگہبان (فرشتے) بھیجتا ہے حفظہ، حافظ کی جمع ہے مفسرین اسلام میں اس بات کے بارے میں قدرے اختلاف ہے کہ ان نگہبانوں سے مراد کون سے فرشتے ہیں؟ عام طور پر مشہور یہی ہے کہ ان سے مراد کراماً کاتبین ہیں جو انسان کے ہر چھوٹے بڑے اور ہر نیک و بدکام کی نگرانی اور حفاظت کرتے ہیں۔ انہی کو خدا نے قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر حافظین کراماً کاتبین کہا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ۔ (سورہ انفطار آیت۔۱۰،۱۱) یعنی تم پر بزرگ (فرشتے) لکھنے والے نگہبان مقرر ہیں تم جو کچھ کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔

اور بعض مفسرین نے اس لفظ کو اس کے عموم پر باقی رکھا ہے اور اس سے وہ فرشتے مراد لئے ہیں جو آفات وبلیات سے انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔ ارشاد قدرت ہے: ''لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ''۔ انسان کے آگے اور پیچھے فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ (سورہ رعد آیت......۱۱)

کراما کاتبین کے لکھنے کا طریقہ کار کیا ہے

اب رہی اس بات کی تحقیق کہ ان کراما کاتبین کے اعمال کو لکھنے اور ان کی حفاظت کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟ ہر مفسر نے اپنی فہم وفراست کے مطابق اس کے مفہوم کا تعین کیا ہے۔ جدید مفسرین میں سے بعض نے ان کے طریقہ کار کو خفیہ پولیس (سی۔آئی۔ڈی) کی طرح کاروائی قرار دیا ہے (تفسیر المنار والمراغی)

اور بعض نے گراموفون کی طرح ریکارڈنگ قرار دیا ہے کہ جسے قیامت کے دن چلا دیا جائے گا۔ اور آدمی کی زندگی کا صحیفہ اس کے سامنے رکھ دیا جائے (ضیاالقران)

اور بعض نے یہ کہہ کر اس بحث وتمحیص کا دفتر بند کر دیا ہے کہ ہم اس کی کیفیت معلوم کرنے کے مکلف نہیں ہیں (تفسیر کاشف) وھو فی محلّہ

اگر چہ اعمال ناموں کے دائیں بائیں ہاتھ میں دیئے جانے ان کے میزان عدل پر تولے جانے اور نبی وامام کی بارگاہ میں ان کے پیش کئے جانے کی آیات وروایات کے ظاہر سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کراماً کاتبین کی کاروائی خفیہ پولیس کی رپورٹ کی طرح کی کوئی کاروائی ہے واللہ العالم بحقیقة الحال۔

بہر حال موت کے بعد لوگ اپنے برحق مالک کی بارگاہ میں لوٹائے جائیں گے۔ وهوا سرع الحاسبین۔

حضرت امیر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ خداوند عالم ایک وقت میں سب خلائق کا کس طرح حساب لے گا؟

فرمایا: جس طرح ایک ہی مرتبہ سب خلائق کو رزق پہنچاتا ہے (مجمع البیان، ونور الثقلین)

اس موضوع کی مزید تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری کتاب احسن الفوائد کی طرف رجوع فرمائیں۔

۶۴۔ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا ...الآیۃ۔

بعض روایات میں وارد ہے کہ:

ایک بار کسی یہودی نے حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ "لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا" اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا (سورہ نساء آیت...... ۸۲) یعنی اس میں اختلاف کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرماتا ہے "اَللهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ" (سورہ زمر آیت...... ۴۲)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ مارتا ہے ایک اور جگہ وارد ہے۔ "يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ" (سورہ سجدہ...... ۱۱)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت مارتا ہے ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ "تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ" (سورہ محمد آیت...... ۲۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے فرشتے مارتے ہیں۔

جناب امیر علیہ السلام نے جواب دیا کہ ان آیات میں کوئی اختلاف نہیں ہے اللہ کائنات کا حاکم اعلیٰ ہے اور چونکہ یہ سب کارروائی اسی کے حکم کے تحت ہوتی ہے لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ اللہ مارتا ہے اور اس محکمہ کا سربراہ چونکہ ملک الموت ہے لہٰذا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ ملک الموت مارتا ہے۔ مگر ملک الموت کے ماتحت بہت سا عملہ ہے جو یہ کام انجام دیتا ہے لہٰذا یہ کہنا بھی غلط نہیں ہے کہ فرشتے مارتے ہیں (بحار الانوار، احتجاج طبرسی)

صحیفہ کاملہ میں ملائکہ مقربین پر صلوات کے سلسلہ میں جو دعا مذکور ہے اس میں ہے "و ملك الموت واعوانه" یا اللہ ملک الموت اور اس کے انصار واعوان (عملہ) پر رحمت نازل فرما۔

ایک غلط استدلال کا ابطال

اس تحقیق کے بعد وہ غلط استدلال ھباءً منثوراً ہو جاتا ہے جو کسی جسم دار کے ایک وقت میں ایک سے زائد مقامات پر حاضر ہونے کے غلط اور باطل نظریہ پر کیا جاتا ہے کہ ملک الموت ایک ہے اور کائنات میں مختلف مقامات پر ایک وقت میں کئی موتیں واقع ہوتی ہیں تو ملک الموت ہر جگہ پہنچ جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ صرف ملک الموت تو مارنے والا نہیں ہے اگر ایک وقت میں مرنے والے ہزاروں ہیں تو مارنے والے بھی ہزاروں ہیں۔ اسی طرح اس بے بنیاد موضوع پر یہ بے سروپا استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ شیطان ایک ہے اور وہ ایک وقت میں ہزاروں مقامات پر پہنچ کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ یہ استدلال بھی جہالت کی پیداوار ہے ورنہ شیطان ایک نہیں ہے بلکہ شیاطین کی تعداد بہت زیادہ ہے لہٰذا مختلف مقامات پر مختلف شیطان گمراہ کرتے ہیں ''مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ'' (سورہ ناس آیت......۶)۔ جو کچھ جنوں میں سے ہیں اور کچھ انسانوں میں سے ہیں۔

الغرض جو مخلوق جسم رکھتی ہے خواہ وہ نوری ہو یا ناری یا خاکی وہ ایک وقت میں ایک ہی جگہ ہو سکتی ہے جب وہاں سے منتقل ہوگی تو وہ جگہ خالی ہوگی اور دوسری جگہ موجود ہوگی ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف خداوند عالم کی صفت خاصہ ہے کیونکہ وہ جسم و جسمانیات سے منزہ و مبرا ہے۔

۶۵۔ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ ...الآية۔

اس آیت کا مضمون اور مفہوم بالکل وہی ہے جو اسی سورہ کی آیت ۴۱،۴۲ کا تھا یعنی خالق فطرت نے یہ چیز انسان کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے کہ جب وہ مشکلات و مصائب کی دلدل میں پھنس جاتا ہے اور ہر طرف سے یاس و ناامیدی کے بادل اس کے دل و دماغ پر چھا جاتے ہیں تو وہ اس وقت صرف اپنے خالق و مالک کی ہی بارگاہ میں داد و فریاد کرتا اور پھر دل کی گہرائیوں سے خدا سے عہد و پیمان باندھتا ہے کہ اگر وہ اسے اس مصیبت سے نجات دے تو وہ اس کا شکرگزار بندہ بن کے رہے گا مگر جب وہ اس ورطہ سے صحیح و سلامت نکل آتا ہے تو اپنے سارے عہد و پیمان بھول جاتا ہے اور پھر حسب سابق شرک کرنے لگ جاتا ہے اسی بنا پر ایسے غافل انسان سے پوچھا جا رہا ہے کہ مصائب و آلام کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے تمہیں کون نجات دیتا ہے؟ فرمایئے اللہ ہی ان سے اور ہر بلا و مصیبت سے تمہیں نجات دیتا ہے۔ مگر تم پھر بھی اس کے شریک ٹھہراتے ہو؟ رزق خدا کا کھاتے ہو اور گن دوسروں کے گاتے ہو؟ مصائب میں مدد اس سے مانگتے ہو اور شکر دوسروں کا بجا لاتے ہو۔

مشکل کشائی اس سے کراتے ہو اور نذریں نیازیں دوسروں کے نام کی چڑھاتے ہو؟　ع

شرم　تم　کو　مگر　نہیں　آتی

فطرت انسانی کے احوال وواردات سے کیا بہترین استشہاد ہے۔

اسلام میں ذکر جلی کا کوئی تصور نہیں ہے

مخفی نہ رہے کہ اس آیت میں مذکور ہے کہ تدعونہ تضرعاً وخفیۃ، کہ تم گڑگڑا کر چپکے چپکے اس سے دعائیں مانگتے ہو اس کی تفسیر میں حضرت رسولؐ سے مروی ہے فرمایا:

خیر الدعا الخفی و خیر الرزق ما یکفی۔ کہ بہترین دعا وہ ہے جو مخفی ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو بقدر ضرورت ہو۔

نیز وارد ہے کہ:

ایک بار آنحضرتؐ ایک ایسی جماعت کے پاس سے گزرے جو باآواز بلند دعا مانگ رہے تھے آپؐ نے فرمایا کہ تم کسی بہرے یا غائب خدا سے دعا نہیں مانگ رہے ہو بلکہ اس سے مانگ رہے ہو جو بڑا سننے والا اور قریب ہے۔ (تفسیر نور الثقلین، مجمع البیان)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ذکر جلی کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ یہ صرف صوفیہ کی اختراع ہے۔

آیات القرآن

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ
هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ
اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ
كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ
وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ
مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ

الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۶۸ وَمَا عَلَى
الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ
يَتَّقُوْنَ ۝۶۹

ترجمۃ الآیات

(اے رسول) کہئے۔اللہ تمہیں ان سے اور ہر رنج وغم سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک کرتے ہو (۶۴) کہہ دو وہ (اللہ) اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب نازل کرے تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے (بھیج دے)۔ یا تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کرکے اور باہم خلط ملط کر کے ٹکرا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی طاقت وسختی کا مزا چکھا دے۔ دیکھئے ہم کس طرح الٹ پھیر کر کے اپنی آیات (دلیلوں) اور نشانیوں کو بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں (۶۵) اور آپ کی قوم نے اس (قرآن) کو جھٹلایا حالانکہ وہ حق ہے کہہ دیجئے کہ میں تمہارا وکیل (نگہبان) نہیں ہوں اور ہر خبر (کے وقوع) کا ایک وقت مقرر ہے۔ اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا (۶۶) اور جب دیکھو کہ لوگ ہماری آیتوں کے بارے میں نکتہ چینی اور بے ہودہ بحث کر رہے ہیں تو تم ان سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں اور (اے مخاطب) اگر کبھی شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ (۶۷) ان (غلط کار لوگوں) کے حساب وکتاب کی ذمہ داری پرہیزگار لوگوں پر نہیں ہے (جو ان برے کاموں سے بچتے رہتے ہیں) ہاں البتہ (ان کے ذمہ صرف) نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ (برے لوگ) پرہیزگاری اختیار کریں۔ (۶۹)

تفسیر الآیات

۶۶، قُلْ هُوَ الْقَادِرُ... الآیة۔

سابقہ آیات میں اس چیز کا تذکرہ تھا کہ خشکی وتری کی آفات وبلیات کو خدا ہی ٹال سکتا ہے اور مصائب وآلام میں گرفتار لوگوں کو ان سے نجات دے سکتا ہے۔ اب اس آیت میں تصویر کا دوسرا رخ پیش کیا جا رہا ہے کہ

جو قادر مطلق اور رحمن و رحیم خدا مصائب۔ کو دور کر سکتا ہے وہ مجرموں اور سرکشوں کو مختلف قسم کے عذابوں و عقابوں میں مبتلا بھی کر سکتا ہے۔

عذاب خداوندی کے مختلف اقسام

اور یہ عذاب چند قسم کے ہو سکتے ہیں۔

۱۔ اوپر سے بھیجے جیسے بجلی کی کڑک اور طوفان باد و باران، جو سیلاب کی شکل میں قیامت ڈھا رہے ہیں اور پتھروں کی بارش جس طرح عاد، ثمود، قوم شعیبؑ اور قوم لوطؑ کے ساتھ کیا گیا تھا یا آج کل ایٹم بم۔ جو آبادیوں کو کھنڈرات بنا رہے ہیں۔

۲۔ نیچے سے بھیجے جیسے زلزلہ اور زمین کا دھنسا جس طرح قارون کے ساتھ کیا گیا تھا یا جیسے آج کل بارودی سرنگیں پھٹ رہی ہیں اور لوگوں کو تباہ کر رہی ہیں۔

۳۔ تمہارے اندر سے بھیجے۔ اور تمہارے درمیان سیاسی و مذہبی انتشار و خلفشار پیدا ہو جائے اور تم مختلف گروہوں میں بٹ جاوٴ۔ اور تمہارے درمیان کبھی سیاسی بنیادوں پر اور کبھی مذہب کے نام پر فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑیں اور تم ایک خدا، ایک رسول، ایک اسلام اور ایک قبلہ و قرآن کے ماننے کے باوجود ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے لگو۔ یہ خدا کا عذاب نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

بعض اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے تین دعائیں مانگی تھیں ایک یہ کہ میری امت پر کسی اور امت کو اس طرح مسلط نہ کرنا جو انہیں برباد کر دے۔ دوسری یہ کہ میری امت کو بھوک و پیاس کی شدت سے ہلاک نہ کرنا۔ تیسری یہ کہ میری امت میں باہمی جنگ و جدال اور قتل و قتال نہ ہو۔ فرمایا! اللہ نے میری دو دعائیں تو قبول کر لیں۔ مگر مجھے تیسری دعا کرنے سے منع کر دیا گیا (مجمع البیان، مظہری) اور بعض آثار کے مطابق اس دعا کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ''الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ'' (سورہ عنکبوت آیت……۱،۲)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے بعد اس امت کا سخت امتحان لیا جائے گا تاکہ سچے اور جھوٹے میں امتیاز ہو جائے کیونکہ وحی کا سلسلہ تو منقطع ہو گیا مگر افتراق اور لڑائی جھگڑا قیامت تک برقرار رہے گا۔ (مجمع البیان)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہبی افتراق اور اس کی وجہ سے باہمی جنگ و جدال اور تصادم ہوتا رہے گا جو کہ اہل اسلام کی ہر قسم کی نکبت و پسپائی اور ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔ اور جو ہماری شامت اعمال کا ثمرہ ہے جس سے خدا اور رسول اور پیشوایان دین نے بے حد منع فرمایا اور اتحاد و اتفاق اور اعتصام بحبل اللہ کی تاکید مزید

فرمائی ہے مگر اس تیرہ بختی کا کیا علاج کہ۔ ع

جنہیں ہوڑو بناوہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس آیت میں جو یہ وارد ہے کہ او یلبسکم شیعا۔ کہ وہ قدرت رکھتا ہے کہ تمہیں مختلف گروہوں کی شکل میں باہم دست بگریبان کر دے۔ اور تم میں سے بعض کو بعض کی سختی کا مزہ چکھائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ براہ راست ایسا کرتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ باختیار خود ایسا کرتے ہیں مگر قادر مطلق اپنی قوت قاہرہ سے اس کا سد باب نہیں کرتا اور نہ وہ اپنی توفیق خاص ان کے شامل حال کرتا ہے کہ وہ ایسا کرنے سے باز آجائیں۔ کیونکہ یہ عذاب انہی کی کج رفتاری اور ناہنجاری کا نتیجہ ہے۔ جو اس صورت میں ان پر مسلط ہوا ہے سچ ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے دلنے کا۔

اللھم رحم الاسلام و المسلمین وافعل بھم ما انت اھلہ ولا تفعل بھم ما ھم اھلہ بحق النبی الکریم والہ الطاھرین۔

ایضاح

واضح رہے کہ اوپر اور نیچے والے عذاب کی جو وضاحت ہم نے اوپر کی ہے۔ وہ ظاہری الفاظ کا سہارا لے کر عام مفسرین کے کلام کے مطابق کی گئی ہے۔ مگر بعض احادیث کے مطابق اوپر والے عذاب سے جابر حکمرانوں کے ہاتھ سے اور نیچے والے عذاب سے کمینے اور پست فطرت لوگوں کے ہاتھوں سے پہنچنے والے مظالم اور تکالیف مراد ہیں (تفسیر قمی وصافی)۔

نیز یہ بھی واضح رہے کہ اس مذموم اختلاف میں علماء وفقہاء کا وہ علمی اختلاف داخل نہیں ہے جو علم وشرافت کی حدود کے اندر ہو۔

٦٧۔ لِكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ ...الآیۃ۔

خدا اور رسولؐ جو خبر دیں اس کا ایک زمان بھی مقرر ہوتا ہے اور مکان بھی اور وہ دنیا یا آخرت میں پوری ہو کر رہتی ہے۔ اس میں نیکو کاروں کیلئے وعدہ بھی ہے اور بدکاروں کیلئے وعید وتہدید بھی کہ جس عذاب کی تمہیں خبر دی گئی ہے ابھی اس کے نزول کا وقت نہیں آیا۔

۶۸۔ وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ...۶۸ الآية۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۴۰ کی ذیل میں کر دی گئی ہے جو بالکل اس جیسی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔اوراس پوری تفصیل کالب لباب یہ ہے کہ ان مجالس ومحافل میں شریک ہونا حرام ہے جن میں دینی حقائق اور مذہبی عقائد کا مذاق اڑایا جائے۔الغرض برے لوگوں کی صحبت سے احتراز کرنا لازم ہے اچھی محافل میں شرکت کرنے کے فوائد اور بری محفل اور برے لوگوں میں بیٹھنے کے نقصانات پر مقام مذکور میں مفصل تبصرہ کر دیا گیا ہے۔

۶۹۔ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ...۶۸ الآية۔

مذہب شیعہ خیر البریہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انبیاء ومرسلین ہوں یا ان کے اوصیاء منتجبین ان کو شیطانی سہو ونسیان نہیں ہوتا۔کیونکہ وہ ہر قسم کے گناہ وخطاء اور شیطانی سہو ونسیان سے معصوم ہوتے ہیں بصورت دیگر ان کا قول وفعل دوسروں کیلئے حجت اور سند نہیں رہے گا اور نہ ہی ان کی سیرت اور روش ورفتار دوسرے لوگوں کیلئے مشعل راہ رہے گی بلکہ ان پر یہ مثل صادق آئے گی کہ۔

آن خویشتن گم است کرا رہبری کند؟

اور یہ وہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جس کا خود شیطان نے بھی اعتراف کیا تھا کہ ''اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ'' (سورہ حجر آیت......۴۰) میں سوائے تیرے مخلص بندوں کے باقی سب کو گمراہ کروں گا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مخلص بندوں پر شیطان مسلط نہیں ہوسکتا۔اور کبھی ان سے کوئی غلط کلام، کام یا اقدام نہیں کراسکتا، تو پھر انہیں بھلا کیسے سکتا ہے؟ لہٰذا یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ اگر چہ بظاہر یہ خطاب حضرت رسول خداؐ کو ہے۔مگر اس سے مراد ان کی وہ عام امت ہے جس سے شیطانی سہو نسیان ہوسکتا ہے قرآن مجید میں اکثر مقامات پر اس طرح کے واحد مخاطب کے صیغے استعمال ہوئے ہیں ان سے کوئی غیر معین مخاطب مراد ہے ہوسکتا ہے کہ اگر شیطان اسے بھلا دے اور وہ ایسی نا معقول بزم میں شامل ہو جائے تو یاد آجانے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھے۔بفضلہٖ تعالیٰ یہ مطلب بالکل واضح ہے جس میں کوئی ایچ پیچ نہیں ہے۔

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ...۶۹ الآية۔

مطلب یہ ہے کہ ان غلط کار لوگوں کا حساب وکتاب متقی اور پرہیز گار لوگوں سے نہیں لیا جائیگا۔بلکہ وہ اپنے اعمال وافعال کے خود ذمہ دار اور جوابدہ ہیں۔ہاں البتہ ان کو چاہیے کہ ان لوگوں کو وعظ ونصیحت کریں۔ہوسکتا ہے کہ

اسطرح وہ بھی پرہیز گار بن جائیں۔

گر نباید بگوش حقیقت کس
بر رسولاں بلاغ با شدوبس

آیات القرآن

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ
وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا
كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا
وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى
الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ
هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمۃ الآیات

چھوڑو۔ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین و مذہب کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ وفریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔اور ان کو اس (قرآن) کے ذریعہ سے نصیحت کرو۔ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اپنے کئے کے وبال میں پھنس جائے حالانکہ اللہ کے سوا اس کا نہ کوئی سر پرست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی۔اور اگر وہ اپنے چھٹکارے کیلئے معاوضہ دینا چاہے گا تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کے وبال میں پھنسے ہوئے ہیں ان کے کفر کی وجہ سے ان کے پینے کیلئے کھولتا ہوا گرم پانی ہوگا اور دردناک عذاب کہئے!
(۷۰) کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اور بعد اس

کے کہ خدا ہم کو سیدھا راستہ دکھا چکا ہے ہم الٹے پاؤں پھر جائیں اس شخص کی طرح جسے شیطانوں (بھوتوں پریتوں) نے (کہیں) زمین میں بے راہ اور سرگردان کر دیا جبکہ اس کے کچھ ساتھی اسے سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہوں۔ کہ ہماری طرف آؤ مگر اسے کچھ سمجھائی نہیں دیتا کہو ھدایت وراہنمائی تو بس اللہ کی ہدایت وراہنمائی ہے۔ اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے پروردگار کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں (۷۱)

تفسیر الآیات

۷۱۔ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا ...الآية۔

دین کو کھیل و تماشا بنانے کا کیا مفہوم ہے۔

حسب ظاہر حضرت رسولؐ اور در حقیقت ان کے ساتھ ساتھ ان کے تمام کلمہ گوؤں اور پیروکاروں کو حکم دیا جا رہا ہے۔ کہ ان لوگوں کو چھوڑ دیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ دین کو کھیل تماشا بنانے کا کیا مطلب ہے؟ سو واضح ہو کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسمی طور پر کسی دین کو اختیار تو کرے مگر اس کے تمام عقائد واحکام کا احترام نہ کرے۔ تو اس نے گویا دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ یا کوئی شخص کوئی دین اختیار تو کرے مگر اس کے کسی حکم کا مذاق اڑائے کہ یہ حکم عقل کے خلاف ہے یا ہماری افتار طبع کے خلاف ہے یا یوں کہے کہ یہ کیسا عجیب وغریب حکم ہے؟ اس کی واضح مثالیں اپنے گردوپیش کے حالات وواقعات پر نگاہ ڈالنے سے نظر آ جاتی ہیں یہ ہندوؤں کی ہولی۔ دیوالی اور دوسہرہ جوان کے مقدس تہوار تھے اب ناچ گانے اور جوا کھیلنے اور مئ نوشی کرنے کے اڈے بن گئے ہیں۔ بلا تشبیہ جس طرح بعض مسلمان نوروز، میلا د النبیؐ یا جشن غدیر یا بعض بزرگان دین کے میلاد کی مقدس تقاریب یا ان کے عرسوں پر جن غیر شرعی منکرات کا مظاہرہ کرتے ہیں ڈر ہے کہ کہیں وہ بھی اس زمرے میں داخل اور اسی وعید وتہدید کے تحت نہ آ جائیں ؟ ''هَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ'' (سورہ قمر آیت......۱۵)

بہر حال اس بیماری کا اصلی سبب یہ ہے کہ ان لوگوں کو دنیوی زندگی اور اس کے عیش وآرام اور ساز و سامان نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اب وہ اس طرح فریب خوردہ ہو چکے ہیں کہ انہیں اپنے نفع ونقصان اور سود و زیاں کا کوئی احساس ہی نہیں ہے۔

۷۲۔ وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ ...الآیۃ۔

چونکہ آیت کے آغاز میں ایسے لوگوں کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا تھا جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے تو اس سے اندیشہ تھا کہ کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوجائے کہ اب ان لوگوں کو امر و نہی اور وعظ و نصیحت بھی نہیں کرنی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اس قرآن کے ذریعہ سے ان کو وعظ و نصیحت کرو اور انہیں آیات الٰہیہ پڑھ کر سناؤ اور ان تک احکام ربانیہ پہنچاؤ۔ اور انہیں قیامت کی ہولناکیوں اور خطرناکیوں سے ڈراؤ۔ تاکہ وہ اپنی بد عملیوں اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک و برباد نہ ہوجائیں۔ اور انہیں اچھی طرح سمجھاؤ کہ بروز قیامت نہ ان کا کوئی سرپرست ہوگا۔ نہ کوئی سفارشی ہوگا اور نہ ان سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا۔ پینے کیلئے کھولتا ہوا پانی ملے گا اور کھانے کیلئے تھوہر۔ اور دردناک عذاب کا سامنا ہوگا تاکہ اگر وہ اس وعظ و نصیحت سے کوئی اچھا اثر نہ لیں تو کم از کم ان پر حجت تو تمام ہوجائے۔

کفار کیلئے ولی و شفیع نہ ہونے اور ان سے فدیہ قبول نہ کیا جانے کا مفہوم

دنیا میں مشاہدہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ظلم و زیادتی کی وجہ سے دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار ہوجائے یا قید و بند میں مبتلا ہوجائے تو وہ عموماً تین چیزوں میں سے کسی نہ کسی ایک کا سہارا لیتا ہے۔

۱۔ اپنی افرادی قوت و طاقت استعمال کرتا ہے۔

۲۔ کوئی سفارشی تلاش کرتا ہے۔

۳۔ اور اگر ان باتوں سے کام نہ چل سکے تو پھر بے تحاشا پیسہ خرچ کرتا ہے اور اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔

خداوند عالم نے بار بار واضح کیا ہے۔ اور ایک بار پھر کر رہا ہے۔ کہ قیامت کے دن کفار و مشرکین کے پاس ان تین سہاروں میں سے کوئی بھی سہارا نہیں ہوگا۔ نہ کوئی سرپرست ہوگا نہ کوئی سفارشی اور نہ ہی روپیہ کام آئے گا کیونکہ اولاً تو روپیہ ہوگا نہیں اور اگر بالفرض ہوا تو کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

فلاو الله ليس لهم شفيع
وهم يوم القيامته فى العذاب

۷۳۔ قُلْ اَنَدْعُوْا ....الآیۃ۔

یہ بات تو واضح ہے کہ کفار چاہتے بھی تھے اور کہتے بھی تھے کہ مسلمان اسلام چھوڑ کر اپنے آباؤ و اجداد

والے سابقہ دین کی طرف لوٹ آئیں بلکہ بعض روایات کے مطابق انہوں نے خود پیغمبرؐ سے بھی احمقانہ خواہش کا اظہار کیا تھا کہ آپؐ ان کے معبودان باطل کی عبادت کریں اور اس کے عوض وہ آپؐ کے پروردگار کی پرستش کریں گے۔ (تفسیر کاشف) بہرکیف اس آیت مبارکہ میں خداوند عالم آپ کو حکم دے رہا ہے کہ وہ ان لوگوں کی اس احمقانہ پیشکش کے جواب میں کہیں کہ کیا ہم اپنے نفع ونقصان (اور موت وحیات) کے مالک ومختار پروردگار کو چھوڑ کر ان بے کس اور بے بس معبودوں کی عبادت کریں جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان بلکہ وہ خود اپنے سود وزیاں کے بھی مالک نہیں ہیں۔

حق وہدایت کا راستہ چھوڑ کر کفر وشرک اختیار کرنے والے کی مثال

اور اگر بفرض محال ہم ایسا کریں کہ حق وہدایت کی نورانی شاہراہ کو چھوڑ کر کفر وشرک کی تیرو تاریک راہ اختیار کریں تو پھر ہماری مثال اس نادان شخص جیسی ہوگی جو اپنے ایسے ساتھیوں کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا جو راستے کے تمام حالات سے واقف تھے کہ اچانک کوئی شیطان اور بھوت پریت بہکا کر اسے راستہ سے بھٹکا دے اور وہ زمین میں حیران وپریشان ہو جائے۔ ہر چند کہ اس کے ساتھی اسے ٹھیک راستہ کی طرف بلائیں کہ ہماری طرف آؤ (مگر وہ اپنی حیرانی وپریشانی کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہ کر سکے) ہم کبھی بھی ایسی حماقت نہیں کر سکتے کہ صراط مستقیم کو چھوڑ کر تمہارے ٹیڑھے ترچھے راستہ پر گامزن ہوں۔

۴۔ قُلْ اِنَّ هُدَى... الآیۃ

کہیے: اللہ کی ہدایت وراہنمائی ہی حقیقی ہدایت ہے اور ہمیں تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم عالمین کے پروردگار کے سامنے اپنا سر جھکائیں۔ اور اس کے حقیقی مسلمان بن جائیں۔

آیات القرآن

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۷۲
وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ
فَيَكُوْنُ ۬ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۷۳ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ

اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۴﴾
وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ
الْمُوْقِنِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ
اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ﴿۷۶﴾

ترجمة الآيات

اور (ہم سے کہا گیا ہے کہ) نماز ادا کرو۔ اور اس سے (اس کی نافرمانی سے) ڈرو اور وہی وہ ہے جس کی بارگاہ میں تم محشور ہوگے وہی وہ (خدا) ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا۔ جس دن وہ کہے گا کہ ہو جا بس وہ ہو جائے گا (۷۲) اس کا قول حق اور سچ ہے اور اسی کی حکومت ہوگی جس دن صور پھونکا جائے گا وہ غیب اور حاضر سب کا جاننے والا ہے اور وہ بڑا حکمت والا ہے، بڑا باخبر ہے (۷۳) (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم نے اپنے باپ (یعنی چچا) آزر سے کہا۔ کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو؟ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں (۷۴) اور اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھارہے تھے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں (۷۵) چنانچہ جب ان (ابراہیم) پر رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ کو دیکھا کہا یہ میرا رب ہے؟ تو جب وہ ڈوب گیا تو کہا۔ میں ڈوب جانے والوں سے محبت نہیں کرتا (۷۶)

تفسير الآيات

۷۵۔ وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ.........الآیۃ۔

اس کا عطف لنسلم پر ہے اور قیل کے تحت میں واقع ہے گویا اس کی تقدیر یوں ہے کہ امرنا ان نسلم و لان نقیم یعنی ہم سے کہا گیا ہے کہ ہم رب العالمین کے سامنے سر جھکائیں اور ہم نماز قائم کریں جو کافر و مسلمان مشرک و موحد کے درمیان حدِ فاصل ہے اور دین کا وہ محکم ستون ہے کہ اگر وہ گر جائے تو سارے

دین کی عمارت ڈھڑام سے گر جاتی ہے۔اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔جو عام عبادات اسلامی کی غرض وغایت ہے جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:''یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الیه تحشرون''(سورہ بقرہ آیت......۲۱)۔اور جس پر تمام اعمال وعبادات کی قبولیت کا دارومدار اور انحصار ہے۔''اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ''(سورہ مائدہ آیت......۲۷)۔اس کی طرف جمع کئے جاؤ گے ارشادِ قدرت ہے''وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآىٕقٌ وَّ شَهِیْدٌ''(سورہ ق......۲۱) ہر شخص اس حال میں میدانِ حشر میں آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہوگا (جو ہانک کر لائے گا) اور دوسرا گواہ ہوگا۔جو اس کی کارکردگی کی گواہی دے گا۔

۷۶۔ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ... الآیۃ۔

خدا نے آسمانوں اور زمین کو برحق اور حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔باقی کائنات کی ہر چیز کی طرح ان کی تخلیق بھی کوئی کھیل تماشا نہیں ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے۔ و ما خلقنا السماء والارض وما بینهما لاعبین ۔ کہ ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کو کھیل تماشا کے طور پر پیدا نہیں کیا۔بلکہ اپنی حکمت بالغہ کے تحت ایک عظیم مقصد کیلئے پیدا کیا ہے اور پھر انہیں محکم قوانین قدرت اور مضبوط آئین فطرت میں جکڑ کر حق وعدل کی ٹھوس بنیادوں پر قائم کیا ہے اس نظام ربوبیت میں باطل کیلئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۷۷۔ وَیَوْمَ یَقُوْلُ...... الآیۃ۔

اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ کا قول برحق ہے کہ وہ جب کسی شے سے کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گی خواہ وہ خلقت کائنات کے آغاز کے وقت کہے یا بروز قیامت اسے زندہ کر کے محشور کرنے کے لئے کہے یا حشر بپا کرنے کے بارے میں کہے مقصد یہ کہ جب وہ کسی کام کے کرنے کا حتمی ارادہ کر لے تو اس کی مراد کے موجود ہونے میں دیر و درنگ نہیں ہوتی''اصطلاح قرآنی ایسی معلوم ہوتی ہے کہ جو باتیں نظام عادت کے مطابق تدریجی طور پر وقوع میں آتی ہیں انہیں خلق'' کہا جاتا ہے اور جو باتیں قدرت الٰہی کے مظاہرہ کے طور پر ایک دم ہوتی ہیں انہیں ''کن فیکون'' کے تحت لایا جاتا ہے یعنی خالق نے کہا ہو جا وہ ہو گئیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیز اشارہ قدرت سے وقوع میں آئی ہے اس میں تدریجی اسباب والا نظام کارفرما نہیں ہے ابتدا میں آفرینش اشیاء نظام اسباب کے ساتھ ہوئی ہے۔اس لئے یہ کہا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کو خلق کیا ۔اور قیامت میں سب کو زندہ کرنا دوبارہ۔یہ نظام امر کے ماتحت ہوگا یعنی صرف اشارہ قدرت سے۔اس لئے

اسے یوں کہا جارہا ہے وہ دن جب وہ کہے گا ہوجا اور سب کچھ ہوجائے گا۔(فصل الخطاب)

۷۸۔ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ...الآیۃ۔

جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن اقتدار اور حکومت اسی کی ہوگی جیسا کہ ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔''لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ''(سورہ مومن آیت......۱۶)۔ اس دن حقیقی اور مجازی سب اختیارات اسی کے قبضہ قدرت میں ہوں گے اور آج کل دنیا میں بعض بندوں کے پاس جو مجازی اختیارات ہیں اس دن وہ بھی ختم ہوجائیں گے۔

صور پھونکا جانے کی کیفیت کا اجمالی بیان

اگرچہ بعض مفسرین نے نفخ صور(صور پھونکا جانے)کو قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرنے کا کنایہ قرار دیا ہے(تفسیر کاشف)

اور بعض نے یہ کہہ کر''صور پھونکنے کی کیفیت کیا ہوگی اس کی تفصیل ہماری سمجھ سے باہر ہے'' (تفہیم القران)

اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

مگر اس کی جو کیفیت احادیث معتبرہ سے مستفاد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خداوند عالم جب دنیا کو ختم کرکے قیامت قائم کرنا چاہے گا تو اسرافیل کو حکم دے گا کہ زمین پر جاکر صور پھونکیں صور دومرتبہ پھونکا جائے گا وہ صور بہت بڑا اور نورانی ہے جس کا ایک سرا اور دو شاخیں ہیں چنانچہ اسرافیل زمین پر بمقام بیت المقدس قبلہ رو ہوکر صور پھونکیں گے پس جب اس کے اس سرے سے آواز نکلے گی جو زمین کی طرف ہے تو اہل زمین ہلاک ہوجائیں گے اور جب اس سرے سے آواز نکلے گی جو آسمان کی طرف ہے تو تمام اہل آسمان مرجائیں گے اس کے بعد اسرافیل کو حکم ہوگا کہ تو بھی مرجا چنانچہ وہ بھی مرجائیں گے۔اس وقت زمین وآسمان کا تمام نظام درہم برہم ہوجائے گا جس کی تصویر کشی قرآن مجید میں جابجا کی گئی ہے۔اب جب تک خدا چاہے گا یہی کیفیت برقرار رہے گی اور جب اس کی مشیت اس کے دوبارہ زندہ کرنے کے متعلق ہوگی تو چالیس دن تک باران رحمت کا نزول فرمائے گا جس سے مردوں کے مختلف اجزاء جمع ہوں گے۔اور خدا کی قدرت کاملہ سے صور میں آواز پیدا ہوگی پس جب اس سرے سے آواز نکلے گی جو آسمان کی طرف ہے تو اہل آسمان زندہ ہوجائیں گے اور جب اس سرے سے آواز نکلے گی جو زمین کی طرف ہے تو اہل زمین زندہ ہوجائیں گے اور پھر دوسرا نظام قیامت قائم ہوجائے گا۔(احسن الفوئد فی شرح العقائد)

اس سے مزید تفصیلات کرنے کے خواہشمند ہماری اسی کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔

۷۹۔عَالِمُ الۡغَیۡبِ...الآیۃ۔

خدا سے کائنات ارضی وسماوی کی کوئی چیز غیب نہیں ہے۔ بلکہ ہر چیز اس کے علم کے سامنے حاضر ہے یہ تقسیم بندوں کی نسبت سے ہے کہ خدا ہر اس چیز کا بھی عالم ہے۔ جو بندوں سے غائب ہے اور ہر اس چیز کا بھی عالم ہے۔ جو ان کے سامنے حاضر ہے۔

۸۰وَإِذۡ قَالَ إِبۡرَاهِیمُ ۷۴...الآیۃ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تارخ تھا

اس آیت میں آذر کو جو بت تراش وبت پرست تھا جناب ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہا گیا ہے۔ جس سے بعض ظاہر بینوں نے اسے جناب ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی باپ سمجھ کر یہ ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا کہ دوسرے لوگوں کی طرح انبیاء مرسلین کے والدین بھی کافر ومشرک ہو سکتے ہیں (العیاذ باللہ)۔ ان لوگوں نے نہ عقلی دلائل پر نگاہ کی اور نہ قرآن وسنت اور تاریخ کے حقائق پر غور کیا۔ اور یہ بے تکا راگ الاپنا شروع کر دیا عقلی دلائل میں سے ایک مختصر دلیل یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہمیشہ مظروف کے مطابق ظرف ہوتا ہے پانی کا برتن پانی کے جب حالی ہوگا اور دودھ کا ظرف دودھ کے حال کے مطابق سونا رکھنے کی ڈبیہ اور ہوگی اور لوہا رکھنے کی جگہ اور۔ اور جب یہ بات مسلم ہے تو بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ۔ خدائے حکیم وعلیم انبیاء اوصیاء کے مقدس سلسلہ کو کفر وشرک کے ظروف میں رکھے؟ غور طلب بات یہ ہے کہ آیا خدائے قدیر یہاں مظروف کے مطابق پاک وپاکیزہ ظرف بنانے پر قادر تھا یا نہ؟ اگر چہ کہا جائے کہ قادر نہ تھا تو یہ بات اس کی قدرت کاملہ کے منافی ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ قادر تو تھا مگر عمداً ایسا نہیں کیا۔ تو یہ بات اس کی حکمت کے منافی ہے۔ لہٰذا یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ اس نے مظروف کے مطابق ظرف بنائے تھے۔

آباء النبی کے مسلمان ہونے کے بعض دلائل کا تذکرہ

قرآن سے دلیل

ارشاد قدرت ہے وتقلبک فی الساجدین (شعراء۔ ۲۱۹) اے رسولؐ ہم ہمیشہ تمہیں سجدہ کرنے والوں میں الٹتا پلٹتا دیکھتے رہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کا نور نبوت ہمیشہ خدا کو سجدہ کرنے والوں کی پشتوں میں

منتقل ہوتا رہا ہے ان میں کوئی بھی کافر ومشرک نہ تھا۔تو اگر جدالنبی یعنی آنحضرتؐ کے جدامجد جناب خلیل علیہ السلام کے والد کافر ہوں (معاذاللہ) تو خدا کا یہ کلام کس طرح صحیح رہے گا؟

حدیث سے دلیل

مذکورہ بالا آیت کے ذیل میں علامہ رازی نے تفسیر کبیر میں، فاضل نیشاپوری نے غرائب القرآن میں اور علامہ سیوطی نے تفسیر درمنشور میں حضرت رسول خداؐ کی یہ حدیث نقل کی ہے۔فرمایا:

لم یزل ینقلبنی اللہ من اصلاب الطاھرین الی ارحام المطھر ات حتی اخرجتی فی عالمکم ۔ خدا مجھے ہمیشہ پاک صلبوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا یہاں تک مجھے تمہارے اس عالم آب وگل میں پیدا کیا۔

تاریخی سے دلیل

علامہ فخرالدین رازی اور صاحب تفسیر مظہری نے مورخین کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تارخ تھا۔''اور آذران کا چچا تھا۔اور چچا کو باپ کہنا عربی محاورات میں عام ہے اسی محاورہ کے تحت آیت میں آذر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ فرمایا گیا ہے زرقانی نے شرح مواہب میں اس کے کئی شواہد نقل کئے ہیں'' (معارف القرآن، ج ۳،ص، ۳۷۰)

ان حقائق سے یہ حقیقت واضح واشکار ہوگئی کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ گفتگو اپنے چچا آذر کے ساتھ کی تھی جو کہا جاتا ہے کہ نمرود کی وزارت کے بعد شرک میں مبتلا ہو گیا تھا۔بہرحال شیعہ امامیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ پیغمبرؐ کے تمام اباؤ واجداد جناب آدمؑ تک سب کے سب موحد اور خدا پرست تھے۔فاضل آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں تصریح کی ہے کہ وعلی ھذا جم غفیر من السنۃ۔ کہ اہلسنت کے جم غفیر کا بھی یہی نظریہ ہے''الحمدللہ''۔

متفق گردیدرائے بوعلی بارائے من

خدائے قدیر کا جناب ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت سماوی وارضی دکھانا

۸۱۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ...الآیۃ۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے جناب ابراہیم علیہ

السلام کی آنکھوں کے سامنے سے زمین وآسمان کے حجاب ہٹا دے چنانچہ انہوں نے بچشم خود زمینوں کو اور جو کچھ ان کے اندر ہے اور آسمانوں کو اور جو کچھ ان میں ہے از قسم ملائکہ وحاملین عرش وغیرہ کو دیکھا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا تاکہ ان کو یقین کامل ہو جائے کہ خدا ہی ان چیزوں کا خالق و مالک ہے۔ (مجمع البیان)

اور تفسیر قمی میں اسی قسم کی ایک روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح خداوند عالم نے جناب ابراہیم علیہ السلام پر ان کی قوم کے کفر وشرک کی حقیقت منکشف کی تھی جس کی بنا پر انہوں نے اپنے چچا کو بڑی حکمت عملی سے اس سے منع کیا تھا بالکل اسی طرح ان کو زمین وآسمان کی تمام مخلوقات بھی اس طرح دکھائی کہ ان کو ان کے عجائبات کا مشاہدہ کرایا۔ چنانچہ بعد ازیں انہوں نے مختلف اشیاء سے توحید پروردگار پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ بڑے سے بڑے منکر کو بھی یارائے انکار نہیں رہتا امام معصومؑ سے مروی ہے فرمایا:

''لولا ان الشیاطین یحومون حول قلب ابن ادم لنظر الی الملکوت'' یعنی اگر شیاطین نبی آدم کے دلوں کے ارد گرد نہ گھومتے (اور انہیں خراب نہ کرتے) تو وہ ملکوت (سماوی) پر نگاہ کر سکتے۔ (غوالی اللئالی)

۸۲۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ... الآیۃ۔

اس آیت کی تفسیر حضرت امام رضا علیہ السلام کے بیان کی روشنی میں

جناب خلیل خدا علیہ السلام کے واقعہ کے بارے میں مفسرین نے عجیب وغریب موشگافیاں کی ہیں۔ ہم ان کا تذکرہ کرنے اور پھر ان پر نقد وتبصرہ کرنے کی بجائے مناسب جانتے ہیں کہ اس کا وہ مفہوم واضح کر دیں جو حضرت امام رضاؑ نے عصمت انبیاء کے متعلق مامون عباسی کے مختلف سوالات کے جواب دیتے ہوئے بیان فرمایا تھا۔ فرمایا ابراہیمؑ کے دور میں تین قسم کے مشرک لوگ رہتے تھے۔ (۱) ستارہ پرست (۲) ماہتاب پرست (۳) اور آفتاب پرست۔ یعنی بابل اور نینوا کی عظیم قوم میں اجرام سماویہ کی پرستش میں مبتلا تھیں۔ آپ چاہتے تھے کہ انہیں شرک کے دلدل سے نکال کر توحید کی شاہراہ پر لائیں۔ لہٰذا انہوں نے مختلف اوقات میں بڑی لطیف حکمت عملی کے ساتھ ان لوگوں کو انکی غلطی سے آگاہ فرمایا ایک رات ایک ستارہ چمکتا ہوا دیکھا۔ کہا یہ میرا رب ہے مگر کچھ دیر کے بعد جب وہ ڈوب گیا۔ تو فرمایا میں ڈوبنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ خدا ایسا نہیں ہوسکتا جو کبھی ابھرے اور کبھی ڈوبے۔ پھر کسی رات چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے(؟)

مگر کچھ وقت کے بعد جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا اگر میرے پروردگار نے مجھے ہدایت نہ کی تو میں گمراہوں سے ہو جاؤنگا۔ اس پیرایہ میں بتایا کہ یہ ماہتاب پرست گمراہ ہیں۔ اور یہ کہ غروب کرنے والا خدا نہیں ہو سکتا پھر جب کسی دن سورج کو جگمگاتے ہوئے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے؟ یہ سب سے بڑا ہے؟ مگر شام کے وقت وہ بھی ڈوب گیا۔ تو فرمایا اے میری قوم میں ان تمام چیزوں سے بری و بیزار ہوں جن کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو۔ ہاں وجهت وجهي للذي میں سب سے ہٹ کر اپنا رخ اس کی طرف موڑتا ہوں جو آسمان و زمین کا خالق و مالک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں (عیون الاخبار، بحار الانوار وغیرہ) اس بیان حقیقت ترجمان سے واضح و عیاں ہو گیا کہ اس واقعہ میں بار بار هذا ربي کی جو تکرار ہے یہ استفہام انکاری ہے۔ اور اس طرح ان لوگوں کے خود ساختہ عقیدوں پر کاری ضرب لگا کر ان کو ان کی غلطی پر ٹوکنا اور ان کو خالق کائنات کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے و بس نہ یہ کہ معاذ اللہ آپ خود معرفت توحید کے بارے میں ادھر ادھر بھٹک رہے ہوں اور کفر و شرک کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہوں۔ جل مقام الانبياء عن ذلك ان کا دامن نبوت مہد سے لیکر لحد تک کفر و شرک بلکہ (ہر قسم کے) گناہ و عصیاں کی آلودگیوں سے پاک و صاف ہوتا ہے۔

آیات القرآن

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ
رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ
هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي
اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ
وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ
اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ
سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨١﴾

ترجمۃ الآیات

چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا یہ میرا پروردگار ہے؟ لیکن جب وہ بھی غروب ہوگیا۔ تو کہا کہ اگر میرا پروردگار میری ہدایت وراہنمائی نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہوجاؤں (۷۷) پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا پروردگار ہے؟ یہ سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی غروب ہوگیا تو کہا اے میری قوم! میں اس شرک سے بری و بیزار ہوں جو تم کرتے ہو (۷۸) میں ہر طرف سے ہٹ کر اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں (۷۹) اور ان کی قوم ان سے بحث کرنے لگی۔ فرمایا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہو؟ حالانکہ وہ مجھے ہدایت دے چکا ہے اور میں ان سے نہیں ڈرتا جنہیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ مگر یہ کہ میرا پروردگار کوئی بات چاہے میرا پروردگار علم کے اعتبار سے ہر چیز پر حاوی اور محیط ہے کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟ (۸۰) اور بھلا ان سے کس طرح ڈروں جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ جب کہ تم اس سے نہیں ڈرتے کہ تم نے ایسی چیزوں کو خدا کا شریک بنا رکھا ہے جن کے متعلق اس نے تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں بھیجی ہے سو دونوں گروہوں میں سے کون امن و اطمینان کا زیادہ حقدار ہے (بتاؤ) اگر تم کچھ علم رکھتے ہو (۸۱)۔

تفسیر الآیات

۸۳۔ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ... الآية۔

آئین فطرت ہے کہ جب کوئی باطل نواز حق پرست کا علمی میدان میں مقابلہ نہیں کرسکتا تو وہ دھمکیاں اور گالیاں دینے پر اتر آتا ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جس احسن انداز سے جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ستارہ اور آفتاب و ماہتاب پرست قوم کے سامنے ان کے نظریہ کا بطلان اور عقیدہ توحید کو عیاں کیا تھا وہ اس کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے کہا تو صرف یہ کہ ”وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ“ (سورہ انبیاء آیت...... ۵۳) ہم نے اپنی قوم کو ان کی پرستش کرتے ہوئے دیکھا ہے اس نامعقول بات کے جواب میں جناب خلیلؑ نے فرمایا:

"اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ" تم خدا کے بارے میں مجھ سے بحث کرتے ہو حالانکہ اسی نے مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت کی ہے "قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى" (سورہ بقرہ آیت۔ ۱۲۰) (تقلید کی نہیں کوئی عقل کی بات کرو)۔ بہرحال جب ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو پھر دھمکیوں پر اتر آئے کہ اگر آپ نے ہمارے معبودوں کی توہین کرنا بند نہ کی تو ہم آپ کو ضرور زیاں پہنچائیں گے اور آپ ان کے قہر وغضب سے بچ نہیں سکیں گے۔ اس کے جواب میں جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا مجھے تمہارے ان عاجز معبودان باطل کا کوئی ڈر نہیں ہے جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ جو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں۔ مگر یہ کہ میرا پروردگار مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے مثلاً کسی بت کو مجھ پر گرا کر مجھے زخمی کردے یا کوئی ستارہ مجھ پر گرا کر مجھے جلا دے ان حالات میں خدا سے ڈرنا چاہیے جو نفع ونقصان اور سود وزیاں کا مالک ہے نہ کہ ان بے بس معبودان باطل سے پھر فرمایا یہ عجیب بات ہے کہ تم مجھے اپنے عاجز معبودوں سے ڈراتے ہو۔ مگر خود قادر مطلق خدا سے نہیں ڈرتے؟ امن وامان کا کون زیادہ حقدار ہے خدائے قادر وقیوم کو ماننے والا؟ یا عاجز وناتواں معبودوان باطل کے ماننے والے؟ مالکم كيف تحكمون

آیات القرآن

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ
وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ
دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ
وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ
وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۃ الآیات

جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا انہی کیلئے امن وامان ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں (۸۲) یہ تھی ہماری وہ دلیل جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی تھی۔ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں آپ کا پروردگار بڑا حکمت والا، بڑا جاننے والا ہے (۸۳) اور ہم نے انہیں اسحاق جیسا (بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) عطا فرمایا۔ ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت دی۔اور ان (نوح یا ابراہیم) کی اولاد میں سے داوٗدؑ، سلیمانؑ، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون کو (بھی ہدایت دی) اور اسی طرح ہم نیکو کاروں کو جزا دیا کرتے ہیں (۸۴) اور زکریا یحییٰ، عیسیٰ، اور الیاس کو (بھی ہم نے ہدایت دی) جو سب صالحین میں سے تھے (۸۵) اور اسماعیل، یسع، یونس اور لوط کو بھی ہدایت دی) اور ان سب کو ہم نے تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ (۸۶)

تفسیر الآیات

۸۴۔ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ...الآیۃ۔

یہاں ظلم سے کیا مراد ہے؟

جولوگ ایمان لائے اور اس میں ظلم کی ملاوٹ نہیں کی۔اس میں قدرے اختلاف ہے کہ یہاں ظلم سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسرین نے اس سے عملی برائی یعنی گناہ مراد لیا ہے۔کیونکہ قرآن سے ثابت ہے کہ ہر گناہ ظلم ہے''وَ مَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَه'' (سورہ طلاق آیت......۱) مگر اس بنا پر تمام گنہگاروں کا بھٹہ بیٹھ جائے گا کیونکہ ایسا کون ہے جس نے کوئی نہ کوئی گناہ کرکے اپنے اوپر ظلم نہیں کیا؟ مگر اکثر مفسرین نے اس سے شرک مراد لیا ہے جسے قرآن کی زبان میں ظلم کہا گیا۔''یٰبُنَیَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ'' (سورہ لقمن آیت...... ۱۳) چنانچہ ایک روایت سے بھی اس مطلب کی تائید مزید ہوتی جو عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ لوگوں پر بہت شاق گذری اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر اپنی تشویش کا ان لفظوں میں اظہار کیا کہ''اینا لم یظم نفسه''، ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے ظلم نہیں کیا

؟ آپؐ نے فرمایا اس سے وہ (گناہ) مراد نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔ بلکہ اس سے شرک مراد ہے جیسا کہ عبد صالح (لقمان) نے فرمایا: "یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ" (مجمع البیان، قرطبی)

۸۵۔ وَ تِلْكَ حُجَّتُنَآ ...الآیۃ۔

تلک کا اشارہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے اسی استدلال کی طرف ہے جو انہوں نے توحید پروردگار کے اثبات اور ستارہ، چاند اور سورج کی الوہیت کی نفی کے سلسلہ میں مختلف اوقات میں پیش کر کے اپنی مشرک قوم کا ناطقہ بند کیا تھا۔ اس استدلال کو خداوند عالم اپنی طرف نسبت دے رہا ہے اور اسے ان کے بلند درجات کا ثبوت قرار دے رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ حق کی نصرت و تائید میں بولتے ہیں خداوند عالم روح القدس سے ان کی تائید کرتا ہے مگر بعض لوگ اسے جناب ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ قرار دے رہے ہیں۔

برین عقل و دانش بباید گریست

مخفی نہ رہے کہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند درجات کا معیار علم اور ایمان ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے علم۔ "یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ" (سورہ مجادلہ آیت......۱۱) پس جتنا جس کا علم و ایمان زیادہ ہوگا اتنا ہی اس کا درجہ و مقام بلند ہوگا۔

۸۶۔ وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ...الآیۃ۔

خداوند عالم کا اپنے خلیل جناب ابراہیم علیہ السلام پر اپنی نوازشات کے سلسلہ میں آپ کے بیٹے اسحاق اور پوتے یعقوب کا تذکرہ کرنا جن کی اولاد سے ہزاروں نبی اور نیک بندے پیدا ہوئے۔ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صالح اولاد بھی اللہ کے احسانات میں سے ایک خاص انعام واحسان ہے۔

حضرات حسنین شریفین اور ان کی اولاد کا ذریت رسولؐ ہونا۔

وَمِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ ...۸۴ الآیۃ۔

اس آیت میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے قرار دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ آپ کا انتساب صرف ماں کی طرف سے ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ نو اسے نواسیاں بھی ذریت میں داخل ہوتے ہیں بنا بریں حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السلام کو اور ان کی اولاد کو پیغمبر اسلام کی ذریت قرار دینا بنص قرآن صحیح ہے نیز آنحضرت کا ان دونوں شہزادوں کو اپنا فرزند کہنا ثابت ہے۔ "ابنائی هذان امامان قاما او قعدا"۔ اور امام حسن۔ کے بارے میں فرمایا: "ابنی هذا سید" یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام

ان شہزادوں کو یا ابن رسول اللہ! کہ کر خطاب کیا کرتے تھے (مجمع البیان)

صاحب معارف القرآن نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے چنانچہ وہ اس اعتراض کا کہ جب حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ تو وہ حضرت ابراہیم کی دختری اولاد میں سے ہیں یعنی پوتے نہیں بلکہ نواسے ہیں تو ان کو ذریت کہنا کیسے صحیح ہوگا؟ اس کے جواب میں رقمطراز ہیں اس کا جواب عام علماء وفقہاء نے یہ دیا ہے کہ لفظ ذریت پوتوں اور نواسوں دونوں کو شامل ہے اور اسی سے استدلال ہے کہ حضرت حسنین علیہم السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت میں داخل ہیں (معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۳۸۹)

۸۷۔ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا ...الآیۃ۔

ہم نے ان میں سے ہر ایک کو عالمین پر فضیلت دی اس سے ان کے اپنے دور کے عالم مراد ہیں۔ ہاں البتہ جو ذوات مقدسہ علی الاطلاق عالمین سے افضل ہیں وہ سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام ہیں۔ اور اس بات کی تفصیل مع الدلائل ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آیات القرآن

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ
فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ
فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى
لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ
مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى
لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ

مَّا لَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمۡ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرۡهُمۡ فِىۡ خَوۡضِهِمۡ
يَلۡعَبُوۡنَ ۝۹۱

ترجمۃ الآیات

اوران کے آباؤ اجداداوراولا داور بھائیوں میں سے بھی (کچھ کو ہدایت دی) اور ہم نے انہیں منتخب کیا اور سیدھے راستے کی ہدایت دی (۸۷) یہ اللہ کی خاص ہدایت ہے جس کے ذریعے سے وہ بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے راہنمائی کرتا ہے اور اگر انہوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کے وہ سب عمل برباد ہو جاتے جو وہ کیا کرتے تھے۔(۸۸) یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب کا حکم اور نبوت عطا کی اب اگر یہ (مکہ والے) ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں تو کوئی پرواہ نہیں ہے ہم نے ان چیزوں کا ذمہ دار ان لوگوں کو بنایا ہے جو انکار کرنے والے نہیں ہیں (۸۹) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے سو آپ بھی ان کے راستہ اور طریقہ پر چلیں۔ کہہ دیجئے کہ میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا وہ (قرآن) تو تمام عالمین کیلئے نصیحت ہے۔(۹۰) ان لوگوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنے کا حق تھا۔ جب انہوں نے یہ کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی ان سے کہیے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جسے موسیٰ لے کر آئے تھے؟ جو لوگوں کیلئے روشنی اور ہدایت (کا ذریعہ) تھی؟ جسے تم نے ورق ورق کر رکھا ہے۔ اسکا کچھ حصہ تو تم ظاہر کرتے ہو (مگر) بہت سا حصہ چھپاتے ہو۔ حالانکہ تمہیں وہ باتیں سکھائی گئی ہیں جو نہ تمہیں معلوم تھیں اور نہ تمہارے باپ دادا کو کہیے اللہ نے (وہ کتاب نازل کی تھی)۔ پھر ان کو چھوڑ دیجئے کہ وہ اپنی بے ہودہ نکتہ چینی میں کھیلتے رہیں۔(۹۱)

تفسیر الآیات

۸۸۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ ...الآیۃ۔

ان آیات مبارکہ میں خداوند عالم نے اٹھارہ انبیاء کرام اور ان کے آباؤ اور بعض ابناء کا ذکر خیر کیا

ہے۔جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی داخل ہیں اور یہاں کہا ہے کہ ان کو حکمت، فصل القضا اور نبوت عطا فرمائی اور بعض پر بعض کتابیں بھی نازل فرمائیں جیسے صحف ابراہیم، تورات، انجیل، اور زبور اس کے کئی مقاصد ہو سکتے ہیں مثلاً یہ کہ عربوں کو بتایا جائے کہ آپ کے جد امجد جناب خلیل خدا اور ان کی اولاد موحد تھے۔ اور یہ کہ حضرت رسول خداؐ کو ان کی تاسی میں دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑے وہ اس پر صبر وضبط سے کام لیں۔اور دوسرے لوگ بھی ان کی سیرت وکردار اور روش ورفتار کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور ان کی اقتداء کر کے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح پائیں (تفسیر کاشف)

واضح رہے کہ ان اٹھارہ انبیاء میں سے حضرت نوح تو حضرت ابراہیم کے جد بزرگوار ہیں مگر سولہ حضرات ان کی ذریت میں ہیں مخفی نہ رہے کہ جس ترتیب سے یہاں ان حضرات کے اسماء گرامی ذکر کیے گئے ہیں یہ ان کے زمان یا فضل وکمال کی ترتیب کے مطابق نہیں ہیں۔علاوہ بریں جناب لوط جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں لہٰذا قاعدہ تغلیب کی بنا پر ان کو ذریت میں شامل کر دیا گیا ہے۔

۸۹۔ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا ...۱۸۹ الآية۔

اب کوئی ان حقائق کا انکار کرتا ہے تو اس کا اپنا نقصان وزیاں ہوگا ہم نے ان کے تسلیم کرنے اور ہمیشہ پرچم حق بلند رکھنے کیلئے ایک مخصوص قوم کا انتخاب کر لیا ہے۔جو یہ فریضہ بطریق احسن انجام دیتی رہے گی۔ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (سورہ مائدہ آیت ...... ۵۴)۔

۹۰ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ...۱۹۰ الآية

اس آیت سے اجر مانگنے کی نفی ظاہر ہوتی ہے۔مگر آیت مودت (قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى......سورہ شوریٰ آیت...... ۲۳) سے اجر مانگنے کا ثبات ہوتا ہے۔لیکن اگر تھوڑا سا غور وفکر کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہاں اثبات ونفی میں کوئی تنافی نہیں ہے۔ بلکہ ان کا محل ومورد جدا جدا ہے مطلب یہ ہے کہ جو اجر مانگا ہے وہ اپنے فائدہ کیلئے نہیں مانگا بلکہ کائنات کی ہدایت اور ان کے فائدہ کیلئے مانگا ہے۔اور جس اجر کی نفی ہو رہی ہے وہ ہے جو آپ کے اپنے فائدہ کیلئے ہے اس بیان کی تصدیق اس ارشاد قدرت سے ہوتی ہے۔"مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ" (سورہ سبا آیت...... ۴۷) میں نے تم سے جس اجر کا سوال کیا ہے۔ وہ تمہارے ہی فائدہ کیلئے کیا ہے۔

۹۱۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ...۱۹۱ الآية۔

جب خود خالق کائنات اور مالک موجودات کو شکایت ہے کہ اس کے بندوں نے اس کی کما حقہ قدر نہیں کی۔تو پھر کوئی مخلوق کسی مخلوق سے کیا توقع رکھ سکتی ہے کہ وہ اہل قدر کی قدر کرے گی جب نبیوں، رسولوں کی قدر نہ کی گئی وصیوں، ولیوں کی قدر نہ کی گئی شہیدوں صدیقوں کی قدر نہ کی گئی علماء کاملین کی قدر نہ کی گئی اور عباداللہ الصالحین کی قدر نہ کی گئی۔ فکیف انا؟ پھر میں کون ہوں؟

قیل ان الالہ ذوولد
وقیل ان اکروں قدکہا
اذاماجی اللہ والرسول معاً
من لسان الوری فکیف نا

غالبؔ برانہ مان گرواعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

بلکہ دنیا کی ہمیشہ سے یہی رسم وریت رہی ہے کہ ہوتی آئی ہے کہ

اچھوں کو برا کہتے ہیں

بایں ہمہ اپنی تو یہ عادت ہے کہ حالات جیسے بھی نا مساعد ہوں دشمن جس قدر چاہیں اذیت پہنچائیں اور احباب جس قدر چاہیں چرکے لگائیں اور بے وفائی فرمائیں ہمیشہ یہی کہہ کر دل کو تسلی دی ہے کہ۔

تیری بندہ پروای سے میرے دن گذر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ

سچ تو ہے کہ

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

ہاں البتہ یہ سوال ہمیشہ تشنہ جواب رہے گا۔کہ

ہم کہاں کے دانا تھے
کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا

بہر حال اللہ کی بے قدری کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ یہودی کہتے ہیں کہ اس نے کسی انسان (پیغمبر اسلام) پر کچھ نہیں اتارا ارشاد ہوتا ہے کہ ان سے پوچھو کہ موسیٰ پر وہ کتاب (توراۃ) کس نے اتاری تھی جس میں لوگوں کیلئے نور اور ہدایت تھی جسے تم متفرق کاغذوں کی صورت میں رکھتے ہو۔ اور جس کا کچھ حصہ تو تم لوگوں کے سامنے لاتے ہو جو تمہاری مرضی کے مطابق ہے مگر اس کا بہت سا حصہ چھپا دیتے ہو جو تمہاری منشا کے خلاف ہے تو اگر وہ کتاب اللہ نے اتاری تھی اور ایک بشر پر ہی اتاری تھی تو یہ کتاب یعنی قرآن مجید بھی عالمین کیلئے ذریعہ ہدایت بنا کر ایک بشر پر اتاری ہے تو جب تم اس کو مانتے ہو تو اس کا انکار کیوں کرتے ہو؟

حالانکہ قرآن مجید کے ذریعہ سے وہ علم دیا گیا ہے جو اس سے پہلے نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے آباؤ اجداد جانتے تھے ہے اس کا تمہارے پاس کوئی معقول جواب؟ ''وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا'' (سورہ نمل آیت ...... ۱۴) آخر میں فرمایا کہ اگر یہ لوگ آپ کی بات نہیں مانتے تو ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں تا کہ وہ اپنی بے ہودہ باتوں سے کھیلتے رہیں۔ تو وہ خود بخود اپنے کیفر کردار تک پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

آیات القرآن

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ
الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ
عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹۲ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ
قَالَ اُوْحِىَ اِلَىَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَىْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ
اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۤئِكَةُ بَاسِطُوْۤا
اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا
كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۹۳

ترجمۃ الآیات

اور یہ وہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے جو اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے(اس لئے نازل کی ہے) کہ تم مکہ اوراس کے اطراف وجوانب والے لوگوں کوڈراؤ۔اور جولوگ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں (اسے برحق) مانتے ہیں وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں پر پابندی کرتے ہیں (۹۲) اوراس شخص سے بڑا ظالم اورکون ہوگا جو خدا پر جھوٹا بہتان باندھے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہ کی گئی ہو اور (اس سے بڑا ظالم کون ہے) جو کہے کہ جیسا کلام اللہ نے نازل کیا ہے ایسا میں بھی نازل کروں گا۔(یعنی نازل کرسکتا ہوں) اے کاش! تم وہ منظر دیکھو جب کہ ظالم لوگ موت کے سکرات (سختیوں) میں ہوں گے اورموت والے فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے) اپنی روحوں کوان (سکرات) سے نکالو۔آج تمہیں ذلت آمیز عذاب کیا جائے گا تمہارے خدا کے بارے میں غلط باتیں کرنے اوراس کی آیتوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے کی پاداش میں (۹۳)۔

تفسیر الآیات

۹۲۔ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ ۹۲ ...الآیۃ۔

پہلی آیت میں یہ ثابت کرنے کے بعد کہ ایک بشر پر کلام اللہ نازل ہوسکتا ہے۔الغرض اس آیت میں قرآن مجید کی چند خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔مثلاً اس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ بڑی بابرکت کتاب ہے اس میں ایک طرف عقائد حقہ بیان کئے گئے ہیں تو دوسری طرف احکام الٰہیہ ذکر کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بڑی بابرکت ہے کہ اس میں انسان کی دنیاوآخرت کوسنوارنے وسدھارنے کیلئے زرین اصول بیان کئے گئے ہیں۔اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ تمام سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے بایں معنی کہ وہ برحق ہیں۔اور یہ کہ وہ بھی اسی طرح نازل ہوئی ہے اوراس نبی امی پر نازل ہوئی ہے جس طرح ان آسمانی کتابوں س میں مذکور ہے۔اوراس کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوسری سماوی کتابوں کی طرح خواب غفلت

میں سوئے ہوئے لوگوں کو جگاتی ہے اور بحر عصیان میں غوطہ زن لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اس سے باہر نکالنے کی کامیاب کوشش کرتی ہے ارشادِ قدرت ہے "لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا" (تا کہ تم مکہ اور اس کے ارد گرد کے رہنے والوں کو ڈراؤ) مشہور یہ ہے کہ مکہ مکرمہ ربع مسکون کے وسط میں واقع ہے۔ اس لحاظ سے اس کا ارد گرد تمام ربع مسکون یعنی تمام معمورہ ہستی کو شامل ہے۔ آخر میں ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ ضرور اس (قرآن) کو بھی مانتے ہیں اور وہ اپنی نمازیں پابندی سے پڑھتے ہیں اور جو بے فکرے آخرت کو نہیں مانتے وہ قرآن پر کس طرح ایمان لائیں گے ظاہر ہے کہ قرآن کے مطالب و معانی میں وہی غور کرے گا اور انہیں مانے گا جس کو قیامت اور اس کے حساب و کتاب کا خوف ہوگا۔ جو اسے اسلامی و قرآنی حقائق پر غور و فکر کرنے پر امادہ کرے گا جس کا قدرتی نتیجہ ایمان ہے۔

تعریف قرآن بزبان امام علیہ السلام

حضرت امیر علیہ السلام قرآن کی تعریف میں فرماتے ہیں:

" تعلمو القرآن فانه احسن الحديث وتفقهوافيه فانه ربيع القلوب و استشفو ابنوره فانه شفاء الصدور و احسنو تلاوته. فانه احسن القصص "

قرآن کو سیکھو کہ وہ احسن الحدیث ہے اسے سمجھو کہ وہ دلوں کیلئے بہار ہے۔ اور اس کی روشنی سے شفا حاصل کرو کہ وہ شفاء الصدور ہے اور اچھی طرح اس کی تلاوت کرو کہ وہ احسن القصص ہے۔ (نہج البلاغہ)

۹۳۔ وَمَنْ اَظْلَمُ...۱۹۳ الآیۃ۔

اس آیت کی شان نزول میں مفسرین اسلام کے درمیان قدرے اختلاف ہے کہ یہ کس کے متعلق نازل ہوئی ہے اس سلسلہ میں دو روایتیں ملتی ہیں ایک میں وارد ہے کہ یہ مسلیمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اور کچھ رطب و یابس جمع کر کے قرآن کا معارضہ کرنے کی ناکام کوشش کی (تفسیر تبیان)

اور ایک روایت میں وارد ہے کہ یہ عبداللہ بن معد بن ابی سرح کے متعلق اتری ہے جو اپنی خوشنویسی کی وجہ سے کاتب وحی مقرر ہوا تھا۔ جب آنحضرت اسے وحی لکھوانا چاہتے تو وہ آیت کا آخری فقرہ اپنے ذوق کے مطابق لکھ دیتا اور آنحضرت اس کی تصحیح کر دیتے مگر کبھی ایسا بھی ہوا کہ آنحضرت نے اسے نہیں بدلا۔ وہ اسی بات پر گمراہ ہوگیا۔ اور کہنے لگا کہ میں بھی قرآن جیسی آیات تیار کر کے اتار سکتا ہوں۔ (تفسیر قمی)

اس سے معلوم ہوا کہ واقعاً اس بد بخت سے بڑھ کر اور کوئی ظالم نہیں ہے۔ جو اپنی تک بندی اور من گھڑت باتوں کو خدا کی وحی کی شکل میں پیش کرے۔ یہ دعویٰ کرلے کہ میں بھی قرآن کی طرح کلام نازل کرسکتا ہوں۔ تعالی اللّٰہ عن ذلک علوا کبیر ا۔ خلاصہ یہ کہ چونکہ ''المورد لا یخصص الوارد'' بنابریں اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ کے بارے میں وہ بات کہے جس کا قرآن وسنت سے کوئی ثبوت نہ ہو یا اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام یا حرام کردہ کو حلال ٹھہرائے یا نبوت وامامت کا دعویٰ کرے جبکہ وہ نبی وامام نہ ہو۔ (تفسیر عیاشی)

۹۴۔ وَلَوْ تَرٰٓى...الآية۔

کاش تم وہ موقع دیکھو جب ایسے گستاخ اور ظالم لوگ موت کے سکرات میں ہوں گے اور ملک الموت کے انصار واعوان فرشتے ان کی روح قبض کرنے کیلئے ہاتھ پھیلائے ہوں گے ان کی زجر وتوبیخ کرتے ہوئے ان افتراء پرداز ظالموں سے کہیں گے کہ اپنی روحوں کو سکرات وشدائد سے نکالو! مخفی نہ رہے کہ بعض اخبار وآثار میں ان ظالموں کی تفسیر آل محمد علیہم السلام پر ظلم کرنے والوں کے ساتھ کی گئی ہے (تفسیر قمی)

پھر فرماتا ہے کہ آج تمہیں خدا پر ناحق بہتان باندھنے اور اس کی آیتوں کے مقابلہ میں انہیں ماننے سے تکبر کرنے کی وجہ سے ذلت آمیز عذاب دیا جائے گا جو اس قیامت صغریٰ یعنی موت سے لے کر قیامت کبریٰ تک بلکہ اس کے بعد بھی مسلسل جاری رہے گا۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا
خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ
زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا
كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ
الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ
الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ
تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾

ترجمۃ الآیات

اورتم اسی طرح ہماری بارگاہ میں تن تنہا آئے ہوجس طرح ہم نے پہلی بار تمہیں پیدا کیا تھا۔اور اپنے پیچھے چھوڑ آئے جو کچھ ساز وسامان ہم نے تمہیں عطا کیا تھا۔اور (آج) ہم تمہارے ساتھ وہ سفارشی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں؟ (آج) تمہارے باہمی تعلقات منقطع ہو گئے ہیں اور جو تمہارا گمان فاسد تھا وہ غائب ہو گیا (۹۴) بے شک اللہ ہی ہے جو دانہ اور گٹھلی کو شگافتہ کرنے والا ہے جو زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے یہ ہے اللہ تم کدھر بہکے جاتے ہو؟ (۹۵) وہ (رات کے اندھیرے سے) صبح کا برآمد کرنے والا ہے۔اور اسی نے رات کو سکون و راحت کیلئے بنایا اور سورج و چاند کو (ماہ و سال کے) حساب کیلئے بنایا۔یہ غالب اور بڑے علم والے (خدا) کا مقرر کردہ نظام ہے (۹۶)۔

تفسیر الآیات

۹۵۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا... الآیۃ۔

اس آیت کی شان نزول

بعض روایات میں وارد ہے کہ بعض کفار جیسے نظر بن حرث بن کلدہ نے کہا تھا۔ مجھے آخرت کی کیا فکر ہے لات وعزیٰ میری سفارش کریں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مجمع البیان،روح المعانی آلوسی)

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ ہر انسان جب شکم مادر سے باہر آتا ہے تو بالکل یکتا وتنہا ہوتا ہے۔نہ مال ومنال ہمراہ ہوتا ہے نہ کوئی جاہ وجلال نہ اولاد ساتھ ہوتی ہے اور نہ جائیداد پھر دنیا میں آکر اللہ کے فضل وکرم اور اپنی جدوجہد اور کدوکاوش سے بہت کچھ بناتا ہے اور حاصل کرتا ہے۔اور بالآخر جب موت آتی ہے تو پھر سب بنایا ہوا اور کمایا ہوا چھوڑ کر یکہ وتنہا اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوجاتا ہے۔ ع

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

اس آیت مبارکہ میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے کہ تم ہمارے پاس اسی طرح تنہا آؤ گے جس طرح ہم نے پہلی بار تمہیں پیدا کیا تھا۔ اور ہم نے تمہیں جو کچھ عطا کیا تھا وہ سب کو پیچھے چھوڑ آؤ گے آج ہم تمہارے وہ سفارشی نہیں دیکھ رہے جن کے متعلق تمہارا خیال تھا کہ وہ ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ افسوس آج تمہارے تمام باہمی تعلقات بالکل منقطع ہو گئے۔ اور وہ تمہارے کچھ کام نہ آئے۔

دو باتوں کی مختصر وضاحت

بڑے اختصار کے ساتھ یہاں دو باتوں کی وضاحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ایک یہ کہ حشر ونشر کے قائلین میں قدرے اختلاف ہے کہ قیامت میں انسان کی صرف روح محشور ہوگی یا جسم مع الروح کے ساتھ انسان محشور ہوگا؟ جمہور اہل اسلام کا یہی آخری عقیدہ ہے کہ جسم و روح دونوں کے ساتھ انسان محشور ہوگا اور اسے ہی معاد جسمانی کہا جاتا ہے مگر بعض لوگ پہلے قول کے قائل ہیں کہ صرف انسان کی روح محشور ہوگی۔ اس آیت سے جمہور اہل اسلام کے نظریہ کی تائید مزید ہوتی ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ تم اسی طرح میرے پاس آؤ گے جس طرح میں نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ پہلی بار صرف روح پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ انسان جسم و روح کے ساتھ پیدا ہوا تھا دوسری یہ کہ کوئی کوتاہ اندیش اس سے یہ نہ سمجھے کہ اس سے شفاعت کی نفی ہو رہی ہے کیونکہ یہاں ان خودساختہ شفیعوں کی شفاعت کی نفی کرنا مقصود ہے جن کو مشرک لوگ خدا کا شریک سمجھتے تھے اور زندگی بھر ان کی پرستش کرتے رہے اور وہ ان سے جو توقعات رکھے ہوئے تھے قیامت کے دن ان پر پانی پھر جائے گا۔ اس سے خود خدا کے مقرر کردہ شفاعت کرنے والے حضرات کی شفاعت کی نفی ہرگز نہیں ہوتی جو اس کی اجازت سے صحیح العقیدہ مگر گنہگار اہل ایمان کی شفاعت کریں گے۔ ”وَ لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی“ (سورہ انبیاء آیت......۲۸)۔

۹۶۔ اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ... الآیۃ۔

ان چند آیات شریفہ میں خدائے علیم و حکیم اپنے علم و فضل اور اپنی حکمت بالغہ و قدرت کاملہ کے چند کرشمے اور عظیم کارنامے بیان کر کے غافل انسان کو خواب غفلت سے جگاتے ہوئے اسے اپنی عظیم عظمت اور کامل قدرت کا قائل کر کے اس سے اپنی توحید کا اقرار کرانا چاہتا ہے اور بلا شرکت غیرے اپنی عبادت کرانا چاہتا ہے۔

پہلا کرشمۂ قدرت

چنانچہ اس کا ایک کرشمہ قدرت یہ ہے کہ دانے اور گٹھلی کو شگافتہ کر کے اس کے اندر جو درخت چھپا ہوا

ہے اپنی قدرت کاملہ سے اسے برآمد کرتا ہے۔انسان زمین کا سینہ چاک کر کے ایک خشک دانہ یا ایک خشک گھٹلی اس میں رکھ دیتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد اس سے ایک نرم و نازک کونپل نکلتی ہے جو رفتہ رفتہ ایک تناور درخت کا روپ دھار لیتی ہے یا دانہ گندم سے گندم کا پودا نکلتا ہے جس کی کئی بالیاں ہوتی ہیں اور پھر ہر بالی پر ایک خوشہ ہوتا ہے اور ہر خوشہ میں سینکڑوں دانے ہوتے ہیں بے شک حسب ظاہر یہ سب کچھ طبیعی علل و اسباب کے تحت وجود میں آتا ہے مگر غور طلب بات یہ ہے کہ آخر مسبب الاسباب کون ہے؟

ءانتم تزرعونه ام نحن الزارعون؟

دوسرا کرشمہ قدرت

یہ ہے کہ وہ بے جان سے جاندار کو اور جاندار سے بے جان کو پیدا کرتا ہے اس سے مراد کیا ہے؟ اس کی وضاحت سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۲۷ (تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ...) میں کی جا چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔"ذالکم الله فانی توفکون" یہ اللہ ہے جو یہ کام کرتا ہے تم کدھر بھٹکتے پھرتے ہو؟

۹۷۔ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ...الآیۃ۔

تیسرا کرشمہ قدرت۔

رات کی گہری اندھیری چادر کو پھاڑ کر سفیدہ صبح نمایاں کرتا ہے یہ کام بھی ان کاموں میں سے ایک ہے جو قادر مطلق خدا کے سوا اور کوئی بھی جن و ملک یا انسان انجام نہیں دے سکتا اس نے رات کو سکون و اطمینان اور راحت کیلئے بنایا ہے اور شمس و قمر کو حساب کا ذریعہ بنایا ہے واضح ہے کہ آفتاب کے طلوع و غروب سے شب و روز بنتے ہیں اور ان سے ہفتے اور چاند کے بطور ہلال نمودار ہونے اور پھر آخر میں کچھ وقت کیلئے غائب ہو کر دوبارہ طلوع ہونے سے مہینے وجود میں آتے ہیں اور ان سے سال تشکیل پاتے ہیں الغرض سورج ۱۲ برجوں کو تین سو پینسٹھ دنوں میں طے کرتا ہے جس سے سال بنتا ہے اور چاند بارہ برجوں کو (تیس دنوں میں) طے کرتا ہے جس سے مہینہ بنتا ہے اور پھر انہی کی گردش سے شب و روز اور ان سے ہفتے و مہینے اور سن و سال بنتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حساب کتاب کیلئے صرف شمسی مہینے کافی نہیں ہیں بلکہ حساب کتاب میں چاند کو داخل کرنا ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام کا سارا نظام حساب و کتاب قمری تاریخوں پر ہے اور سوائے بعض استثنائی صورتوں کے شمسی تاریخیں معتبر تسلیم نہیں کی گئی ہیں ماہ رمضان کے روزے ہوں یا مناسک حج یا محرم الحرام کا سوگ ہو یا ربیع الاول کا میلاد النبی سب کا

دارومدار قمری مہینوں پر ہے۔"ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَہٗ مَنَازِلَ
لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ"(سورہ یونس آیت......۵)ذلك تقدير العزيز العليم۔

آیات القرآن

وَھُوَالَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۝۹۷ وَھُوَالَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ
مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ
یَّفْقَهُوْنَ۝۹۸ وَھُوَالَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ
كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ
النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ
وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ
وَیَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۝۹۹

ترجمۃ الآیات

اور وہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعہ سے خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہنمائی حاصل کرو۔ بے شک ہم نے علم رکھنے والوں کیلئے دلائل کھول کر بیان کردیے ہیں (۹۷) اور وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے تم (سب) کو ایک شخص (آدم) سے پیدا کیا ہے پھر ہر ایک کیلئے ایک قرارگاہ ہے (باپ کی پشت) اور ایک سونپے جانے کا مقام ہے (رحم مادر) اور ہم نے سمجھ بوجھ رکھنے والوں کیلئے (اپنی قدرت کی) نشانیاں تفصیل سے بیان کردی ہیں (۹۸) وہ وہی تو ہے جس نے آسمان کی (بلندی) سے پانی نازل کیا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات اگائے پھر اس سے ہری بھری شاخیں نکالیں کہ ہم اس سے تہ بتہ (گھتے ہوئے) دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے شگوفوں

سے گچھے نکالتے ہیں جو زمین کی طرف جھکے ہوتے ہیں اور ہم نے انگور، زیتون اور انار کے
باغات پیدا کئے جو باہم مشابہ بھی ہیں اور غیر مشابہ بھی اور اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا
ہے اور اس کے (پکنے کی کیفیت) کو دیکھو اور بے شک اس میں ایمان لانے والوں کیلئے (اللہ
کی توحید و قدرت کی) نشانیاں ہیں۔(۹۹)۔

تفسیر الآیات

۹۸۔ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ ...الآیة۔

چوتھا کرشمہ قدرت

یہاں ستاروں سے سورج و چاند کے علاوہ دوسرے ستارے مراد ہیں جن سے لوگ خشکی وتری میں راہنمائی حاصل کرتے ہیں یعنی کشتی بان سمندر میں موٹر والے خشکی میں اور ہوائی جہاز والے فضا میں اور مختلف قافلوں والے اپنے خشکی وتری کے سفروں میں اور راتوں کی تاریکی میں انہی ستاروں سے راہنمائی حاصل کرتے ہوئے اپنے سفر کی سمت متعین کرتے ہیں۔ آج کمپیوٹر اور مشینی دور میں بھی انسان ستاروں کی راہنمائی سے بے نیاز نہیں ہے الغرض یہ جگمگ جگمگ کرتے ہوئے ستارے بھی کسی صناع ازل کے وجود کا پتہ بتا رہے ہیں اور اہل علم و عقل کو اس کے وجود ذی جود پر راہنمائی کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ستاروں کی یہ راہنمائی ہے تو سب کیلئے مگر ان سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو ستاروں کی (علامات اور ان کے طلوع) غروب وغیرہ باتوں کا علم رکھتے ہیں۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔

۹۹۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ ...الآیة۔

تخلیق کائنات کے شاہکار حضرت انسان کو خداوند عالم نے ایک متنفس سے کس طرح پیدا کیا؟ اس کی تفصیل سورہ نساء کی پہلی آیت یا ایھاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ الآیۃ کی تفسیر میں گذر چکی ہے اور وہیں جناب حواء کی خلقت کی کیفیت اور پھر آگے بنی نوع انسان کے بڑھنے کی نوعیت پر بھی مفصل گفتگو ہو چکی ہے کہ کس طرح ایک بھائی کیلئے ایک حوریہ اور دوسرے بھائی کیلئے ایک جنیہ کا قادر مطلق نے انتظام کیا اور بطریق حلال نسل آدم کو چلایا۔ اور یہ جو تفسیر نمونہ وغیرہ بعض تفاسیر میں بھائی بہن کے باہمی عقد وازدواج کے نتیجہ میں نسل آدم علیہ السلام کے بڑھنے کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کا بطلان کلام امامؑ کی

روشنی میں واضح وعیاں کر دیا گیا ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے ہم ان مطالب کا اعادہ کر کے کتاب کا حجم نہیں بڑھانا چاہتے۔

۱۰۰۔ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ... الآیة۔

یہ مستقر یعنی جائے قرار اور مستودع یعنی جائے امانت۔ ان دو چیزوں سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف قول ہیں۔ اکثر مفسرین اسلام نے لکھا ہے کہ مستقر سے آباؤ اجداد کی پشتیں مراد ہیں جہاں نطفہ برقرار رہتا ہے اور مستودع سے ماؤں کے رحم مراد ہیں جہاں کچھ وقت کیلئے آدمی رہتا ہے اور بعض مفسرین نے مستقر سے دارالآخرہ یعنی جنت یا دوزخ مراد لیا ہے جہاں انسان نے ہمیشہ کیلئے رہنا ہے اور مستودع سے دنیا کی چند روزہ حیات مستعار مراد لی ہے۔ چنانچہ

چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے

مگر چونکہ ان اقوال میں سے کوئی قول بھی کسی امام معصوم سے مروی نہیں ہے اس لئے یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ العالم

ایمان مستقر اور ایمان مستودع

مستقر و مستودع کی مناسبت سے حضرت سے امام جعفر صادق علیہ السلام کے کلام و بیان کی روشنی میں ایمان کی دو قسموں کا بیان کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے ایک بار امامؑ نے فرمایا کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ایمان مستقر۔ یعنی ثابت اور پختہ ایمان جو زندگی میں بھی مومن کے ساتھ ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی ساتھ ہوتا ہے اور حشر و نشر میں بھی ساتھ رہے گا دوسرا ایمان مستودع یعنی امانتی ایمان۔ جو دنیا کی چند روزہ زندگی میں تو مومن کہلانے والے کے ہمراہ ہوتا ہے مگر موت کے وقت اس سے الگ ہو جاتا ہے لہذا مرتے وقت ایمان یہیں رہ جاتا ہے۔ اور آدمی بے ایمان ہو کر مر جاتا ہے۔ امام کا یہ کلام سنکر حاضرین ڈر گئے اور سوال کیا کہ فرزند رسولؐ! ہمیں کس طرح پتہ چلے کہ ہمارا ایمان کس قسم کا ہے؟ فرمایا:

من كان فعله لقوله موافقا فاثبت له الشهادة ومن كان فعله لقوله مخالفا فانما ذلك مستودع۔ جس کا فعل اس کے قول کے مطابق ہو یعنی جو زبان سے کہہ دے وہ اپنے عمل سے کر کے دکھا دے تو اس کے متعلق گواہی دے دو کہ اس کا ایمان مستقر ہے اور جس کا فعل اس کے قول کے مخالف ہو۔ یعنی جو کہے کچھ اور اور کرے کچھ اور تو اس کا ایمان امانتی ہے (اصول کافی)

۱۰۱۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ۔۔۔ الآية

استقرار اور استکمال ایمان کی بعض دعائیں

حضرت شیخ طوسی باسناد خود محمد بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے شیعہ کہتے ہیں کہ ایمان دو قسم کا ہے مستقر اور مستودع۔ تو آپ مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرمائیں جسے پڑھوں تو میرا ایمان کامل ہو جائے فرمایا:

ہر نماز کے بعد پڑھا کر

''رضيت بالله ربا وبمحمد صلى الله عليه وآله وسلم نبيا و بلا سلام ديناً وبا لقرآن كتاباً وبعلى ولياً واماً وبالحسن و بالحسين والائمة صلوات الله عليهم ائمةً اللهم انى رضيت بهم ائمةً فارضنى لهم انك على كل شے قدير''۔ (تہذیب الاحکام وتفسیر البرہان)

نیز اس مقصد کیلئے اور ہر قسم کی گمراہی سے بچنے کیلئے ہر نماز کے بعد ایک بار دعائے غریق کے پڑھنے کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے۔ جو یہ ہے۔ يا الله يا رحمن يا رحيم يا مقلب القلوب ثبت قلبى على دينك۔ (الفقیہ)

۱۰۲۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ ... الآية۔

اس آیت مبارکہ میں بھی خدائے خبیر وقدیر نے اپنی قدرت کاملہ کی کرشمہ سازیوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ انسان کی بقاء کیلئے چند چیزوں کی ضرورت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے روٹی، کپڑا اور مکان۔ یہاں تفصیل کے ساتھ اس کی خوراک کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ بارش برسا کر یعنی پانی سے دانے، سبزیاں اور پھل فروٹ اگاتا ہے۔ اور ان سے انسان کی شکم سیری کا انتظام فرماتا ہے تا تو لقمه بدست آرى و بغفلت نخورى۔ کپڑے اور مکان کا تذکرہ دوسری مختلف آیات میں کیا گیا۔ ''اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ'' (سورہ نحل آیت ......۷۹) بیشک ان چیزوں میں ایماندار لوگوں کیلئے خدا کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں۔

آیات القرآن

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ
عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى
يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ
فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ
الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ
جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ
فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ
وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور ان لوگوں نے جنات کو اللہ کا شریک بنایا ہے حالانکہ اس نے انہیں پیدا کیا ہے اور انہوں نے اس کیلئے جہالت کی وجہ سے بیٹے اور بیٹیاں تراش کر رکھی ہیں۔ وہ پاک ہے اور برتر ہے اس سے جو وہ اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں (۱۰۰) وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اس کیلئے اولاد کیونکر ہوسکتی ہے حالانکہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں ہے۔ اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے (۱۰۱) یہ ہے اللہ جو تمہارا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے وہی ہر چیز کا خالق ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو۔ اور وہ ہر چیز کا وکیل وکفیل ہے (۱۰۲) نگاہیں اسے نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ لطیف (جسم وجسمانیات سے مبرا ہے) اور خبیر (بڑا باخبر) ہے (۱۰۳) تمہارے

پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے بصیرتیں (روشن دلیلیں) آچکی ہیں اب جو بصیرت سے کام لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا۔ اور جو اندھا بنا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا۔ اور میں تمہارے اوپر نگران نہیں ہوں (۱۰۴) اور ہم اپنی آیتیں یونہی الٹ پھیر کر بیان کرتے ہیں اور اس لئے کرتے ہیں کہ یہ لوگ کہیں کہ آپ نے (کسی سے) پڑھا ہے اور تاکہ ہم اسے علم رکھنے والوں کیلئے واضح کر دیں (۱۰۵)۔

تفسیر الآیات

۱۰۳۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ... الآیة۔

مشرکین کی مختلف اقسام کا بیان

مشرکین عرب کی کئی قسمیں تھیں کچھ بتوں کو معبود سمجھتے تھے کچھ ستاروں کو عبادت میں شریک خدا قرار دیتے تھے۔ کچھ ابلیس کے بچاری تھے اور کچھ جنات کو خدا کا شریک ٹھہراتے تھے۔ گو ہمیں کسی ایسی خاص جماعت کا علم نہیں ہے جس نے جنات کا خدا سے شرک والا رشتہ جوڑا ہو۔ مگر جب یہاں بھی اور ایک اور جگہ بھی خدا فرما رہا ہے: ''وَ جَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا'' (سورہ صافات آیت ...... ۱۵۸) وہ خدا اور جنوں میں رشتہ جوڑتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس جن سے ابلیس مراد لیا ہے کیونکہ وہ جنات میں سے تھا۔ ''كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ'' (سورہ کہف آیت ...... ۵۰) بنا بریں عبادت سے مراد اطاعت ہوگی کہ وہ اس کی یوں اطاعت کرتے تھے جیسے خدا تعالیٰ کی کی جاتی ہے اور اگر جن سے مراد آنکھوں سے پوشیدہ مخلوق مراد لی جائے تو پھر اس سے فرشتے بھی مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کو خدا کی بیٹیاں قرار دے کر ان کی پرستش کرنے والے مشرکین بھی موجود تھے بہرنوع مشرکین کا یہ گمان تھا کہ دنیا کے انتظام میں کچھ پوشیدہ ہستیاں بھی شریک خدا ہیں۔ کوئی بارش برساتا ہے تو کوئی فصلیں اگاتا ہے اور کوئی بیماری دور کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے مشرکانہ نظریات مشرک قوموں میں روحوں، شیطانوں اور دیوتاؤں، دیویوں کے بارے میں موجود رہے ہیں اور ہیں تو خدائے علیم و حکیم نے ان کے اس زعم باطل کی رد ایک جملہ میں کی ہے۔ ''وخلقھم'' جن کو یہ لوگ خدا کا شریک قرار دیتے ہیں وہ تو اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ نے ان کو خلق کیا ہے اور بھلا کوئی مخلوق بھی اپنے خالق کی شریک ہو سکتی ہے۔ حاشا وکلا۔

خدا کے بیٹے اور بیٹیاں ٹھہرانے والوں کی ردّ

۱۰۴۔ وَخَرَقُوۡا لَهٗ بَنِيۡنَ ...۱۰۰ الآیۃ۔

چنانچہ مشرکین عرب یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور یہود کہتے تھے کہ جناب عزیر اللہ کے بیٹے ہیں جبکہ عیسائی یہ کہتے تھے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں خدا نے ان سب کے اس زعم باطل کو ایک جملہ میں باطل قرار دیا ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں ہے تو پھر بیٹے اور بیٹیاں کہاں سے آئیں گی؟ اس استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مختلف باطل نظریات رکھنے والوں میں سے کوئی خدا کی بیوی کا قائل نہیں تھا اسی لئے خدا نے بیوی کے نہ ہونے کو اولاد کے نہ ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ **سبحانه وتعالیٰ عما یصفون**۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو بغیر کسی سابقہ مثال کے پیدا کیا ہے۔ اور وہ ہر شے کا خالق اور وہ ہر چیز کا ہمہ گیر علم رکھتا ہے اور اس کے علم میں اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

۱۰۵۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ ... الآیۃ۔

جب ساری کائنات کا خالق و مالک اور مدبر اللہ ہے تو پھر عبادت صرف اسی کی کرنا چاہیے۔ اور کسی چیز کو نہ اس کا شریک قرار دینا چاہیے اور نہ کسی مخلوق کو اس کی اولاد یا بیوی ٹھہرانا چاہیے۔ اور وہی ہر چیز کا کارساز ہے۔ لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ (سورہ شوریٰ آیت......۱۱)

۱۰۶۔ لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ ... الآیۃ۔

خدا آنکھوں سے نظر نہیں آتا

اس موضوع پر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۵۵ **واذقلتم یموسیٰ لن نومن لك حتیٰ نراللہ جھرۃ**۔ کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کی جا چکی ہے اور عقلی و نقلی دلائل و براہین سے واضح و عیاں کیا جا چکا ہے کہ خدا دنیا و آخرت میں ان مادی آنکھوں سے نظر نہیں آ سکتا۔ کیونکہ کسی بھی چیز کو دیکھنے کیلئے چھ چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ وہ شئی دیکھنے والے کی جہت مقابل ہو۔　　۲۔ وہ چیز کوئی شکل و صورت رکھتی ہو۔

۳۔ کوئی رنگ بھی رکھتی ہو۔　　۴۔ کسی مکان میں ہو۔

۵۔ دیکھنے والے اور اس میں زیادہ فاصلہ نہ ہو اسی طرح درمیان میں بھی کوئی چیز حائل نہ ہو۔

٦۔ روشنی بھی ہو تاریکی نہ ہو۔

اور یہ بات بدیہی ہے کہ یہ سب صفتیں جسم کی ہیں۔مگر یہ بات اپنے مقام پر یعنی علم کلام وعقائد میں نا قابل رد دلائل و براھین سے ثابت ہو چکی ہے کہ خدا جسم وجسمانیات اور ان کے آثار سے منزہ ومبرا ہے اور یہی لطیف کا صحیح مفہوم ہے کہ وہ مادہ کی کثافتوں سے مبرا ہے لہٰذا اس کے بارے میں دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ جب جناب موسیٰ علیہ السلام نے قوم کے اس احمقانہ سوال اور پھر اس پر اصرار سے مجبور ہوکر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ رب ارنی۔تو خدا نے ان کو جواب دیا تھا۔لن ترانی اے موسیٰ تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتے۔اس طرح اس آیت نے ابدالا باد تک باری تعالیٰ کے دیکھے جانے کی نفی کردی ''لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَ هُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ''۔

۱۰۷۔ قَدۡ جَآئَكُمۡ بَصَآئِرُ...۱۰۴ الآیة۔

جسم کیلئے بصر اور روح کیلئے بصیرت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل و بینات آچکے۔تو جو ان کی اتباع کرے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو اندھا بنا رہے گا تو وہ اپنا نقصان وزیاں کرے گا۔پیغمبر اسلامؐ کی زبان حق ترجمان سے کہلوایا جارہا ہے کہ میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں بلکہ صرف بشیر ونذیر اور داعی الی اللہ اور مبلغ قرآن واسلام ہوں۔وکیل،رقیب اور حفیظ صرف خدا ہے۔یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:''اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ وَاِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا''(بنی اسرائیل آیت۔۔۔۷)اگر اچھے کام کرو گے تو اپنے فائدہ کیلئے اور اگر برے کام کرو گے تو بھی اپنے ہی (نقصان) کے لئے۔

۱۰۸۔ وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ...الآیة۔

خداوند عالم تو جاہل عربوں کے سامنے طرح طرح اور مختلف انداز سے حقیقتیں بیان کرتا تھا تاکہ وہ حق وحقیقت کو تسلیم کریں اور اس پر ایمان لائیں مگر بموجب مردِ ناداں پر کلام نرم ونازک بے اثر۔انہوں نے اس کا الٹا اثر لیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کہنے لگے کہ یہ قرآن جو مختلف علوم وفنون اور مختلف دلائل و براھین پر مشتمل ہے آپ نے کسی آدمی سے پڑھا ہے یہ خدا کا کلام نہیں ہے بنابریں ''لیقولون'' کے اول میں جو لام ہے یہ لام عاقبت ہے جو کسی بات کے نتیجہ کو ظاہر کرتی ہے جیسے جناب موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے کہ ''فَالۡتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِيَكُوۡنَ لَهُمۡ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا''(سورہ قصص آیت......۸)فرعونیوں نے انہیں دریا سے نکال لیا تاکہ وہ ان کیلئے دشمن اور باعث حزن قرار پائیں۔حالانکہ ان کا مقصد یہ نہ تھا مگر نتیجہ یہی برآمد

ہوا سچ ہے کہ ''وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ '' (سورہ یونس آیت......۱۰۱)۔
مگر بعض فضلاء کو اصرار ہے کہ یہ لام غایت و مقصد ہی کیلئے آتی ہے اور اس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ وہ کہیں کہ آپ نے خوب پڑھا ہے یعنی ان کا ضمیر اس کی گواہی دے یا اگر کبھی زبان سے بھی اس کا اقرار کرلیں یہی سیاق وسباق دونوں کا تقاضا ہے کیونکہ اتمام حجت ہونے کا ذکر ہورہا ہے (فصل الخطاب)
تاکہ ہم صاف صاف بیان کردیں اور واضح کردیں علم و دانش رکھنے والوں کیلئے لہٰذا اگر وہ فائدہ اٹھانا چاہیں گے تو اس میں تمام سامان ہدایت پائیں گے اور اگر کوئی جہالت وضلالت کا مظاہرہ کرے گا اور ان حقائق کو قبول نہیں کرے گا۔ تو اس پر حجت تو تمام ہوجائے گی اور اس کا عذر تو قطع ہو ہی جائے گا۔ گویا مفہوم یہ ہے کہ۔

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے

آیات القرآن

اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ
الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ
حَفِیْظًا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ
عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ
اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾
وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ
وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

ترجمۃ الآیات

آپ اس وحی کی پیروی کریں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کو کی جاتی ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ اور مشرکوں سے بے توجہی اختیار کریں (۱۰۶) اور اگر خدا (زبردستی) چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان مقرر نہیں کیا اور نہ ہی آپ ان کے ذمہ دار ہیں (۱۰۷) اور (خبردار) تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ یہ لوگ اپنی جہالت و ناسمجھی کی بنا پر حد سے گزر کر اللہ کو گالیاں دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے عمل کو (اس کی نظروں میں) آراستہ کیا ہے۔ پھر ان کی بازگشت ان کے پروردگار کی طرف ہے پھر وہ انہیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے (۱۰۸) اور انہوں نے اللہ کے نام کی بڑی سخت قسمیں کھائی ہیں اگر ان کی مرضی کے مطابق کوئی معجزہ ان کے پاس آ جائے تو وہ ضرور ایمان لائیں گے۔ کہہ دیجیے کہ معجزہ تو بس اللہ ہی کے پاس ہے جب کوئی ایسا معجزہ آ بھی جائے گا تو یہ جب بھی ایمان نہیں لائیں گے (۱۰۹) (تمہیں کیا خبر کہ) ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر دیں گے (تہ و بالا کر دیں گے) لہٰذا جس طرح وہ اس قرآن پر پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے تھے اب بھی نہیں لائیں گے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے تاکہ یہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے پھرتے رہیں گے (۱۱۰)

تفسیر الآیات

پیغمبر اسلامؐ لوگوں کے ناظر و نگران نہیں ہیں

۱۰۸۔ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ... الآیة۔

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم اس پیرایہ میں اپنے حبیب مصطفیؐ کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ کفار و مشرکین کے کفر و شرک پر غمگین نہ ہوں اور آپ اس بات کی پروانہ کریں کہ کون آپ کی بات مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔ بس آپ اپنے پروردگار کی وحی کی اتباع کریں کیونکہ آپ کی ذمہ داری قرآن کے ذریعہ سے بشارت و نذارت کرنا اور اس پر مداومت کرنے کے سوا اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور وہ آپ نے پوری

کردی ہے۔اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔اس کے باوجود اگر کوئی بدبخت کفر وشرک کرتا ہے تو کیا کرے۔ آپ ان سے روگردانی کریں۔آپ ان کے پہریدار ونگہبان اور ٹھیکے دار ونگران نہیں ہیں کہ زبردستی ان کو کفر وشرک سے باز رکھیں۔اگر اس طرح زبردستی ارادۃ تکوینی (کن فیکون) سے ان کو مومن بنانا مقصود ہوتا تو پھر کوئی بھی مشرک نہ ہوتا۔مگر ایسا کرنا اللہ کی حکمت بالغہ کے منافی ہے اس لئے وہ ایسا نہیں کرتا۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ ۱۰۸...الایۃ

اس آیت کی شان نزول

کہا جاتا ہے کہ مسلمان کفار ومشرکین کے بتوں کو گالیاں دیا کرتے تھے تو خداوند حکیم نے یہ آیت نازل کی کہ وہ ایسا نہ کریں ورنہ وہ بھی جواب میں ان کے معبود برحق کو گالیاں دیں گے۔(مجمع البیان)

خلاصہ یہ کہ تم بت پرستوں کو دعوت حق ضرور دو مگر ان کے بتوں کو برا بھلا نہ کہو ورنہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ خدا کو برا بھلا کہیں گے۔پھر طلب حق کی بات نہیں رہے گی۔باہمی گالی گلوچ شروع ہو جائے گا۔

تبلیغ حق کا صحیح طریقۂ کار؟

اکثر وبیشتر دیکھا جاتا ہے۔کہ مبلغین اپنے دین ومذہب کی تبلیغ کرنے میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور فریق مخالف اور اس کے بزرگوں اور اس کے نظریات کی رد کے سلسلہ میں وہ غلط انداز گفتگو اختیار کرتے ہیں کہ جس سے مدمقابل کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہیں اور اس سے نفرت اور تعصب میں تو ضرور اضافہ ہوتا ہے مگر مبلغ کی تبلیغ کا کوئی مثبت اثر نظر نہیں آتا۔اس آیت شریفہ میں ان لوگوں کو جو اسلام وایمان کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں صحیح عقلی واسلامی خطوط پر تربیت دی جا رہی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں ہرگز معقولیت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔اور حکمت ومتانت اور احسن انداز سے اپنے مشن کی تبلیغ کریں یعنی بڑی حکمت اور شائستگی کے ساتھ اپنے دین ومذہب اور اپنے پیشواؤں کے فضائل وکمالات سے لوگوں کو روشناس کرائیں۔اور بہتر تو یہ ہے کہ دوسرے مذہب اور اس کے پیشواؤں کا ذکر ہی نہ کریں اور اگر ان کا ذکر ناگزیر ہو تو پھر دلائل وبراہین سے احسن اور علمی مہذب طریقہ سے ان کے مذہب اور ان کے پیشواؤں کی کمزوریاں بیان کریں تاکہ وہ لوگ سوچنے اور سمجھنے پر مجبور ہو جائیں۔بھونڈے انداز میں طعن وتشنیع اور گالم گلوچ سے مکمل طور پر اجتناب کریں کیونکہ ایسا کرنے کے دو واضح نقصان ہیں۔

ا۔ایک یہ کہ اس طرح تبلیغ غیر موثر ہو جاتی ہے اور سامعین کے دل ودماغ میں نفرت کے جذبات

پیدا ہوجاتے ہیں۔

۲۔ دوسرا یہ کہ جب سننے والوں کے جذبات کو ٹھیس لگے گی تو وہ بھی مشتعل ہو کر مبلغ کے مذہب اور اس کے معبود اور اس کے پیشواؤں کے بارے میں وہی لب ولہجہ اور وہی گالم گلوچ اختیار کریں گے جو اس نے اختیار کیا ہے۔ جس سے فائدہ کی بجائے الٹا نقصان وزیاں ہوگا سچ ہے۔ کما تدین تدان۔

عام حالات میں بھی کسی کے بزرگوں کو علانیہ برا نہیں کہنا چاہیئے

حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی امالی میں روایت کرتے ہیں کہ ایک بار کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ کا ایک نام لیوا ہے۔ جو شہر کے چوراہے پر جا کر کھڑا ہوجاتا ہے اور آپ کے مخالفوں کو نام بنام گالیاں دیتا ہے۔

امام لیٹے ہوئے تھے جب یہ واقعہ سنا تو سیدھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور غضبناک لب ولہجہ میں فرمایا:

”مالہ لعنہ اللہ یعرض بنا الناس“ اس شخص کو کیا ہوگیا ہے خدا اس پر لعنت کرے۔ وہ لوگوں کو ہمارے برخلاف بھڑکاتا ہے؟

پھر یہ حکیمانہ حکم دیا:

”لا تسبوھم فیسبوا علیکم“ ان کو گالیاں نہ دو ورنہ وہ تمہارے علی علیہ السلام کو گالیاں دیں گے (امالی الشیخ صدوق)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لاکھ برائی کے قابل ہو مگر اسے علانیہ برا نہیں کہنا چاہیئے۔ ورنہ اگر ان کے نام لیوا حقیقی پیشوایان برحق کے خلاف بدگوئی وہرزہ سرائی کریں گے تو اس کی ذمہ داری اس روش کا مظاہرہ کرنے والے پر عائد ہوگی۔ دعا ہے کہ خداوند عالم مسلمانوں کو تحمل وبرداشت اور رواداری کا مظاہرہ کرنے اور ایک دوسرے کے جذبات واحساسات کا پاس کرنے کی توفیق عطا فرمائے اگر ایسا ہوجائے تو اس سے بہت سے مفاسد کا سد باب ہوجائے گا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا: ”من سب ولی اللہ فقد سب اللہ“ جو اللہ کے کسی ولی کو گالی دے اس نے دراصل خدا کو گالی دی ہے۔ (تفسیر عیاشی وصافی وبرہان)۔

ہم نے ہر قوم کیلئے اس کا عمل آراستہ کیا ہے کا صحیح مفہوم کیا ہے

۱۱۰۔ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا ... الآیۃ۔

ہم نے اسی طرح ہر قوم کا عمل اس کیلئے آراستہ کر دیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا جس طرح مسلمانوں کیلئے اسلام وتوحید کو آراستہ کیا ہے اسی طرح کافروں کیلئے کفروشرک کو آراستہ کیا ہے؟ یہ مفہوم یقیناً غلط ہے کیونکہ کافرین ومشرکین کیلئے کفروشرک اور گنہگاروں کیلئے گناہ وعصیان کو آراستہ کر کے پیش کرنا شیطان کا کام ہے جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: ''وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ'' (سورہ نمل آیت...... ۲۴) شیطان نے ان کے برے اعمال ان کی نظروں میں آراستہ کر دیئے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: ''وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ'' (سورہ انعام آیت...... ۴۳) شیطان نے ان کی نگاہوں میں ان کے عملوں کو آراستہ کر کے پیش کیا۔ بنابریں اس کے صحیح مفہوم دو ہیں ایک یہ کہ ہم نے تو ہمیشہ نگاہوں میں صحیح عمل وکردار کو ہی آراستہ کر کے پیش کیا ہے۔ ان کی مرضی کہ وہ اس پر عمل کریں یا نہ کریں دوسرا یہ کہ ہر قوم جو کچھ کر رہی ہے وہ اس میں مست ہے اور اس کو اچھا سمجھ رہی ہے۔ کیونکہ آئین فطرت یہ ہے کہ ''كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ'' (سورہ مومنون آیت...... ۵۳) یعنی ہر گروہ اپنی چیز پر خوش وخرم ہے یعنی۔

عاقل بعقل خود ناز دو مجنون بجنون

کل حزب بما لدیہم فرحون

بہرحال یہاں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ دنیا میں اختلاف فکروعمل ناگزیر ہے کوئی سب انسانوں کو ایک ہی فکروعمل اختیار کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا تمہاری نظر میں کوئی راہ کتنی ہی بری ہو مگر دوسرے کی نظر میں یہ راہ اچھی ہے اس لئے ضروری ہے کہ لڑائی جھگڑے کی بجائے تحمل وبرداشت سے کام لیا جائے اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے بھی ان کو ان کی غلط راہ روی کی وجہ سے اپنے حال پر چھوڑ رکھا ہے اور مجبور کر کے ان کو راہ راست پر نہیں لگایا۔ اس لئے مجازاً اس آراستہ کرنے کی نسبت خدا کی طرف دے دی گئی ہے۔ ہاں بروز قیامت بارگاہِ خدا میں حاضری وحضوری کے وقت ان کو بتایا جائے کہ وہ کیا کیا کرتے تھے اور پھر ان کا محاسبہ بھی ہوگا۔

۱۱۱۔ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ...۱۰۹ الآیۃ۔

اسی سورہ کی آیت ۳۴، ۳۵ کی تفسیر میں واضح کیا جا چکا ہے کہ کفار قریش کس طرح حضرت رسولؐ سے فرمائشی معجزے طلب کرتے تھے اور قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اگر ان کا مطلوبہ معجزہ ان کو دکھایا گیا تو وہ ضرور ایمان لائیں گے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام پتھر پر عصا مارتے تھے تو پانی کے چشمے جاری ہو جاتے۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ آنحضرتؐ نے فرمایا تم کیا معجزہ چاہتے ہو؟ کہا صفا نامی پہاڑی کو سونے کا بنا دیں ہمارے بعض مردوں کو زندہ کریں تاکہ ہم ان سے آپ کے بارے میں

سوال کریں یا ہمیں فرشتے دکھائیں جو گواہی دیں کہ آپ برحق ہیں یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی ایک معجزہ دکھادوں تو تم ایمان لاؤ گے؟ تو اس پر سب نے قسمیں کھا کر کہا کہ ہم آپ کی تصدیق و اتباع کریں گے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کرنے کیلئے کھڑے ہوئے کہ وہ صفا کو سونا بنادے۔ کہ جبرئیل امین بحکم رب العالمین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خدا فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں صفا کو سونے کا تو بنادوں گا مگر اس فرمائشی معجزہ کو دیکھنے کے بعد بھی کوئی اگر ایمان نہیں لائے گا تو میں اسے ہلاک و برباد کردوں گا۔ اور اگر آپ چاہیں تو ان کو اپنے حال پر رہنے دیں تا کہ جب کوئی چاہے تو کفر سے توبہ کر کے اسلام لائے۔ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی دوسری صورت کو اختیار فرمایا (مجمع البیان و تفسیر قرطبی)

۱۱۲۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ ...۱۰۹ الآیۃ

معجزات صرف اللہ کے پاس ہیں اور ان کا فاعل حقیقی وہی ہے

حضرت رسولؐ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ کفار قریش کے مطالبہ کے جواب میں صاف صاف کہہ دیں کہ معجزات تو صرف خدا کے پاس ہیں وہی اپنی قدرت و طاقت اور اپنی خاص حکمت و مصلحت کے تحت ظاہر کرتا ہے۔ وہ جب مصلحت دیکھے گا تو ظاہر کرے گا الغرض معجزہ دکھانا مجھ سے متعلق نہیں ہے 'لیس شئیٌ منھا بقدرتی وارادتی'' اس کا تعلق میری قدرت اور میرے ارادہ سے نہیں ہے (تفسیر صافی)۔

بلکہ خدا سے متعلق ہے۔ اس سے بھی بعبارۃ النص واضح ہوتا ہے کہ معجزہ کا فاعل حقیقی خدا ہے۔ جو اپنی مصلحت اور صوابدید کے مطابق نبی یا اس کے وصی کے دعوائے نبوت و ولایت کے وقت ان کی تصدیق کی غرض سے ظاہر کرتا ہے وبس۔ اور چونکہ کچھ اہل ایمان بھی یہ چاہتے تھے۔ کہ آنحضرتؐ کفار کو ان کا مطلوبہ معجزہ دکھائیں تا کہ وہ اپنی قسموں کے مطابق ایمان لائیں تو خدا تعالیٰ ان سے فرما رہا ہے کہ ''وما یشعرکم'' (تمہیں کیا خبر) اگر بالفرض ان کا مطلوبہ معجزہ آ بھی جائے۔ تو یہ ایسے ہٹ دھرم اور حجت باز ہیں کہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور کوئی بہانہ تلاش کر لیں گے کیونکہ خوئے بدرا بہانہ بسیار جیسا کہ ذرا آگے چل کر آٹھویں پارے کے آغاز میں اس بات کی صراحت کر دی گئی ہے۔ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (سورہ اعراف آیت......۷۱)۔

۱۱۳۔ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ ...الآیۃ۔

اس آیت مبارکہ میں یہ حقیقت واضح کی جارہی ہے کہ کفار کا یہ دعویٰ کہ چونکہ ہمیں کوئی معجزہ نہیں دکھایا اس لئے ایمان نہیں لائے۔ صحیح نہیں ہے اتمام حجت کی خاطر بقدر ضرورت معجزے آچکے اور وہ دیکھ چکے ہیں۔ مگر جس طرح وہ پہلی بار ایمان نہیں لائے۔ (ولم یومنوا بہ اول مرۃ) مطلب یہ کہ وہ اب بھی اپنی سابقہ ذہنیت اور اپنے سابقہ عناد وہٹ دھرمی کی بنا پر اسلام نہیں لائیں گے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے کہ وما یدریکم انھا اذا جأت لا یومنون؟۔ اس لئے تمہیں کیا خبر کہ ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر دیں اور تہہ و بالا کردیں اور ان کو اس حال میں چھوڑ دیں کہ وہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے بھٹکتے رہیں۔ کیونکہ وہ حق و ہدایت کے طلبگار ہی نہیں ہیں بلکہ ضلالت و گمراہی کے خریدار ہیں یہاں ان کو اسی طرح اپنے حال پر چھوڑنے کا حکم دیا جارہا ہے جیسا کہ متعدد آیات میں یہ مضمون وارد ہے کہ: ''فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا وَ يَلۡعَبُوۡا حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ يُوۡعَدُوۡنَ'' (سورہ زخرف آیت...... ۸۳) تم انہیں (اپنے حال پر) چھوڑ دو کہ وہ بک بک کرتے رہیں اور کھیلتے کودتے رہیں یہاں تک کہ وہ دن ان کے سامنے آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا۔

وقت صبح ہمچو روز روشن شود پرتو
کہ باکہ باختہ عشق درشب دیجور

آیات القرآن

وَلَوۡ اَنَّنَا نَزَّلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ الۡمَلٰۤـئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الۡمَوۡتٰى وَحَشَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ كُلَّ
شَىۡءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ
يَجۡهَلُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ
يُوۡحِىۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا‌ ؕ وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ مَا
فَعَلُوۡهُ فَذَرۡهُمۡ وَمَا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصۡغٰۤى اِلَيۡهِ اَفۡـِٕدَةُ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ
بِالۡاٰخِرَةِ وَلِيَرۡضَوۡهُ وَلِيَقۡتَرِفُوۡا مَا هُمۡ مُّقۡتَرِفُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾ اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡتَغِىۡ
حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكُمُ الۡـكِتٰبَ مُفَصَّلًا‌ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ
الۡـكِتٰبَ يَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَـقِّ‌ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے بھی نازل کر دیں اور ان سے مردے بھی کلام کریں اور خواہ ہم ہر چیز کو ان کے سامنے لا کھڑا کر دیں تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں مگر یہ کہ اللہ (اپنی قدرت قاہرہ سے) چاہے۔لیکن اکثر لوگ جاہل ہیں (۱۱۱) اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کیلئے انسانوں اور جنوں میں سے شیطانوں کو دشمن قرار دیا ہے جو ایک دوسرے کو دھوکہ وفریب دینے کیلئے بناوٹی باتوں کی سرگوشی کرتے ہیں اور اگر آپ کا پروردگار (زبردستی) چاہتا، تو یہ ایسا نہ کرتے پس آپ انہیں اور جو کچھ وہ افترا کر رہے ہیں اسے چھوڑ دیں (۱۱۲) تا کہ ان (بناوٹی باتوں) کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہوں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور تا کہ وہ اسے پسند کریں اور تا کہ وہ ان (برائیوں) کا ارتکاب کریں جن کے یہ مرتکب ہو رہے ہیں (۱۱۳) کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو فیصل اور منصف تلاش کروں؟ حالانکہ وہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل اور واضح کتاب نازل کی ہے۔اور ہم نے جن کو (آسمانی) کتاب دی وہ (اہل کتاب) جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوا ہے پس آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں (۱۱۴)۔

تفسیر الآیات

۱۱۴۔ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ ...الآیۃ۔

ابھی اوپر آیت نمبر ۱۱۰ "وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ" کی تفسیر میں وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ کفار ومشرکین پیغمبرؐ سے مختلف معجزوں کی فرمائش کیا کرتے تھے اور پھر سخت قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اگر ہمارے یہ مطلوبہ معجزے دکھا دیئے جائیں تو وہ ضرور ایمان لائیں گے اور بعض اہل اسلام کی بھی یہ خواہش تھی کہ ان کی فرمائش پوری کر دی جائے تا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس بہانہ سے ایمان لائیں۔مگر خدا نے ان لفظوں میں انہیں جواب دیا۔"وما یشعر کم......" (تمہیں کیا خبر) اگر یہ معجزے آ بھی جائیں تو یہ ایمان نہیں لائیں گے۔یہاں اسی بات کی مزید وضاحت کی جا رہی ہے کہ اگر بالفرض ان کی سب فرمائشیں پوری کر دی جائیں حتیٰ

کہ آسمان سے فرشتے اتر آئیں، مردے زندہ ہو کر ان سے ہمکلام ہو جائیں اور کائنات کی ہر چیز کو ان کے سامنے لا کھڑا کریں۔ تو یہ ایسے ہٹ دھرم اور ضدی ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ ان میں حق جوئی اور ہدایت طلبی کا جذبہ ہی نہیں ہے۔ تو راہ راست پر کیوں کر آئیں گے ہاں البتہ ان کے ایمان لانے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ان سے ارادہ اختیار کی قوت سلب کر لی جائے اور اس طرح انہیں بے اختیار کر کے عمل تکوینی یعنی قدرت قاہرہ سے کن فیکون کے طریقہ پر ایمان لانے پر مجبور کر دیا جائے مگر یہ بات حکیم علی الاطلاق کی حکمت بالغہ کے خلاف ہے جس کے تحت اس نے انسان کو فاعل مختار بنایا ہے۔

ہٹ دھرم لوگوں کی کج فطرتی کا تذکرہ

بات دراصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی انانیت یا اپنے کسی ذاتی مفاد کے تحت حق کو تسلیم نہ کرنا چاہے تو پھر بے شک حق جس قدر عقلی یا حسی دلائل کے ساتھ اس کے سامنے پیش کیا جائے وہ اسے الٹے رخ سے ہی دیکھتا ہے اور اسے نہ ماننے کیلئے کوئی نہ کوئی بہانہ تراش لیتا ہے اور بعض الفاظ کا سہارا لے لیتا ہے مثلاً وہ عقلی دلائل کے جواب میں داعیِ حق سے کہے گا کہ کیا تمہارے سوا دوسرے سب بزرگ باطل ہیں؟ یا کیا ہمارے اسلاف حق سے محروم تھے؟ اور حسی مشاہدہ کی رد میں کہہ دے گا کہ یہ سب فریب نظر اور نگاہ کا دھوکہ ہے۔ الغرض اس قسم کے لوگ نفسیاتی بیمار ہوتے ہیں اور سرکش اس لئے وہ ہر حالت میں اپنے کو اونچا دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ مگر جب وہ دیکھتے ہیں کہ داعیِ حق دنیا کے ظاہری جاہ و جلال اور دنیوی مال و منال سے خالی ہے تو وہ اس کی بات ماننے اور اپنے کو اس کے تابع بنانے میں اپنی کسر شان جانتے ہیں اور جب اس کے ساتھ ذاتی مفادات کا بھی چکر چل جائے تو وہ حق کے قبول کرنے کی سعادت سے محروم رہتے ہیں اور کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر حق کا انکار کر دیتے ہیں سچ ہے۔ انہا لا تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یومنون۔

۱۱۵۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا... الآیۃ۔ ۱۱۲

اس آیت میں خداوند کریم اپنے حبیب مصطفیٰ ؐ کو تسلی دے رہا ہے کہ اگر جنی و انسی شیطان آپ کی عداوت اور مخالفت پر کمربستہ ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے یہ آپ سے پہلے انبیاء و مرسلین سے بھی عداوت کرتے چلے آ رہے ہیں اور مخالفت بھی۔ لہٰذا آپ اس سے پریشان خاطر نہ ہوں یہاں چند باتیں قابل غور ہیں۔

ا۔ شیطان دو قسم کے ہوتے ہیں جنی اور انسی

قرآن اور سنت کی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ شیطان دو قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔جناتی شیطان۔ظاہر ہے کہ اصلی شیطان جنوں میں سے تھا جو اپنے پروردگار کے حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے شیطان قرار پایا۔

۲۔انسانی شیطان۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے ''مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ'' (انسانی شیطان کی پہچان کیا ہے؟) چونکہ شیطان کا کام سرکشی کرنا، نیکی کے کام سے روکنا، برائی کا حکم دینا اور لوگوں کے دل و دماغ میں غلط خیالات پیدا کرکے انہیں دین و دیانت اور مذہب اوراس کی متعلقہ حقیقتوں سے بدگمان کرنا ہے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے ''الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ'' اور ایک دوسرے کو فریب دینے کی غرض سے ملمع کی ہوئی باتیں کرنا جیسا کہ اسی آیت میں وارد ہے ''یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا''۔لہٰذا انسانوں میں سے جو شخص بھی یہ کام کرے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ انسان کے روپ میں چھپا ہوا شیطان ہے جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ الشیطان کل عاد متمرد من الانس والجن (تفسیر کبیر)۔

۲۔شیطانوں کو انبیاء کا دشمن بنانے کی نسبت خدا کی طرف کیوں دی گئی ہے؟

جب یہ حقیقت ہے کہ جنی اور انسی شیطانوں کا انبیاء و مرسلین سے عداوت رکھنا اور ان کی مخالفت کرنا ان کا اپنا ذاتی اور اختیاری فعل ہے تو پھر اس کی نسبت خدا نے اپنی طرف کیوں دی ہے؟ کہ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کیلئے انسانوں اور جنوں میں سے شیطانوں کو دشمن قرار دیا ہے'' تو اس کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ نسبت یقیناً مجازی ہے حقیقی نہیں اور ظاہر ہے کہ مجازی نسبت کے جواز کیلئے علماء عربیت کے نزدیک چوبیس ۲۴ علاقوں میں سے کسی ایک علاقہ کا پایا جانا کافی ہوتا ہے اور یہاں تو دو علاقے پائے جاتے ہیں ایک یہ کہ چونکہ انبیاء نے خدا کے حکم سے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور اس کا پیغام حق بندوں تک پہنچایا۔اور چونکہ ان کا یہ اعلان ان شیطانوں کے مفادات سے متصادم تھا اس لئے وہ ان کے دشمن ہو گئے لہٰذا اگر خدا انبیاء سے اعلان نبوت نہ کراتا اور نہ ان کو پیغام حق پہنچانے پر مامور فرماتا تو نہ یہ شیطان ان کے دشمن ہوتے اور نہ ان کی مخالفت کرتے تو گویا اللہ نے ان کو ان کا دشمن بنایا دوسرے یہ کہ جب خدا نے نبیوں کو حکم دیا کہ وہ کفار و مشرکین سے دشمنی رکھیں تو اس بات نے کفار و مشرکین کو بھی انبیاء و مرسلین سے عداوت رکھنے پر آمادہ کیا۔اس لئے ان کی دشمنی رکھنے کو اپنی طرف نسبت دے دی وھذا واضح۔

۱۱۶۔ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ ...الآیۃ۔ ۱۱۲

وحی کے معنی چونکہ کلام خفی کے ہیں اس لئے خداوند عالم نے شیطانوں کی ملمع کی ہوئی خوشنما جھوٹی باتوں کو "زخرف القول" قرار دیتے ہوئے ان کی اس باہمی وسوسہ اندازی کو وحی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر بھی ایسا کیا ہے "وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ" (سورہ انعام آیت ...... ۱۲۱)۔

۳۔ اس شیطانی وحی کے مقاصد کیا ہیں؟

اس آیت میں اس شیطانی وحی کے تین اغراض ومقاصد بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ لوگوں کو فریب اور دھوکہ میں مبتلا کرنا۔

۲۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ ان باتوں کی طرف مائل ہوں کیونکہ ان شیطانوں سے وہی لوگ متاثر ہوتے ہیں جو فکر آخرت سے خالی ہوں اس لئے کہ آخرت کا اندیشہ آدمی کو سنجیدہ بنا دیتا ہے اور ایسا شخص بے حقیقت باتوں سے متاثر نہیں ہوتا۔

۳۔ چاہتے ہیں کہ جو کام یہ شیطان کر رہے ہیں دوسرے لوگوں کو بھی اسی راستہ پر چلائیں اور اسی غلط روش پر لگائیں۔

مخفی نہ رہے کہ یہ جو درمیان میں فقرہ ہے کہ اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے اس سے مراد وہی مشیت قاہرہ ہے کہ جس سے انسان کا ارادہ واختیار سلب ہو جاتا ہے جو اللہ کی حکمت کے خلاف ہے۔

۱۱۷ اَفَغَيْرَ اللهِ ...الآية ۔ ۱۱۴

اس آیت کا تعلق پیغمبر اسلام اور کفار قریش کے اس باہمی نزاع سے ہے کہ وہ فرمائشی معجزے دکھانے کا مطالبہ کرتے تھے کہ جن سے وہ فیصلہ کر سکیں کہ آپ برحق نبی ہیں۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ جب خدائے علیم و حکیم نے قرآن مجید مفصل ومکمل کتاب بطور معجزہ خالدہ کے مجھ پر نازل کر کے میری صداقت کا فیصلہ کر دیا ہے تو کیا میں کوئی اور منصف اور فیصلہ کرنے والا تلاش کروں جو میری حقانیت کا فیصلہ کرے؟ مزید براں اہل کتاب کے علماء کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ ان کے پاس کتب ساویہ (تورات وانجیل وغیرہ) موجود ہیں جو میری نبوت و رسالت کی علامتوں سے لبریز ہیں اور میری صداقت کی شاہد صادق ہیں کیونکہ ان کے علماء اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے یہ اور بات ہے کہ وہ جو کچھ جانتے ہیں وہ سب کچھ مانتے نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ مانتے ہیں اور اکثر نہیں مانتے ہیں۔ "يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ" (سورہ بقرہ آیت ...... ۱۴۶)۔ لیکن "يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا" (سورہ نحل آیت ...... ۸۳) بنا برمشہور گو خطاب حضرت رسول خداؐ

کو ہے مگر مراد دوسرے لوگ ہیں جس سے مبالغہ اور تاکید مطلوب ہے کہ قرآن کے حقائق و معارف شک وشبہ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ بلکہ سراسر حق ہیں اور واجب القبول ہیں۔

آیات القرآن

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿١١٦﴾ اِنَّ
رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١١٧﴾
فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ
اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ
اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَاۗىِٕهِمْ بِغَيْرِ
عِلْمٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿١١٩﴾

ترجمۃ الآیات

اور آپ کے پروردگار کی بات صدق وسچائی اور عدل وانصاف کے لحاظ سے مکمل ہے اور اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور وہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے (۱۱۵) (اے رسول) اگر آپ زمین کے رہنے والوں کی اکثریت کی اطاعت کریں گے۔ (ان کا کہنا مانیں گے) تو وہ آپ کو اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیں گے یہ لوگ پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی اور وہ محض تخمینے لگاتے اور اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں (۱۱۶) بے شک آپ کا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی راہ سے بھٹکا ہوا کون ہے؟ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو (۱۱۷) پس جس (ذبیحہ) پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اس میں سے کھاؤ۔ اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو (۱۱۸) اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس (ذبیحہ) میں سے نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا

ہے؟ حالانکہ اس نے جن (جانوروں) کو تم پر حرام قرار دیا ہے ان کو تمہارے لئے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ سوائے اس کے جس کے کھانے کی طرف تم مضطر و مجبور ہو جاؤ (تو پھر حرام بھی کھا سکتے ہو) اور یقینا بہت سے لوگ علم کے بغیر محض اپنی خواہشات کی بنا پر گمراہ کرتے ہیں بے شک آپ کا پروردگار حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے (۱۱۹)

تفسیر الآیات

۱۱۸ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ ... الآية۔

یہ کلمہ اگرچہ مفرد ہے مگر ان کلمات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو باہم مربوط ہوں اور ایک ہی مقصد سے متعلق ہوں جیسے کہا جاتا ہے کہ ”قال زهير فی كلمة“ زہیر نے اپنے کلمہ یعنی اپنے قصیدہ میں کہا تھا جو کہ بہت سے اشعار کا مجموعہ ہے یا قال قس فی کلمۃ قس بن ساعدہ نے اپنے کلمہ یعنی اپنے خطبہ میں کہا ہے جو کہ بہت سے کلمات کا مجموعہ ہے یہاں کلمہ سے مراد قرآن ہے یا اسلام جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ”كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا“ (سورہ توبہ آیت...... ۴۰) سے مراد اسلام ہے۔

قرآنی حقائق اور احکام ناقابل ترمیم و تنسیخ ہیں

قرآن میں یا قصص و واقعات اور وعدہ وعید ہیں یا اوامر و نواہی ہیں بہرحال قرآن واقعات و حالات اور وعدہ و وعید کے اعتبار سے صدق و سچائی پر اور اوامر و احکام کے اعتبار سے عدل و انصاف پر مبنی ہے اور ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہے بنا بریں ”تمت“ کے معنی ہوں گے ثابت اور اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا اور ان میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ اور تغیر و تبدل کرنے والا نہیں ہے کیونکہ جب وہ صدق و سچائی اور عدل و انصاف کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہیں تو پھر اس میں رد و بدل کی ضرورت نہیں ہے اور نہ خدا نے کسی کو یہ اختیار دیا ہے حضرت جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”حلال محمد حلال الی یوم القیامة و حرام محمد حرام الی یوم القیامة“

حلال محمدی قیامت تک کیلئے حلال اور حرام محمدی قیامت تک کیلئے حرام ہے (اصول کافی)

عددی اکثریت معیار حق نہیں ہے

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ...الآية۔ ۱۱۴

قرآن مجید کی دوسری بہت سی آیات بینات کی طرح اس آیت مبارکہ نے بھی نام نہاد جمہوریت کے گلے پر چھری پھیر دی ہے اور واضح کر دیا ہے کہ حق و باطل کے معاملہ میں انسانوں کی قلت و کثرت معیار نہیں ہوسکتی بلکہ حق کا معیار دلیل و برہان اور سنت وقرآن ہے کیونکہ ہمیشہ اکثریت عوام کالانعام کی ہوتی ہے جن کے نظریات علمی واستدلالی بنیادوں پر استوار نہیں ہوتے بلکہ زیادہ تر بے بنیاد وخیالات اور ظنون واوہام پر ہوتے ہیں۔ ''اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ'' (سورہ یونس......۳۶،سورہ نجم......۲۸)۔یہی وجہ ہے کہ تمام قرآن اکثریت کی مذمت سے لبریز نظر آتا ہے اور اولین ہوں یا آخرین ہر جگہ اکثریت کا تذکرہ کافرین، مشرکین، فاسقین، فاجرین، اور ضالین کے روپ میں کیا گیا ہے ارشاد قدرت ہے۔ ولقد ضل قبلهم اكثر الاولين یعنی اولین میں سے اکثر گمراہ ہو گئے دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وما اکثر الناس ولوحرصت بمومنين جس قدر چاہو حرص کرو۔ اکثر لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے الغرض مشاہد شاہد ہے کہ کائنات کی اکثریت گمراہی کے راستہ پر گامزن ہے لہٰذا زندگی کے کسی بھی شعبہ میں بالعموم اور دین و مذہب کے معاملہ میں بالخصوص اکثریت سے متاثر ومرعوب ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے کیونکہ کہ

از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

لہٰذا اگر آنکھیں بند کرکے اکثریت کا اتباع کرو گے تو وہ تمہیں گمراہ کر دیں گے۔ کیونکہ وحی الٰہی اور علوم لدنیہ کے سواء دنیا میں جو کچھ موجود ہے وہ محض ظن اور تخرص ہی ہے۔ ''وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا'' (سورہ نجم آیت......۲۸)۔ ''وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ'' (سورہ فصلت آیت......۳۳)

جس حلال جانور پر ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جائے اس کا کھانا جائز ہے

۱۱۹۔ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ...الآية۔

جن جانوروں کا کھانا شرعاً حرام ہے ان کا تذکرہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۳ سورہ مائدہ سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۴۵ و سورہ نحل آیت نمبر ۱۱۵ میں کر دیا گیا ہے ان کے علاوہ جو جانور ہیں ان کا کھانا حلال ہے بشرطیکہ ذبح کرتے وقت ان پر خدا کا نام لیا گیا ہو۔ اور نام لینے والا (ذابح) مسلمان ہو اور ذبح بھی رو بقبلہ کرے۔

چونکہ جاہلی دور میں عرب مردار کھاتے تھے اور اپنے ذبیحوں پر اپنے بتوں کے نام لیتے تھے اور ان کی ملمع کی ہوئی دلفریب مگر جھوٹی باتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ مسلمانوں پر زبان اعتراض دراز کرتے ہوئے کہتے تھے کہ جس چیز کو خدا مارے تم اسے حرام جانتے ہو اور جسے تم خود مارو اسے حلال سمجھتے ہو۔ حالانکہ ہر جاندار کا مارنے والا اللہ ہے مگر اس نے حلال وحرام کے کچھ قوانین مقرر کئے ہیں اور انہی قوانین میں سے ایک قانون یہ بھی ہے کہ ذبیحہ پر اللہ کا ذاتی یا کوئی صفاتی نام لیا جائے اس لئے فرمایا جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اس میں سے کھاؤ۔ اگر تم اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہو؟ کیونکہ اللہ کی آیات واحکام پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس کے حلال کردہ کو حلال اور حرام کردہ کو حرام سمجھا جائے کما لا یخفی نیز یہود، مشرکین اور زمانہ جاہلیت کے عربوں نے بعض حلال جانوروں کو محض رسم ورواج کے طور پر حرام قرار دے رکھا تھا جیسے بحیرہ، سائبہ اور وصیلہ وغیرہ جن کا تذکرہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۳ میں کیا جا چکا ہے لہٰذا خداوند عالم ان کے بالمقابل یہ فرما رہا ہے کہ یہ سب پابندیاں محض غلط ہیں بس جس حلال جانور کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا گیا ہو تم بلا تردد اسے کھاؤ۔

۱۲۰۔ وَمَا لَكُم ...الآية۔

اگر چہ کفار ومشرکین کے اس ایراد میں کہ مسلمان اپنے ہاتھ کے مارے ہوئے حیوان کو حلال اور خدا کے مارے ہوئے کو حرام جانتے ہیں لفظی تک بندی کے سوا کوئی دلیل نہیں تھی۔ مگر حالات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض سادہ لوح مسلمان یہ بات سنکر دھوکہ میں آگئے اور اسلامی ذبیحہ کا کھانا ترک کر دیا اور اسلام اور اس کے احکام کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے لگے اس آیت میں ایسے ہی لوگوں کو زجر وتوبیخ کی جاری ہے ہر دور میں ایسے لوگ کم ہی ہوتے ہیں جو کسی چیز کی اصل حقیقت کو سمجھتے ہیں ورنہ اکثر لوگ تو صرف الفاظ کے گورکھ دھندے میں گم رہتے ہیں اور وہ خیالی باتوں کو اسلئے حقیقی سمجھ لیتے ہیں کہ ان کو خوشنما الفاظ کے غلاف میں لپیٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔

ذبیحہ پر خدا کا نام لینے کی حکمت؟

بہر حال انسان کی طرح ہر چیز اور ہر جانور کا خالق اور مالک خدا ہے وہی انہیں پیدا کرتا ہے اور وہی ان کی پرورش کرتا ہے وہ اسی صورت میں ہمارے لئے حلال ہو سکتے ہیں جب انہیں ان کے حقیقی مالک کے حکم کے تحت ذبح کیا جائے تو ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا کوئی لفظی رسم نہیں ہے یہ دراصل جانور کے اوپر خدا کی مالکانہ حیثیت کو تسلیم کرنا اور اس کے عطیہ پر اس کا شکر ادا کرنا ہے ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا اسی اعتراف وتشکر کی ایک علامت ہے۔ اور یہی اعتراف وتشکر وہ قیمت ہے جس کو ادا کرنے سے مالک کے نزدیک اس کا

ایک جانور ہمارے لئے حلال ہوجاتا ہے۔(تذکیرالقران)۔
اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ تو ہماتی خیالات ہیں جن کا خدا کے ایک فرمانبردار بندے کیلئے چھوڑنا واجب ولازم ہے۔کیونکہ

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزاء ایمان ہوگئیں

مخفی نہ رہے کہ وہ اضطرار اور مجبوری جس کے تحت حرام جانور کا کھانا جائز ہوجاتا ہے۔اس کی وضاحت سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۳ کی تفسیر میں کی جاچکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

آیات القرآن

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ
سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ
عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ
لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ اَوَمَنْ كَانَ
مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِى
الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا
فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور (اے لوگو) تمام گناہوں کو چھوڑ دو خواہ علانیہ ہوں اور خواہ خفیہ بے شک جو لوگ گناہ کما (کر) رہے ہیں عنقریب ان کو بدلہ دیا جائے گا اس کا جس کا وہ ارتکاب کرتے ہیں (۱۲۰) اور اس (جانور) کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ کہ یہ (کھانا) فسق

(نافرمانی) ہے اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کو خفیہ اشارے کرتے ہیں (پٹی پڑھاتے ہیں) تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی (ان کا کہنا مانا) تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے (۱۲۱) اور کیا وہ شخص جو (پہلے) مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کیلئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہوا ہے اور ان سے نکل نہیں سکتا۔ جس طرح مومن کی نگاہ میں ایمان آراستہ کیا گیا ہے اسی طرح کافروں کی نگاہ میں ان کے اعمال آراستہ کر دیئے گئے ہیں (۱۲۲) اور (جس طرح ہم نے مکہ کے فاسقوں کو بڑا بنایا) اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرمین کو بڑا سردار بنایا ہے تا کہ وہ وہاں مکر و فریب کیا کریں حالانکہ وہ فریب نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو لیکن انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ (۱۲۳)

تفسیر الآیات

۱۲۱۔ وَذَرُوْا ظَاهِرَ ...الآية۔

اس میں قدرے اختلاف ہے کہ ظاہری اور باطنی گناہ سے کیا مراد ہے مشہور یہ ہے کہ اس سے مراد وہ گناہ ہیں جو علانیہ یا خفیہ طور پر کئے جائیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے ظاہری گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق انسانی اعضاء و جوارح کے ساتھ ہے۔ اور باطنی گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق انسانی دل و دماغ ہے جیسے شرک و شک وغیرہ۔ (تفسیر قمی و مجمع البیان)

الغرض اسلام ایک ایسا پاک و پاکیزہ معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے جس میں اسلام کے ہر نام لیوا کی جلوت و خلوت یکساں طور پر پاکیزہ ہو اور اس کا ظاہر و باطن ہر قسم کے ظاہری گناہوں کی کثافت اور ہر قسم کی باطنی بدعقیدتیوں کی نجاست سے پاک و صاف ہو۔ الغرض اسلام میں کسی قسم کے گناہ و عصیان کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور وہ گنہگاروں کو صاف و صریح دھمکی دیتا ہے کہ جو لوگ گناہ کا کسب و اکتساب کرتے ہیں وہ اپنی اس بری کمائی کا برا بدلہ پا کر رہیں گے۔

۱۲۲۔ وَلَا تَاْكُلُوْا ...الآية۔ ۱۲۱

آیت نمبر ۱۱۸ میں اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدا کے حلال کردہ جانوروں کو اپنے غلط توہمات کی بنا

پر حرام قرار نہ دو۔ بلکہ جس جانور پر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے۔ اسے حلال سمجھ کر کھاؤ۔ اور اس آیت میں ایک دوسرے رخ سے یہ تنبیہ کی جا رہی ہے کہ خدا کے حرام کردہ جانوروں کو حلال سمجھ کر نہ کھاؤ۔ یعنی جس پر ذبح کے وقت عملاً اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو خواہ کسی اور کا نام لیا گیا ہو یا نہ؟ وہ حرام ہے اور اس سے اجتناب واجب ہے۔ خداوند عالم نے ایسے جانور کے کھانے کو فسق اور گناہ فرما کر یہ واضح کر دیا ہے کہ ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا واجب ہے۔

ایضاح

اب اگر کوئی ذابح عمداً (جان بوجھ کر) ذبیحہ پر خدا کا نام نہ لے تو شافعیہ کے سوا باقی تمام اسلامی مکاتب فکر کے فقہاء کا اتفاق ہے کہ اس جانور کا کھانا حرام ہے اور وہ مردار ہے اور اگر سہواً (بھول کر) نام نہ لے تو اس میں اختلاف ہے شیعہ۔ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کا کھانا حلال ہے اور مالکیہ کے نزدیک حرام (تفسیر کاشف)۔

۱۲۳۔ وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ... الآیۃ۔

یہاں شیطان سے کیا مراد ہے؟

یہاں شیطان سے وہ کفر و شرک کے جنی وانسی علماء ورؤسا مراد ہیں جو اپنے چیلوں چانٹوں کو پٹی پڑھاتے ہیں تا کہ وہ لوگوں سے کج بحثی کریں اور اس طرح سادہ لوح لوگوں کو اپنے دام تزویر میں گرفتار کر کے چاہ ضلالت و گمراہی میں گراتے رہیں۔ چنانچہ بعض اخبار و آثار میں وارد ہے کہ فارس کے مجوسیوں نے مشرکین عرب کو پیغمبر اسلامؐ پر اعتراض کرنے کیلئے جو سوالات سکھائے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔ کہ ان سے کہو یہ کیا بات ہے کہ جسے خدا مارے وہ حرام اور جسے تم مارو وہ حلال ہے۔ جیسا کہ اوپر اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ اور جناب ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہاں شیاطین سے ابلیس اور اس کے لشکری مراد ہیں جو انسانوں میں سے اپنے ہم نوالہ وہم پیالہ اولیاء کو ایسی باتوں کا القاء کرتے ہیں (مجمع البیان)۔

اس سے ان شیطان صفت لوگوں کی ذہنیت کا کچھ اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کس طرح سادہ لوح عوام کے ذہنوں میں اس قسم کے شکوک و شبہات ڈال کر کس طرح انہیں گمراہ کرنے کی سعی نا فرجام کرتے تھے؟ آیت کے آخر میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مستقل بالذات مطاع صرف خداوند عالم ہی ہے لہٰذا اگر اس اطاعت مطلقہ میں کسی کو شریک تسلیم کیا گیا تو یہ اعتقادی طور پر شرک فی الطاعہ ہوگا اور اگر قلبی طور پر تو ان کو ایسا مستقل بالذات مطاع تسلیم نہ کیا مگر مقام عمل میں

خدا کا حکم پس پشت ڈالکر ان شیاطین کی اطاعت کی گئی تو یہ عملی طور پر شرک فی الطاعہ ہوگا۔ ''اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ '' (سورہ لقمان آیت ...... ۱۳)۔

۱۲۴۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا ...الآیۃ۔

اس آیت کی شان نزول

بعض مفسرین نے بروایت ابن عباسؓ یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیت جناب حمزہ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے ایک بار ابو جہل نے حضرت رسول خداؐ کو اذیت پہنچائی۔ جب جناب حمزہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ آئے تو اس وقت ان کے ہاتھ میں کمان تھی وہ اس زور سے ابو جہل کے سر پر ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ اور آپ ایمان بھی لائے۔ اور بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیت جناب عمار بن یاسرؓ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب عمارؓ ایمان لائے اور ابو جہل اس سعادت سے محروم رہا۔ (مجمع البیان)

بہر حال شان نزول جو بھی ہو۔ بموجب المورد لا یخصص الوارد اس سے ہر مومن اور ہر کافر مراد ہے اس آیت شریفہ میں خداوند علیم وحکیم نے مومن وکافر میں موازنہ کیا ہے اور یہ موازنہ ایسا ہے جیسے موت وحیات، جہالت اور علم اور نور وظلمت میں ہوتا ہے چنانچہ کافر گویا مردہ ہے۔ اور جب ایمان لاتا ہے تو گویا اب پیدا ہوا ہے، اس کا ایمان نور ہے جس کی روشنی میں وہ چلتا پھرتا ہے اور جو کافر ہے وہ ایسا ہے جیسے کوئی اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہو اور اسے راستہ نہ مل سکے۔ جو کافر ہے وہ جاہل ہے اور جو مومن ہے وہ عالم ہے۔ یہ ایمان کی روشنی ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے ایک بندہ مومن کی ہر نقل وحرکت نمایاں ہوتی ہے۔ اور دیدہ بینا رکھنے والے اس سے متاثر ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں۔

الغرض مومن ہدایت کے راستہ پر خراماں خراماں چل رہے ہیں کیونکہ ان کو یہ راستہ صحیح معلوم ہوا ہے اور کافر گمراہی کے راستہ پر چل رہے ہیں کیونکہ ان کو یہ راستہ بھلا معلوم ہوا ہے۔ سچ ہے۔ کل حزب بما لدیھم فرحون۔ مخفی نہ رہے کہ کئی روایات میں زندہ سے معرفت حق رکھنے والا اور نور سے امام برحق اور مردہ سے حق کی معرفت نہ رکھنے والا مراد لیا گیا ہے۔ (تفسیر قمی و نور الثقلین۔)

۱۲۵۔ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا ...الآیۃ۔

خدا کے ہر بستی کے مجرموں کو بڑا (سردار) بنانے کا صحیح مفہوم

خداوند عالم کا یہ فرمانا کہ ہم نے ہر بستی کے مجرموں کو بڑا بنایا تا کہ وہ وہاں مکر وفریب کریں۔ یہ نسبت

مجازی ہے اور ''لیمکروا'' میں جو لام ہے یہ لام عاقبت ہے جس سے کسی کام کا انجام بیان کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ''وہ پیدا تو ان منصوبہ سازیوں کیلئے نہیں گئے تھے مگر چونکہ نتیجۃً انہوں نے پیدا ہونے کے بعد یہ وطیرہ اختیار کیا اس لئے ان کی پیدائش پر مرتب شدہ نتیجہ کو ان الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ہم نے یہ مجرم قرار دیئے ہیں کہ جو طرح طرح کے منصوبے بناتے ہیں'' (فصل الخطاب)

ظاہر ہے کہ جب بھی کسی آبادی میں کوئی داعی حق کھڑا ہوتا ہے تو وہاں کے سردار محسوس کرتے ہیں کہ اگر اس کی دعوت حق کامیاب ہوگئی تو ان کے ظالمانہ اقتدار و اختیار کا خاتمہ ہو جائے گا اس لئے وہ اس کے خلاف طرح طرح کی مکاریاں کرتے ہیں تاکہ لوگ اس کی دعوت حق کو قبول نہ کریں۔ گویا اس عنوان سے حضرت رسول خداؐ کو تسلی دینا مقصود ہے۔ کہ صرف آپ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا کہ مکہ کے بڑے رئیس اور چودھری آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں بلکہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے کہ قانون فطرت کے مطابق مجرمین میں سے بڑے بڑے سردار پیدا ہوتے رہے ہیں اور وہ خدائی رہبروں و راہنماؤں کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہے ہیں۔ مگر وہ اپنی بےشعوری کی وجہ سے یہ سمجھ نہیں سکے کہ وہ اپنے جال میں پھنس رہے ہیں اور اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں کیونکہ جو لوگ خود ساختہ چیزوں کو خدا کا دین و مذہب بتا کر عوام کا مرجع بنے ہوتے ہیں وہ ہر ایسی آواز کے دشمن بن جاتے ہیں جو لوگوں کو دین برحق کی طرف دعوت دے یہ وقت کے بڑے لوگ اس دعوت حق میں اور خود داعی میں ایسے شوشے نکالتے ہیں جس سے وہ عوام کو اس سے متاثر ہونے سے روک سکیں اور وہ داعی کی ذات پر بے بنیاد الزامات لگا کر اسے خوب بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اس سے دور کر سکیں مگر ان کی اس قسم کی کوششیں خود ان کے جرم میں اضافہ کرتی ہیں مگر وہ دعوت و داعی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ زود یا بدیر حقیقت پوری آب و تاب کے ساتھ کھل کر عوام کے سامنے آجاتی ہے اور آخری فتح حق اور اہل حق کی ہوتی ہے۔ والحمدللہ۔

ایضاح

مخفی نہ رہے کہ مترجمین و مفسرین کو اس آیت کا ترجمہ و تفسیر کرنے میں خاصی دقت پیش آئی ہے جس کی وجہ سے ایک سے دوسرے کا ترجمہ نہیں ملتا۔ اور اس کی وجہ اس آیت کی محوری ترکیب میں پیچیدگی ہے اور اسے سمجھ لینے کے بعد کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ سو فعل جلعنا متعدی بدو مفعول ہے۔ جس کا پہلا مفعول **مجرمیھا** ہے اور دوسرا اکابر۔ بعد ازیں مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے اور قصور واروں کو سردار بنانے کی حکمت واضح ہے تاکہ عام لوگوں کا امتحان قدرے سخت ہو جائے کیونکہ عوام بالعموم اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں

۔لہٰذا ان کی اطاعت چھوڑ کر خدا کے ان نمائندوں کی اتباع کرنا جو بظاہر دنیاوی اقتدار سے محروم ہوتے ہیں۔ کوئی معمولی کام نہیں ہے بلکہ اس کیلئے بہت بڑی توفیق الٰہی اور جرأت ایمانی درکار ہے۔

آیات القرآن

وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ
اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا
صَغَارٌ عِنۡدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيۡدٌۢ بِمَا كَانُوۡا يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ
اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ اَنۡ يُّضِلَّهٗ يَجۡعَلۡ
صَدۡرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجۡعَلُ اللّٰهُ
الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسۡتَقِيۡمًا ؕ قَدۡ
فَصَّلۡنَا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمۡ دَارُ السَّلٰمِ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَهُوَ
وَلِيُّهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب ان کے پاس کوئی معجزہ آتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم کو بھی وہی نہ دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے (اس کا اہل کون ہے؟) عنقریب مجرموں کو اللہ کے یہاں ذلت نصیب ہوگی اور سخت عذاب بھی ہوگا ان کی ان مکاریوں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے (۱۲۴) پس جب اللہ کسی کو ہدایت بخشنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے سینہ کو اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے تو اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے جیسے کہ وہ زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہے (اس کی طرف اونچا ہو رہا ہے) اسی طرح اللہ ان لوگوں پر کثافت مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے (۱۲۵) یہ تمہارے پروردگار کا

سیدھا راستہ ہے۔ ہم نے نصیحت قبول کرنے والوں کیلئے آیتوں کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔(۱۲۶) ان کیلئے سلامتی کا گھر ہے ان کے پروردگار کے ہاں اور ان کے اچھے اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں اللہ ان کا سرپرست ہے۔(۱۲۷)

تفسیر الآیات

۱۲۵۔ وَإِذَا جَآئَتْهُمْ ...الآية۔

اس آیت کی شان نزول

ایک روایت کے مطابق یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا گر نبوت برحق ہوتی تو میں اس کا زیادہ مستحق تھا اس لئے کہ میں سن وسال میں اور مال ومنال میں بھی آپ سے بڑا ہوں اور بروایتے ابوجہل بن ہشام کے بارے میں نازل ہوئی جس نے کہا تھا کہ ہم نے مجد وشرف میں ڈٹ کر بنی ہاشم کا مقابلہ کیا ہے۔ مگر اب وہ کہتے ہیں کہ ہم میں نبی مبعوث ہوا ہے جس کی طرف وحی آتی ہے۔ ہم ہرگز ان پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہماری طرف بھی اسی طرح وحی نہ آئے جس طرح ان کے پاس آتی ہے۔(مجمع البیان)

ان کا مقصد یہ تھا کہ خدا ہمیں نبی کیوں نہیں بناتا اور وہ سب کچھ ہمیں کیوں عطا نہیں کرتا جو وہ نبیوں کو عطا کرتا رہتا ہے۔

معیار نبوت کیا ہے؟

اس کے جواب میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ نبوت ہر شخص کو نہیں مل سکتی یہ ایک عطیہ الٰہی ہے اور ہدیہ ربانیہ اور اس کیلئے نبی بننے والے کا نفس قدسیہ کا مالک ہونا اور کچھ ایسے صفات جلیلہ وجمیلہ کا حامل ہونا اور ان سے متصف ہونا ضروری ہے۔ جنہیں کما حقہ صرف خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کس میں پائے جاتے ہیں اور کون اس عہدہ جلیلہ کا مستحق ہے؟ اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبوت کبرسنی سے نہیں ملتی بلکہ عقل وخرد سے ملتی ہے کیونکہ بزرگی بعقل است نہ بسال، وہ مال ومنال کی کثرت سے بھی نہیں ملتی بلکہ دل ودماغ کے وفور اور علم وعمل کی کثرت سے ملتی ہے کیونکہ تونگری بدل است نہ بمال۔ وہ ذاتی کردار اور اخلاق واطوار کی بلندی سے ملتی ہے نہ کہ صرف خاندانی وجاہت وبلندی سے کیونکہ کسی انسان کی عظمت کا راز اس کے حسب اور ذاتی کردار میں پنہاں ہے نہ کہ نسب اور اس کی رفتار میں۔

کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء کی رفعت و بلندی مقام ان کی نبوت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان کی نبوت و رسالت ان کے اوصاف و کمالات کا نتیجہ ہوتی ہے یہ الگ بات ہے کہ بتقاضائے حکمت و مصلحت اس منصب کے عطا کرنے کا اعلان مقدم ہو اور عالم دنیا میں ان صفات و کمالات کا ظہور مئوخر۔ بہر حال اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ نبوت ہو یا امامت یہ ایک عطیہ الہٰیہ اور موہبت ربانیہ ہے جس میں بندہ کے کسب و اکتساب اور مجاہدہ و ریاضت کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہے۔''ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ''(سورہ حدید آیت......۲۱)۔اور یہ کہ''اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ''' اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنا منصب رسالت کہاں رکھے اور یہ عہدۂ جلیلہ کہاں قرار دے؟ ہاں یہ ضروری ہے کہ خدا جسے اس منصب جلیل پر فائز کرنا چاہتا ہے اس میں پیدائشی طور پر ایسے خصائص و اوصاف ودیعت کر دیتا ہے جن سے اس میں نبوت و رسالت اور وصایت و امامت کی صلاحیت موجود ہوتی ہے باقی فعلیت اور اس منصب پر فائز ہونے کا اعلان کرنا کرانا تو یہ اس کی صوابدید پر منحصر ہے کہ گہوارے میں کرا دے یا پانچ سال کی عمر میں کرائے یا چالیس سال کے بعد۔

فی المهد ینطق عن سعادة جده

اثر النجابة سا طع البرهان

آیت کے آخر میں جو وارد ہے کہ مجرموں کیلئے ذلت اور سخت عذاب ہے۔ظاہر ہے کہ یہ ذلت ان کے تکبر کا اور عذاب ان کے مکر و فریب کرنے کا نتیجہ اور اس کا وضعی اثر ہے جو کسی چیز سے جدا نہیں ہوتا۔

فخر رازی کے غلط استدلال کا ابطال

۱۲۷۔ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ...الآیۃ۔۱۲۵

فاضل رازی چونکہ برادران اسلامی کے اشعری مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔خیر و شر اور ضلالت و ہدایت کا مصدر و ماخذ خدا کی ذات کو قرار دیتے ہیں اس لئے ان کی عادت ہے کہ وہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔جب بھی کسی متشابہ آیت سے جبر کا ذرا سا بھی وہم ہوتا ہے وہ جھٹ سے اس سے اپنے مسلک پر استدلال کرنے لگتے ہیں چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں بھی لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے اس سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ ضلالت و ہدایت اللہ کی طرف سے ہے یعنی گمراہ بھی اللہ کرتا ہے اور ہدایت بھی اللہ کرتا ہے (تفسیر کبیر)

مگر اس فاضل نے آنکھوں پر مسلکی تعصب کی پٹی باندھ لینے کی بنا پر اتنا نہ سوچا کہ اگر گمراہی اور ہدایت اللہ کی طرف سے ہے اور بندہ مجبور محض ہے تو پھر تو شرعی تکلیف اور اس کی وجہ سے جزا و سزا ہی ختم ہو جائیگی کیونکہ اللہ کی شان اس سے بہت اجل وارفع ہے کہ کوئی برا کام خود کرے اور پھر محاسبہ دوسرے کا کرے اور سزا دوسرے کو دے جبکہ وہ خود فرماتا ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری (کسی کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا) در اصل بات یہ ہے کہ خداوند علیم و حکیم نے اس آیت میں اس بات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا کہ ضلالت و ہدایت کس کیطرف سے ہے بلکہ صرف ایک حقیقت واقعہ بیان کی ہے کہ لوگ دو قسم کے ہیں ایک وہ جو بآسانی اور کشادہ دلی سے ہدایت قبول کر لیتے ہیں اور دوسرے وہ جن کو ہدایت کے حصول میں تنگ دلی محسوس ہوتی ہے۔ یہ الفاظ جو ہیں کہ ''اللہ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے''۔

''اللہ جس کی گمراہی کا ارادہ کرتا ہے''۔ یہ نسبت مجازی ہے اور یہاں سب مجاز کار فرما ہے سابقہ بیانات میں کئی مقامات پر اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ کہ اللہ کا یہ ارادہ انسان کی اپنی ذاتی روش و رفتار اور اس کے کردار کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یعنی جو لوگ کدو کاوش اور جدوجہد کر کے ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ خداوند عالم اپنی توفیق ان کے شامل حال کر دیتا ہے۔ جسے یہاں شرح صدر سے تعبیر کیا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ بڑی آسانی سے راہ ہدایت پر جادہ پیما ہو جاتے ہیں اور جو لوگ اپنی ذاتی کج روی اور ناہنجاری کی وجہ سے ہدایت حاصل ہی نہیں کرنا چاہتے پھر اللہ بھی ان سے اپنی توفیق سلب کر لیتا ہے جس کی وجہ سے ان کو اس راستہ پر چلنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ جسے یہاں تنگی سینہ سے اور آسمان پر چڑھنے سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی ان کو حق کا قبول کرنا بہت ہی شاق گذرتا ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ عیاں را چہ بیان کا مصداق ہے کہ انسان فاعل مختار ہے اور وہ اپنے اچھے یا برے اعمال و افعال کا خود ذمہ دار ہے۔

الغرض حق اپنی ذات میں اسقدر واضح ہوتا ہے کہ اس کا سمجھنا کسی آدمی کیلئے مشکل ہی نہیں ہوتا۔ مگر اس کے باوجود کچھ لوگ حق کو قبول نہیں کرتے تو اس کا سبب کچھ نفسیاتی، سیاسی اور معاشی رکاوٹیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں۔ ع

اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

اس بات کی وضاحت کہ اللہ کن کو ہدایت کرتا ہے اور کن کو گمراہی میں چھوڑتا ہے؟

۱۔ ارشاد قدرت ہے "فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ" (سورہ زمر آیت...... ۱۷، ۱۸)۔ (اے رسول) میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دو۔ جو (کسی کہنے والے کی) بات کو توجہ سے سنتے ہیں اور پھر عمدہ بات کی پیروی کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو خدا ہدایت دیتا ہے اور یہی لوگ عقلمند ہیں۔

۲۔ "وَ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (سورہ عنکبوت آیت...... ۶۹)۔ جو لوگ ہماری راہ میں (تلاش حق میں) جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (صحیح) راستوں کی ہدایت کر دیتے ہیں۔

۳۔ نیز فرماتا ہے۔ "وَ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ" (سورہ محمد آیت...... ۱۷) جو لوگ ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں اللہ ان کی ہدایت میں اضافہ کرتا ہے اور ان کو تقویٰ عطا کرتا ہے۔

۴۔ نیز ایک جگہ فرماتا ہے۔ "وَ يَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى" (سورہ مریم آیت...... ۷۶) مطلب وہی ہے۔

۵۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے۔ "رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا" (سورہ آل عمران آیت...... ۱۹۳) اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک منادی کو ندا دیتے ہوئے سنا جو ندا دے رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لائے ہیں۔ علامہ طبرسیؒ فرماتے ہیں کہ روایت صحیحہ میں وارد ہے کہ:

"جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول خداؐ سے دریافت کیا گیا کہ شرح صدر کیا ہے؟ فرمایا: نور یقذف اللہ فی قلب المومن (وہ ایک نور ہے جسے خدا بندہ مومن کے دل میں ڈال دیتا ہے جس سے اس کا دل کشادہ ہو جاتا ہے)۔

عرض کیا گیا کہ آیا اس کی کوئی علامت نہیں ہے؟

فرمایا: ہاں! وہ یہ ہے کہ الانابۃ الی دار الخلود. والتجافی عن دار الغرور والاستعداد للموت قبل نزول الموت' (مجمع البیان)

ہمیشگی والے گھر کی طرف توجہ، دھوکہ والے گھر سے گریز اور موت کے آنے سے پہلے اس کیلئے تیاری ان آیات سے روز روشن کی طرح یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خوش نصیب لوگوں کو ہدایت کی دولت عطا فرماتا ہے جو خلوص نیت اور صدق دل سے اس کے متلاشی اور طلبگار ہوتے ہیں وہ ایسے لوگوں کو راہ راست کی راہنمائی سے ہرگز محروم و مایوس نہیں کرتا۔ اور جو بدقسمت ہدایت حاصل کرنا ہی نہیں چاہتے اور نہ حق و ہدایت کی جستجو کرتے ہیں خدا بھی ایسے موروکھوں کو زبردستی ہدایت کے راستہ پر نہیں لگاتا۔

۱۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ''مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَ هُمْ يَلْعَبُونَ'' (سورہ انبیاء آیت ...... ۲) جب ان کے پاس خدا کا کوئی نیا حکم آتا ہے تو وہ اسے سن تو لیتے ہیں مگر اس کا ہنسی کھیل اڑاتے ہیں۔

۲۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ ''فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ'' (سورہ زمر آیت ...... ۲۲) افسوس ہے ان لوگوں پر جن کے دل یاد خدا سے غافل ہو کر سخت ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اب ان کی حالت یہ ہے کہ ان میں حق و ہدایت کے قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔

۳۔ ارشاد قدرت ہے۔ ''وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ وَ لَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُونَ' (سورہ انفال آیت ...... ۲۳) اگر اللہ ان میں نیکی کی کوئی (خو بو) دیکھتا تو ضرور ان کو سناتا۔ (مگر وہ ایسے بدطینت ہیں کہ) اگر وہ ایسا کرتا تو یہ اس سے منہ پھیر کر بھاگ جاتے۔ ع

سزائے ایں چنیں دو ناں بجز دوزخ کجا باشد؟

اس لئے ایسے لوگوں پر خدا عنایت کی نظر نہیں کرتا۔ جس کا نتیجہ گمراہی اور اس کا نتیجہ عذاب کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اس لئے آخر میں فرماتا ہے۔ كذلك يجعل الله الرجس على الذين لا يومنون۔ اسی طرح خدا ان لوگوں کیلئے عذاب قرار دیتا ہے۔ جو ایمان نہیں لاتے۔ اور ان پر انجام کار ایسی پھٹکار پڑ جاتی ہے۔ کہ حق بات ان کے دل و دماغ میں داخل ہی نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ان پر حق کا کوئی اثر ہوتا ہے۔

۱۲۸۔ وَهٰذَا صِرَاطُ... الآیۃ۔

صراط مستقیم سے مراد دین اسلام ہے جو دین قرآن بھی ہے اور دین رحمان بھی یہی وہ دین ہے جس میں کسی قسم کی کوئی کجی اور کمی نہیں ہے جیسا کہ سورہ فاتحہ کی تفسیر میں اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ ارشاد قدرت ہے ''قَدْ فَصَّلْنَا الْآيٰتِ''۔ ہم نے اسلام اور قرآن کی صحت و صداقت پر تفصیلی دلائل و براہین پیش کر دیئے ہیں مگر ان سے استفادہ وہی خوش قسمت لوگ کریں گے جو اس پر غور و فکر کر کے پہلے اسے سمجھیں گے اور پھر اس کے

مطابق عمل درآمد کریں گے اور انہی کیلئے اپنے پروردگار کے ہاں دارالسلام (جنت الفردوس ہے اور وہی ان کا ولی وسرپرست ہے۔ کیونکہ ارباب علم ودانش کیلئے یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ خدا کے یہاں جو کچھ قدروقیمت ہے وہ ایمان کے بعد عمل کی ہے کسی اور چیز کی نہیں ہے لہٰذا جو شخص عملی طور پر خدا کی فرمانبرداری کرے گا۔ وہی اس قابل ٹھہرے گا کہ خدا اس کی دستگیری کرے اور اسے دارالسلام تک پہنچائے جہاں آدمی ہر دکھ درد اور ہر تکلیف وآفت سے محفوظ رہ کر ابدی زندگی گذارے گا۔

آیات القرآن

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ
الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا
بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ
نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ
وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا
وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا
كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا
غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور (وہ دن یاد کرو) جس دن وہ (اللہ) سب (جن وانس) کو محشر میں جمع کرے گا (اور جنات سے خطاب کرکے فرمائے گا) کہ اے گروہ جن! تم نے بہت انسانوں کو گمراہ کیا (اس

وقت) وہ آدمی جو ان (جنات) کے دوست و رفیق ہوں گے کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم سب نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھایا اور اب ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے ہیں جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔ اللہ فرمائے گا اب تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں تم ہمیشہ رہو گے۔ سوائے اس کے جسے اللہ (بچانا) چاہے گا۔ بے شک تمہارا پروردگار حکیم و علیم ہے (بڑی حکمت اور بڑے علم والا ہے) (۱۲۸) اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو ان کے اعمال (کرتوتوں) کی وجہ سے بعض کا سرپرست بناتے ہیں (یا ایک دوسرے پر مسلط کرتے ہیں) (۱۲۹) اے گروہ جن وانس! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے (میرے) کچھ رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیتیں سناتے تھے۔ اور تمہیں اس دن کی پیشی سے ڈراتے تھے؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ ہم اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں ان کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں مبتلا کر دیا تھا اور اب وہ اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ بیشک کافر تھے (۱۳۰) یہ (رسولوں کا بھیجنا) اس لئے ہے کہ تمہارا پروردگار بستیوں کو ظلم و جور سے ہلاک نہیں کرتا جبکہ ان کے رہنے والے بےخبر ہوں۔ (۱۳۱)

تفسیر الآیات

۱۲۹۔ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ... الآية۔

خدا کس طرح شیاطین جنی سے کلام کرتا ہے

اس دن کو یاد کرو جب خداوند عالم جنات سے فرمائے گا۔ اس میں تو کوئی شک نہیں ہے۔ کہ باتفاق مفسرین اسلام یہاں شیاطین سے مراد جنی شیاطین ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں مگر قابل غور بات یہ ہے کہ یہ خطاب کس طرح ہوگا؟ اس میں دو احتمال ہیں۔

۱۔ خدا کوئی آواز خلق کرے گا جسے وہ سنیں گے۔

۲۔ فرشتے ان سے کلام کریں گے اور اس طرح خدا نے فرشتوں کے کلام کو اپنا کلام قرار دیا ہے۔

۱۳۰۔ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُم... الآية۔ ۱۲۸

جنی شیطانوں کے دوست یعنی ان کے مطیع و فرمانبردار انسان کہیں گے کہ پروردگار ہم نے ایک

دوسرے سے فائدہ اٹھایا۔ اور اپنی مقررہ میعاد (موت یا قیامت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔

جنوں کے انسانوں سے اور انسانوں کے جنوں سے فائدہ اٹھانے کی وضاحت

جنوں نے تو انسانوں سے وہ فائدہ اٹھایا جو ایک رئیس اپنے رعایا سے اور حاکم اپنے محکوموں سے اٹھاتا ہے کہ وہ ان کو گمراہ اور بدراہ کرتے رہے اور یہ ہوتے رہے اور ان کے دام ہم رنگ زمین میں گرفتار ہوتے رہے اور انسانوں نے جنوں سے دو طرح فائدہ اٹھایا ایک تو یہ کہ انہوں نے ان سے مختلف گناہوں سے لطف اندوز ہونے کے طور طریقے سیکھے اور دوسرے بعض سفلی عمل کر کے جنوں کو تابع کیا اور بعض ناجائز کاموں میں ان سے مدد حاصل کی اس طرح اپنی موت اور آخرت کو بھول گئے اور ساری زندگی غفلت و عصیاں کاری میں گذار دی۔

۱۳۱۔ قَالَ النَّارُ... الآیۃ۔

غفلت شعاری اور عصیاں کاری کا انجام اس استثناء کا کیا مطلب ہے؟

اسلامی عقائد کے مطابق کافر، مشرک اور منافق یعنی وہ لوگ جن کا عقیدہ فاسد ہوگا وہ تو بلاشبہ ابدالاباد تک دوزخ میں رہیں گے تو پھر یہ استثناء کیسا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گنہگار مخلد فی النار نہیں ہوں گے بلکہ وہ اپنے برے اعمال کی سزا بھگت کر انجام کار خدا کے فضل و کرم سے جہنم سے نکل جائیں گے (مجمع البیان) بنا بریں اس طرح لفظ ''ماجاز امن'' کے معنی میں استعمال ہوئی ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

۱۳۲۔ وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ... الآیۃ۔

اس آیت کا مفہوم

اس آیت کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ خدا ظالموں کا سرپرست نہیں ہے۔ قبل ازیں آیت نمبر ۱۲۸ میں گذر چکا ہے کہ اہل ایمان کا سرپرست اور ولی خدا ہے اور یہاں یہ فرما رہا ہے کہ بعض ظالم دوسرے ظالموں کے ولی ہیں یعنی اللہ کی ولایت اور سرپرستی سے خارج ہیں کیونکہ وہ دار دنیا میں کفر و ظلم میں باہم شریک تھے اور قیامت کے دن عذاب و عقاب میں بھی باہم شریک ہوں گے دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اگر ظالم اپنے ظلم و جور سے باز نہ آئے تو ہم ان پر اور ظالم مسلط کر دیں گے چنانچہ اس طرح ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

''ان اللہ اذا رضی عن قوم ولی امرھم خیارھم واذا سخط علی قوم ولی امرھم شرارھم بما کانوا یکسبون'' جب خدا کسی قوم سے خوش ہوتا ہے تو ان کے اچھے لوگوں کو ان کا حاکم بنا دیتا

ہے اور جب کسی قوم پر ناراض ہوتا ہے تو ان کے برے لوگوں کو ان کا حاکم بنا دیتا ہے۔ (مجمع البیان)۔

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ ''اِنَّ اللہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ'' (سورہ رعد آیت......۱۱) یعنی ۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

۱۳۳۔ یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ... الآیۃ۔

ایک اشکال کا جواب

اس آیت مبارکہ میں جنوں اور انسانوں کے دونوں گروہوں کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ اے گروہ جن وانس کیا تم میں سے تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تو اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ جس طرح انسانوں کی طرف انسان نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اسی طرح جنوں کی طرف جنات رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ جبکہ مشہور یہ ہے کہ جنات میں سے کوئی رسول جنوں کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ تو اس کا جواب عام مفسرین نے یہ دیا ہے کہ یہاں جن و انس کے مجموعہ کو خطاب ہے اور پھر انسانوں کو جنوں پر غلبہ دیتے ہوئے تم میں سے تمہارے پاس رسول نہیں آئے کہا گیا ہے۔ جیسے ''مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ یَلۡتَقِیٰنِ'' (سورہ رحمٰن آیت......۱۹)، ''یَخۡرُجُ مِنۡہُمَا اللُّؤۡلُؤُ وَ الۡمَرۡجَانُ'' (سورہ رحمٰن......۱۲) میں کہا گیا ہے۔ کہ کھاری اور میٹھے پانی سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں۔ حالانکہ موتی صرف کھارے پانی سے نکلتے ہیں۔ یہاں پر بھی قاعدہ تغلیب کارفرما ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ قوم جن میں سے بھی خداوند کریم نے جناب یوسف نامی ایک نبی بھیجا تھا۔ جسے جنوں نے شہید کر دیا بعد ازاں خدا نے یہ سلسلہ قطع کر دیا۔ (عیون الاخبار)۔

بنا برایں یہ کہنا صحیح ہے کہ خدا نے جنوں اور انسانوں میں سے رسول بھیجے ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ۔ بلا واسطہ بے شک نبی و رسول ہمیشہ انسانوں میں آئے ہیں مگر جنوں نے انسانی رسول کا کلام و پیغام اپنی قوم و قبیلہ تک پہنچانے میں پیغمبر والا کام کیا ہے جیسا کہ سورہ جن میں ارشاد قدرت ہے۔ ''اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا یَّہۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ'' (سورہ جن آیت......۱،۲) جنوں کے ایک گروہ نے توجہ سے قرآن سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو

ہم اس پر ایمان لے آئے۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے۔"وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ" (سورہ احقاف آیت......۲۹) وہ ڈرانے والے بنکر اپنی قوم کی طرف لوٹے لہٰذا مجازی طور پر ان کو بھی رسول کہہ دیا گیا۔

۱۳۴۔ قَالُوْا شَهِدْنَا... الآية۔

کافر جن وانس کا اپنے کفر کا اقرار کرنا

قرآن کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کفار ومشرکین اپنے کفر وشرک کا انکار کرتے ہوئے صاف کہہ دیں گے "وَ اللهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" (سورہ انعام آیت......۲۳)۔ ہمیں اللہ پروردگار کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے۔ مگر اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کھل کر اپنے کفر کا اعتراف کریں گے جیسا کہ اس آیت کے آخر میں ہے۔"وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ" اور وہ اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ بے شک وہ کافر تھے۔ ان دو باتوں میں دراصل کوئی منافات نہیں ہے۔ کیونکہ قیامت کا دن بہت طویل وعریض ہوگا اور اس میں متعدد مواقف ہوں گے۔ لہٰذا یہ لوگ بدحواسی میں کہیں انکار کریں گے اور کہیں اقرار کریں گے کہ تو نے رسول پر رسول بھیج کر حجت تمام کر دی مگر قصور ہمارا تھا کہ ہم ان پر ایمان نہ لائے اور ان کا حکم نہ مانا۔

۱۳۵۔ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ... الآية۔

دستور خداوندی یہ ہے کہ وہ کسی قوم وقبیلہ پر اپنے احکام پہنچائے بغیر یعنی حجت تمام کئے بغیر ہرگز عذاب نازل نہیں کرتا۔ کیونکہ ایسا کرنا اس کے قانون عدل کے خلاف ہے اصول فقہ کے اصول عملیہ میں سے اسی کا نام اصل برائۃ ہے اور اسی کو تکلیف بلا بیان قبیح ہے کہا جاتا ہے اور علم کلام میں اتمام حجت والی دلیل سے نبی کے تقرر کا لزوم ثابت کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر بندوں پر خدا کی حجت تمام نہیں ہوتی۔ اور خدا بندوں کو یہ موقع نہیں دینا چاہتا کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ تو نے کوئی ہادی برحق نہیں بھیج کر ہماری صحیح رہنمائی کیوں نہیں کی۔ اس عذر کو قطع کرنے کیلئے خدائے علیم وحکیم نے انبیاء ومرسلین بھیجے اور ان پر کتابیں نازل کیں "لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ" (سورہ نساء آیت......۱۶۵)۔ تاکہ رسولوں کے آجانے کے بعد بندوں کیلئے خدا کے مقابلہ میں احتجاج کرنے کا کوئی موقع باقی نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ انسانوں کی کوئی آبادی ایسی نہیں ہے جہاں خدا کے پیغمبر پیدا نہ ہوئے ہوں یا نہ گئے ہوں۔ اور انہوں نے لوگوں کو راہ حق نہ

دکھائی ہو۔خدا کا یہ قانون ہے کہ وہ کسی قوم اور ملک کو ہدایت وحی سے محروم کرکے اس کا مواخذہ نہیں کرتا۔

آیات القرآن

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ
الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا
يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ
وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا
فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا
يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا
يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہر ایک کیلئے اس کے عمل کے مطابق درجے ہیں۔اور جو کچھ لوگ کرتے رہتے ہیں آپ کا پروردگار اس سے غافل نہیں ہے۔(۱۳۲) آپ کا پروردگار۔بے نیاز ہے،رحمت والا ہے،وہ اگر چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور تمہاری جگہ تمہارے بعد جن کو چاہے لے آئے جس طرح اس نے تمہیں پیدا کیا اور لوگوں کی نسل سے(۱۳۳) بے شک جو کچھ تم سے وعدہ وعید کیا گیا ہے وہ بے شک آکر رہے گا۔اور تم(خدا کو) عاجز نہیں کر سکتے۔(۱۳۴)(اے رسول) کہہ دیجئے! اے میری قوم تم اپنے مرتبہ ومقام کے مطابق عمل کرتے ہو میں بھی اپنے مرتبہ کے مطابق عمل کر رہا ہوں عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ انجام کار کس کے حق میں بہتر ہے جو ظالم ہیں وہ

فلاح نہیں پائیں گے۔(۱۳۵)ان لوگوں نے اللہ کیلئے اسی کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشیوں میں ایک حصہ مقرر کر رکھا ہے اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں (دیوتاؤں) کا ہے۔جو حصہ ان کے شریکوں کا ہوتا ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ کا ہے وہ ان کے شریکوں تک پہنچ جاتا ہے یہ لوگ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔(۱۳۶)

تفسیر الآیات

۱۳۶۔وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ...الآیۃ۔

درجات کی بلندی کا دارومدار اعمال پر ہے

اللہ چونکہ عادل ہے۔اس لئے اوّلاً وہ کسی عامل کے عمل کو ضائع نہیں کرتا لہٰذا وہ نیکی پر جزا اور سزا بدی پر بھی عمل کی کیفیت وکمیت کے مطابق دیتا ہے۔لہٰذا جنت کے درجات کی بلندی ہو یا جہنم کے درکات کی پستی سب کا دارومدار انسانی اعمال وکردار پر ہے اور اعمال کی صحت وقبولیت کا انحصار ایمان پر ہے اور ایمان کی پختگی کا معیار عمل ورفتار کی عمدگی پر ہے۔جس کے بغیر ایمان کا تصور بھی ممکن نہیں ہے لہٰذا ہر فرد اور ہر گروہ کیلئے اس کے اعمال کے مطابق مختلف درجے ہیں۔لہٰذا اگر اچھے اعمال ہیں تو اچھائی کے درجے ہیں اور اگر برے اعمال ہیں تو برائی کے درجے ہیں اور انہی کے مطابق نتائج وآثار مرتب ہوتے ہیں۔

۱۳۷۔وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ...الآیۃ۔

اللہ غنی ہے مگر رحمت والا ہے

اللہ نے ہماری ہدایت اور اپنی اطاعت کیلئے رسولوں پر رسول بھیجے، کتابوں پر کتابیں نازل کیں۔ اماموں پر امام مقرر کئے بلا مانگے نعمت وجود عطا فرمائی اور ہماری تمام ضروریات زندگی کا انتظام فرمایا اور ہمارے تمام امور معاش ومعاد کا اہتمام فرمایا۔تو اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان تھا کہ شاید اللہ کی اس تمام کاروائی سے کوئی ذاتی غرض وابستہ ہے یا اس کی کبریائی وبڑائی کا ہماری عبادت واطاعت پر دارومدار ہے۔تو اس غلط فہمی کو دور کرنے کی غرض سے فرمایا کہ اللہ غنی مطلق اور بے نیاز ہے تمام کائنات اس کی عبادت واطاعت کرنے لگ جائے تو سرمو کے برابر اس کی کبریائی وبڑائی میں اضافہ نہیں ہوسکتا۔اور اگر تمام جہان اس کی نافرمانی اور عصیاں

کاری پر اپنا کرلے تو اس کی عظمت وجلالت میں پر پشہ کے برابر کمی واقع نہیں ہوسکتی۔ حقیقی عارفان حق سرکار محمد آل محمد علیہم السلام نے اس کا تعارف ان الفاظ کے ساتھ کرایا ہے:

'لا تنفعه طاعة المطيعين ولا تضره معصية العاصين''۔ اطاعت گذاروں کی اطاعت اسے کوئی نفع وفائدہ نہیں پہنچاتی اور نافرمانوں کی عصیاں کاری اسے کوئی ضرور زیاں نہیں پہنچاتی۔

تو پھر یہ سب کچھ کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ **ذوالرحمه** (رحمت والا) وہ اپنی رحمت ورافت کی بنا پر سب کچھ کر رہا ہے تاکہ تمہیں جاگیر جنت عطا فرمائے اور جہنم کے عذاب سے بچائے اور تمہیں ہر قسم کے آرام واطمینان کی دولت وسعادت سے مالا مال فرمائے۔ ورنہ وہ ایسا غنی مطلق اور قادر مطلق ہے کہ اگر چاہے تو چشم زدن میں تم سب کو دنیا سے اٹھالے اور تمہیں حرف غلط کی طرح مٹادے اور تمہاری جگہ جس مخلوق کو چاہے دیدے اور اسے تمہارا قائم مقام بنادے جس طرح اس نے تمہیں اور لوگوں کی نسل سے پیدا فرمایا ہے اس طرح وہ تمہاری نسل سے اور لوگوں کو بھی پیدا کرسکتا ہے۔''وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ''(سورہ فاطر آیت......۱۷)۔

۱۳۸۔ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ...الآية۔

عربی زبان میں کسی اچھے کام کے کرنے کی جزا دینے کیلئے وعدہ اور کسی برے کام کے کرنے پر سزا کیلئے وعید کا لفظ استعمال ہوتا ہے یہاں ''توعدون'' وعدہ اور وعید دونوں سے ہوسکتا ہے۔ یعنی اللہ نے تم سے قیامت، اس کے حساب وکتاب اور جنت وجہنم اور جس ثواب وعقاب کا وعدہ یا وعید کی ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم اللہ کو عاجز کردو کہ کہیں اس طرح بھاگ جاؤ کہ اس کے قبضہ میں نہ آؤ۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے وہ تمہیں وہاں سے ڈھونڈ نکالے گا اور پھر تمہیں ضرور جزا یا سزا دے گا۔

۱۳۹۔ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا ...الآية۔

اللہ کے نیک بندوں کا انجام اچھا ہے

مكانة کے مختلف معنی ہیں۔ جیسے مرتبہ، بلندی، شان، سنجیدگی، منزلت اور طریقہ وغیرہ۔ خداوند عالم اپنے پیغمبر اکرمؐ کی زبانی کفار ومشرکین کو وعید وتہدید فرما رہا ہے کہ اگر تم نے اسلام قبول نہ کرنے اور اپنے کفرو شرک پر ڈٹے رہنے کا فیصلہ ہی کرلیا ہے۔ تو پھر بے شک تم اپنے طریقہ پر ثابت رہو۔ میں اپنے طریقہ پر قائم ہوں عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ دنیا وآخرت کے گھر کا انجام کس کا اچھا ہے؟ مفسرین میں قدرے

اختلاف ہے کہ یہاں دار سے مراد دار دنیا ہے یا دار آخرت؟ بعض نے اس سے دار دنیا کا انجام مراد لیا ہے اور بعض نے دار اخرت کا انجام؟؟

بہر حال یہ حقیقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا تر ہے کہ دنیا ہو یا اخرت انجام کار کامیابی وکامرانی اللہ کے نیک بندوں کا مقدر ہوتی ہے۔ ارشاد قدرت ہے: ''اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ''۔ہم اپنے رسولوں کی اور اہل ایمان کی اس دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن (قیامت کے دن) بھی کریں گے جس دن گواہ (گوہی دینے کے لئے) کھڑے ہوں گے۔ (سورہ مومن آیت......۵۱) اور ظالم کبھی فوز وفلاح نہیں پا سکتے۔

۱۴۰۔ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ...الآية۔

عرب جاہلیت کی بعض غلط رسموں رواجوں کا تذکرہ

ان آیات میں خدائے علیم وحکیم نے جاہلیت کے دور میں عربوں کی بعض غلط رسموں اور رواجوں کا تذکرہ فرمایا ہے کہ منجملہ ان کے ایک غلط رسم یہ تھی کہ وہ اللہ کے پیدا کردہ کھیتوں اور اللہ کے پیدا کئے ہوئے مویشیوں میں سے ایک حصہ (اللہ کے نام کی نیاز کا نکالتے اور ایک حصہ بتوں کی نیاز کا نکالتے اور جو حصہ اللہ کا ہوتا وہ مہمانوں اور غریبوں اور مسکینوں پر صرف کرتے اور جو حصہ بتوں کا ہوتا اسے پجاریوں اور بتوں کے نگہبانوں پر خرچ کرتے اور بھلا یہی ظلم کیا کم تھا کہ خدا کی عطا کردہ اور پیدا کردہ چیزوں میں بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے تھے بلکہ ستم بالائے ستم یہ تھا کہ اگر اللہ کے حصہ کا غلہ یا جانور اچھا ہوتا تو اسے بدل کر بتوں کے حصہ میں ڈال دیتے اور جو غلہ یا جانور بتوں کے حصہ کا اچھا ہوتا اسے خدا کی طرف نہ کرتے۔ اور اس تفریق کی بنیاد یہ قرار دیتے کہ اللہ بے نیاز ہے البتہ بت ضرورت مند ہیں اسی طرح اگر خدا کے حصہ کی کوئی چیز بتوں کے حصہ میں جا پڑتی تو اسے نہ اٹھاتے اور اگر بتوں کے حصوں کی کوئی چیز خدا کے حصہ میں شامل ہو جاتی اسے فوراً اٹھا لیتے اور کہتے اللہ بے نیاز ہے اسی طرح اگر قحط سالی میں مبتلا ہو جاتے تو خدا کا حصہ کھا جاتے مگر بتوں کا حصہ چھوڑ دیتے اور کہتے اللہ بے نیاز ہے۔ اللہ فرماتا ہے ''سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ'' (سورہ انعام آیت......۱۳۶) یہ کیا ہی برا فیصلہ تھا جو وہ کرتے تھے کہ جس کا سب کچھ ہے۔ اس کیلئے تو ردی چیز مختص کی جائے اور جن کا کوئی کچھ بھی نہیں ان کیلئے عمدہ چیز متعین کی جائے ہے اس حماقت کی کوئی حد؟

درس عبرت

اس واقعہ میں ان اہل اسلام کیلئے ایک درس عبرت ہے جو چوبیں گھنٹوں میں سے اکثر و بیشتر وقت تو اپنے دنیاوی کاموں کیلئے مخصوص کرتے ہیں۔اور بہت تھوڑا سا وقت اپنے پروردگار کی عبادت اوراس کی یاد کیلئے مختص کرتے ہیں۔اور پھر بھی جب کوئی ضروری کام پڑ جائے تو اس کی زد یادالٰہی والے وقت پر پڑتی ہے۔اپنے دنیوی کاروبار اپنی استراحت وآرام والے اوقات پر نہیں پڑتی ''ان ھذا الاقسمة ضیزیٰ'' کیا ہی غلط اور برافیصلہ ہے؟ یہی حال ہر اس شخص کا ہوتا ہے جو زبان سے تو اللہ کو مانتا ہے۔مگر اس کا دل کہیں اور اٹکا ہوا ہوتا ہے جو لوگ کسی زندہ یا مردہ ہستی کو اپنی عقیدتوں کا مرکز بنا لیتے ہیں۔ان کا یہی حال ہوتا ہے کہ جو وقت ان کے ہاں خدا کی یاد منانے کا ہوا اس میں وہ اپنے مرکز عقیدت کو شامل کر لیتے ہیں۔وہ اس میں خدا اوراس کی توحید کا تذکرہ کرنا گوارا نہیں کرتے اوران کی یہی روش نذر و نیاز کے معاملہ میں ہوتی ہے۔کہ عمدہ چیزیں اپنے پیروں فقیروں کے نام پر دیتے ہیں اور ردی چیزیں خدا کے نام پر دیتے ہیں۔سچ ہے وما قدرو الله حق قدرہ۔افسوس لوگوں نے خدا کی قدر نہیں کی ہے۔

آیات القرآن

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ
لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖۗ لَّا
يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ
لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا
يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا
وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ
سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾

ترجمۃ الآیات

اوراسی طرح بہت سے مشرکوں کیلئے ان کے شریکوں نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو خوشنما بنا رکھا ہے تاکہ (انجام کار) انہیں تباہ کریں اوران کے دین و مذہب کوان پر مشتبہ کریں اگر اللہ (اپنی قدرت قاہرہ سے) چاہتا تو یہ ایسا نہ کرتے لہٰذا انہیں چھوڑ دیے اوران کی افترا پردازیوں کو۔ (تاکہ ان میں لگے رہیں)۔ (۱۳۷) اور وہ اپنی خام خیالی سے کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور کھیت ممنوع ہیں انہیں کوئی نہیں کھا سکتا مگر وہ جسے ہم چاہیں اور کچھ چو پائے ہیں جن کی پشت پر سواری اور بار برداری کو حرام قرار دے دیا گیا ہے اور کچھ چو پائے ایسے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے اور یہ سب کچھ انہوں نے اللہ پر افترا پردازی کرتے ہوئے کیا ہے عنقریب اللہ انہیں ان کی افترا پردازی کا بدلہ دے گا۔ (۱۳۸) اور وہ کہتے ہیں کہ جوان چوپاؤں کے پیٹ میں ہے وہ ہمارے مردوں کیلئے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردار ہوں تو وہ سب اس میں شریک ہیں عنقریب اللہ ان کو اس بات بنانے کا بدلہ دے گا کیوں کہ علیم و حکیم ہے۔ (۱۳۹)

تفسیر الآیات

۱۴۱۔ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ ...الآية۔

قتل اولاد کی تین اقسام کا بیان

مشرکوں کے انہی شریکوں نے ان کی نظروں میں اولاد کشی کو خوش نما بنا دیا ہے یہاں چند امور قابل غور ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ یہاں شریکوں سے کیا مراد ہے؟ اس میں قدرے اختلاف ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک قول یہ کہ یہ نسبت مجازی ہے چونکہ ان لوگوں نے یہ کام بتوں کی محبت میں کیا ہے تو گویا ان کی محبت نے ان کی نگاہوں میں اس کام کو سنوار کر پیش کیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بتوں میں نہ عقل و شعور ہے اور نہ وہ بول سکتے ہیں۔ (فصل الخطاب)۔

۲۔ اس سے بتوں کے پجاری پروہت) اور نگہبان مراد ہیں جنہوں نے یہ کام انجام دیا ہے۔ (مجمع البیان)۔

۳۔اس سے جنی وانسی شیطان مراد ہیں جنھوں نے ان (مشرکین) کی نگاہوں میں قتل اولاد جیسے سنگین جرم کو پسندیدہ فعل بنا دیا۔(خزائن العرفان) تاکہ انجام کار ان کو ابدی ہلاکت میں ڈال دیں اور ان کے دین کو ان پر خلط ملط کردیں کہ انہیں معلوم نہ ہو سکے کہ اصل کیا ہے اور نقل کیا تھا؟ اور اگر خدا اپنی قدرت قاہرہ سے چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے مگر ایسا کرنا خدا کی حکمت کے خلاف ہے۔ بہر کیف اہل عرب میں قتل اولاد کی تین صورتیں رائج تھیں۔

ا۔لڑکیوں کا قتل اس خیال سے کہ کوئی ان کا داماد نہ بنے قبائلی لڑائیوں میں وہ دشمن کے ہاتھ نہ پڑیں۔ یا کسی دوسرے سبب سے وہ ان کیلئے باعث عار نہ بنیں۔

۲۔بچوں کا قتل اس خیال سے کہ ان کی پرورش کا بار نہ اٹھایا جاسکے گا اور ذرائع معاش کی کمی کے سبب سے وہ ناقابل برداشت بوجھ بن جائیں گے۔

۳۔بچوں کو اپنے معبودوں کی خوشنودی کیلئے بھینٹ چڑھانا۔(تفہیم القرآن)

لڑکیوں کے قتل کا آغاز کس طرح ہوا؟

کہا جاتا ہے کہ ایک بار لقمان بن منذر نے ایک قوم پر حملہ کیا اور ان کی عورتوں کو قید کر کے اپنے ہمراہ لے گیا جن میں ایک قیس بن عاصم کی بیٹی بھی تھی پھر ان کے درمیان صلح وصفائی ہوگئی اور اس طرح سب عورتیں اپنی قوم کو واپس مل گئیں مگر قیس کی لڑکی واپس نہ آئی کیونکہ اس نے اسی شخص کو پسند کر لیا تھا جس نے اسے قید کیا تھا اس پر قیس نے قسم کھائی کہ اس کے ہاں جو بھی لڑکی پیدا ہوگی وہ اسے زندہ درگور کردے گا چنانچہ اس طرح تمام عربوں میں یہ رسم بد جاری ہوگئی اور اس پر عمل بھی ہونے لگا۔(مجمع البیان)

۱۴۲۔ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ...الآیۃ۔

نذر و نیاز کے جانوروں کے سہ گانہ اقسام کا بیان

مختلف اخبار وآثار سے جو کچھ واضح وآشکار ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل عرب کے ہاں ان کی خود ساختہ شریعت میں نذر و نیاز کے جانوروں کی تین قسمیں تھیں۔

ا۔ایک قسم وہ تھی (سائبہ وغیرہ) جسے کوئی نہیں کھا سکتا مگر وہ جسے وہ چاہتے تھے۔ مثلاً ایسے حیوان کے شکم سے جو بچہ زندہ پیدا ہوتا تھا اس کا گوشت صرف مرد کھا سکتے تھے عورتوں کیلئے اس کا کھانا ممنوع تھا۔ اور اگر مردہ پیدا ہوتا تو اس کا گوشت کھانے میں مرد اور عورت سب باہم شریک ہوتے۔

۲۔دوسری قسم ان جانوروں کی تھی جن کی پشت پر کوئی سوار نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ان پر کوئی بوجھ لا دسکتا تھا۔اور یہ جانور وہی بحیرہ اور سائبہ وغیرہ تھے جن کا تذکرہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۳ میں کیا جا چکا ہے۔

۳۔تیسری قسم کے جانور وہ تھے۔جنہیں وہ لوگ بتوں کے آگے بھینٹ چڑھاتے تھے اور ان کو ذبح کرتے وقت خدا کا نام نہیں لیتے تھے۔بلکہ بتوں کا نام لیتے تھے۔اور پھر لطف کی بات یہ تھی کہ یہ من گھڑت اور خودساختہ باتیں جو انہوں نے یا ان کے اسلاف نے خودتراش کے دین میں داخل کر دی تھیں وہ ان خودساختہ بد عتوں اور رسموں کے بارے میں یہ دعویٰ کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔اللہ فرماتا ہے کہ عنقریب ان لوگوں کو اس افترا پردازی کی سزا دی جائیگی جو یہ اللہ تعالیٰ پر کر رہے ہیں۔

اہل اسلام کیلئے لمحہ فکریہ

ان واقعات میں ان مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ موجود ہے جو بالکل دور جاہلیت کے عرب مشرکین کی طرح بعض جانوروں کو بعض بزرگ شخصیات کے نام کے ساتھ مخصوص کر دیتے ہیں پھر نہ کوئی ان پر سوار ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ان پر بار برداری کر سکتا ہے اور نہ کسی اور جائز مصرف میں صرف کر سکتا ہے اور بعض بزرگوں کے نام پر نیازیں دیتے ہیں کہ یہ نیاز صرف مرد کھا سکتے ہیں عورتیں نہیں کھا سکتی ہیں یا مرد نہیں کھا سکتے ہیں عورتیں کھا سکتی ہیں نیز یہ چھت کے نیچے کھائی جا سکتی ہے باہر نہیں کھائی جا سکتی یا یہ نیاز ایک خاص مقدار میں پکائی جا سکتی ہے اس سے کم یا زیادہ مقدار میں نہیں پکائی جا سکتی یہ اسلام کے نام پر اسلام سے کیا مذاق ہے دیدہ بینا رکھنے والوں کیلئے لمحہ فکریہ موجود ہے آیا اس میں جاہلی رسم ورواج کا احیاء نہیں ہے اور کیا یہ بات افترا علی اللہ کے زمرہ میں نہیں آتی؟۔ ''آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمۡ اَمۡ عَلَى اللّٰهِ تَفۡتَرُوۡنَ'' (سورہ یونس آیت......۵۹)۔اور کیا قرآن کے حقیقی اسلام میں جو دین فطرت ہے اس قسم کی خرافات کیلئے کوئی گنجائش ہے۔مَا لَكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ؟

آیات القرآن

قَدۡ خَسِرَ الَّذِيۡنَ قَتَلُوۡۤا اَوۡلَادَهُمۡ سَفَهًۢا بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّحَرَّمُوۡا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افۡتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ‌ؕ قَدۡ ضَلُّوۡا وَمَا كَانُوۡا مُهۡتَدِيۡنَ۝۱۴۰
وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّغَيۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ وَّالنَّخۡلَ وَالزَّرۡعَ مُخۡتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيۡرَ

مُتَشَابِهٍ ۚ كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ وَلَا
تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا ۚ
كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ
مُّبِينٌ ﴿١٤٢﴾ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ ۖ مِّنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ
قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ
الْأُنثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٤٣﴾

ترجمۃ الآیات

یقیناً وہ لوگ بڑے گھاٹے میں ہیں جنہوں نے علم کے بغیر محض جہالت اور حماقت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کیا۔ اور اللہ پر افترا پردازی کر کے اللہ کے دیے ہوئے رزق کو حرام قرار دیا بے شک وہ گمراہ ہوئے اور ہدایت یافتہ اور راہ یاب نہیں ہیں (۱۴۰) اور وہ (اللہ) وہی ہے۔ جس نے طرح طرح کے باغات پیدا کیے (ٹیٹوں پر) چڑھائے ہوئے بھی اور بغیر چڑھائے ہوئے بھی اور کھجور کے درخت اور طرح طرح کی کھیتی جس کے مزے مختلف ہیں اور زیتون اور انار جو مشابہ بھی ہیں اور غیر مشابہ بھی اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ پھلیں اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو اور اسراف مت کرو کیونکہ وہ (خدا) اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (۱۴۱)۔ اور اللہ وہی ہے جس نے چوپاؤں میں سے کچھ ایسے پیدا کیے ہیں جن سے سواری اور بار برداری کا کام لیا جاتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو (کھانے اور) بچھانے کے کام آتے ہیں جو کچھ اللہ نے تمہیں روزی عطا کی ہے اس سے کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ (۱۴۲) (خدا نے) آٹھ قسم کے جوڑے پیدا کیے ہیں دو قسمیں بھیڑ سے اور دو قسمیں بکری سے آپ کہیے کہ آیا اس نے ان دونوں قسم کے نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں قسم کے ماداؤں کو؟ یا جو دونوں، ماداؤں کے پیٹ میں ہے؟ مجھے علم کی بنیاد پر بتاؤ اگر تم سچے ہو (۱۴۳)۔

تفسیر الآیات

۱۴۳۔ قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ ...الآیة۔

یقیناوہ لوگ گھاٹے میں رہے جنھوں نے بغیر علم اپنی اولا دکو قتل کیا حلال خداوندی کو حرام قرار دیا بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ خداوند عالم نے ایسے لوگوں کی مذمت میں سات چیزیں بیان کی ہیں جن میں ہر ایک مذمت کیلئے کافی ہے۔

۱۔خسارہ ۲۔حماقت ۳۔جہالت ۴۔اللہ کے حلال کو حرام کرنا۔

۵۔اللہ پر افترا پردازی ۶۔گمراہی ۷۔ بے ہدایت ہونا۔(تفسیر کبیر)

۱۴۴۔ وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَ .... الآیة۔

بعض باغات ونباتات کا تذکرہ

سابقہ آیات میں خداوند عالم نے مشرکوں کے غلط رسم ورواج پر نقد وتبصرہ کرنے کے بعد کہ انہوں نے کس طرح خدا پر افترا پردازیاں کرتے ہوئے جانوروں اور کھیتوں کے حصے بخرے کر لئے کچھ خدا کے نام پر اور کچھ بتوں کے نام پر پھر بعض کو حلال کہا اور بعض کو حرام قرار دیا جس کا ان کے پاس کوئی عقلی وشرعی جواز نہ تھا اب یہاں اپنے بعض الطاف وانعامات کا تذکرہ فرمارہا ہے کہ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کی خورد ونوش اور اسے فائدہ پہنچانے کیلئے کس طرح مختلف غذائیں، باغات اور حیوانات پیدا فرمائے ہیں نباتات میں سے کچھ وہ ہیں جو زمین پر پھیلتی ہیں جیسے خربوزے ہندوانے اور سبزیاں کچھ بانس وغیرہ کی ٹٹیوں پر چڑھائی جاتی ہیں جسے انگور وغیرہ اور کچھ وہ ہیں جو اپنے تنا پر کھڑی رہتی ہیں جیسے کھجور، آم وانار وغیرہ۔اس طرح انسان کی ضرورت کیلئے اسے گوشت کھلانے کیلئے اس کی سواری وبار برداری کیلئے اور اسے دودھ پلانے کیلئے مختلف قسم کے چھوٹے بڑے جانور پیدا کیے جیسے اونٹ گھوڑے اور بھیڑ بکریاں وغیرہ اوران آیتوں میں خداوند عالم نے یہ حقیقت بندوں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش فرمائی ہے کہ یہ سب نعمتیں عطا کرنے والا خدا ہے اس عطاوبخش میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے لہٰذا ان کے استعمال میں بھی اسی کے قانون شریعت کی پابندی کرنی چاہیے اپنی خواہش نفس یا خودساختہ شرکاء خدا کی خواہش پر کسی چیز کو حلال وحرام نہیں بنانا چاہیے اور نہ ہی اپنی طرف سے کوئی حدود وقیود مقرر کرنے چاہئیں اور نہ ہی بندوں کی بنائی ہوئی رسوم ورواج کی پابندی کرنی چاہیے۔کیونکہ یہ سب کچھ شیطانی نقوش پا کی

پیروی کے زمرہ میں داخل ہے۔

۱۴۵۔ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ...الآیۃ۔

حق الحصاد کی ادائیگی کا حکم

کٹائی کرنے والے دن یا پھل توڑنے والے دن اس کا حق ادا کرو اس سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسرین نے اس سے زکوۃ مراد لی ہے اور بعض نے عام مستحبی صدقہ وخیرات مراد لی ہے چونکہ یہ سورہ مکی ہے اور زکوۃ ہجرت نبوی کے بعد مدینہ میں واجب ہوئی ہے۔ اس لئے اس سے واجبی زکوۃ مراد نہیں ہوسکتی بلکہ مستحبی صدقہ ہی ہوگا جس کی کوئی مقدار معین نہیں ہے۔

والمروی عن اهل البیت علیهم السلام انه غیر الزکوۃ۔ (تفسیر صافی)

بنابریں مستحب ہے کہ فصل کی کٹائی کے وقت اگر کوئی مسکین آجائے تو اسے اس میں سے ایک مٹھا دے دیا جائے اور اگر برداشت کے وقت آئے تو اسے مٹھی بھر دانے دے دیے جائیں اسی لئے رات کے وقت فصل کی کٹائی۔ پھل کی تڑوائی اور دانوں کی برداشت کی نہی فرمائی گئی ہے کہ اس وقت سائل وفقیر اور مسکین نہیں آتے۔ (کافی وصافی)۔

۱۴۶۔ وَلَا تُسْرِفُوْا...الآیۃ۔

اسراف کی ممانعت

یہاں اس اسراف اور فضول خرچی سے کیا مراد ہے؟

اس کا تعلق فقراء ومساکین سے بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو اس قدر زیادہ نہ دو کہ اپنے اور گھر والوں کیلئے کچھ نہ بچے کہ جس کی وجہ سے خود پریشان حال اور دوسروں کے دست نگر ہو جاؤ ارشاد قدرت ہے: "لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا" (سورہ بنی اسرائیل آیت......۲۹) اور اپنے ذاتی اخراجات سے بھی اس کا تعلق ہوسکتا ہے کہ خوراک وپوشاک وغیرہ۔ لوازم زیست میں حد سے زیادہ خرچ کر کے فضول خرچی نہ کرو۔ کہ غرباء ومساکین کو کچھ نہ دو اور زکوۃ کے محصلین سے بھی اس کا تعلق ہوسکتا ہے کہ وہ زکوۃ وصول کرنے میں سختی نہ کریں اور حد اعتدال سے آگے نہ بڑھیں غرض کہ اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال اور میانہ روی کا قائل ہے اسلام کسی بھی معاملہ میں حد اعتداد سے آگے قدم بڑھانے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی اسے پسند کرتا ہے۔ انه لا یحب المسرفین۔ حدیث میں وارد ہے۔ "ما افتقر من اقتصد" جولوگ میانہ روی سے کام

لیتے ہیں۔ وہ کبھی فقیر و نادار نہیں ہوتے۔ ولنعم ماقیل۔

قصددر فقر و غنا ازکف مدہ
عدل در قہر و رضا از کف مدہ

۱۴۷۔ وَمِنَ الۡاَنۡعَامِ... الآیۃ۔

نباتات و باغات کے سلسلہ میں اپنی قدرت کاملہ کی کرشمہ نمائی کے بعد اب حیوانات کے سلسلہ میں اپنی حکمت بالغہ کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرائی جا رہی ہے۔ کہ اس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے مختلف قسم کے جانور پیدا کیے ہیں۔ کچھ وہ حمولہ ہیں جن سے سواری اور بار برداری کا کام لیا جاتا ہے جیسے ہاتھی، اونٹ اور گھوڑا وغیرہ اور کچھ وہ ہیں جن سے کھانے اور دودھ پینے پلانے اور بچھانے کا کام لیا جاتا ہے جیسے بھیڑ بکریاں وغیرہ۔

ان کو ''فرشا'' اس لئے کہا گیا ہے کہ چونکہ ان کے قد چھوٹے ہوتے ہیں لہٰذا زمین سے لگے ہوئے معلوم ہوتے ہیں یا اس اعتبار سے کہ ذبح کے وقت وہ زمین پر لٹائے جاتے ہیں یا اس لحاظ سے کہ ان کی کھالوں اور بالوں سے فرش وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ جو زمین پر بچھائے جاتے ہیں۔

۱۴۸۔ ثَمٰنِیَۃَ اَزۡوَاجٍ...الآیۃ

یہ انشا کا مفعول ہے یا حمولۃ و فرشا سے بدل ہے بہرحال یہاں یہ حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ اللہ نے آٹھ قسم کے جوڑے پیدا فرمائے۔ جوڑے میں ہر ایک کو دوسرے کا زوج کہا جاتا ہے اس لئے بھیڑ بکری وغیرہ اقسام کو آٹھ جوڑے فرمایا گیا ہے۔ جو کہ فی الواقع افراد کے اعتبار سے تو آٹھ ہی ہیں مگر ہمارے عرف اور محاورہ کے لحاظ سے چار جوڑے بنتے ہیں دو بھیڑ کی قسم سے نر مادہ دو بکری کی قسم سے دو اونٹ کی قسم سے اور دو گائے بیل کی قسم سے یہ کل آٹھ اقسام ہو گئے مگر بعض مفسرین نے ان آٹھ اقسام سے نر و مادہ کی بجائے اور آٹھ اقسام یعنی بھیڑ و بکری سے اہلی اور وحشی، اسی طرح گائے و بیل سے اہلی و وحشی اور اونٹ سے عرابی و بخاتی مراد لئے ہیں۔ (تفسیر صافی)۔

خود ساختہ قوانین کے تحت جانوروں کو حلال و حرام بنانے کی مذمت

بہرحال جاہلی دور میں عربوں نے جانوروں کی حلت و حرمت کے متعلق جو خود ساختہ قوانین وضع کر رکھے تھے۔ جن کی بنا پر وہ جانوروں کو حلال و حرام ٹھہراتے تھے۔ جس کی بقدر ضرورت سابقہ بیانات میں وضاحت کی جا

چکی ہے۔ان کی وجہ سے خداوند عالم ان کی زجر وتوبیخ کرتے ہوئے ان سے دریافت کر رہا ہے کہ ان کی حرمت کہاں سے آئی ہے؟ آیا وہ نر ہونے کی وجہ سے حرام ہیں یا مادہ ہونے کی بنا پر؟ اگر یہی وجہ ہے تو پھر تمام نر یا تمام مادہ حرام کیوں نہیں ہیں یہ بعض حلال اور بعض حرام کی تفریق کہاں سے آئی؟ یا ایک ہی جانور کا نر حلال اور مادہ حرام یا ایک قسم کے جانور کا مادہ حلال اور نر حرام یا خود جانور حلال اور بچہ حرام آیا اس میں کوئی معقولیت نظر آتی ہے یا پھر اس لئے حرام ہے کہ وہ ہنوز ماؤں کے پیٹوں میں ہے تو پھر یہ نر و مادہ کی تخصیص کہاں سے آئی؟ جب ان کے اندر حرمت کی کوئی عقلی و شرعی وجہ نہیں ہے ان کا گوشت ہے تو بہترین انسانی غذا اور دودھ ہے تو آدمی کیلئے بہترین مشروب اور پھر ان جانوروں میں کوئی بری خصلت بھی نہیں پائی جاتی جس کی وجہ سے طبیعت میں کراہت پیدا ہو تو پھر وجہ تحریم کیا ہے؟ کیا شیطانی ترغیبات، اسلاف کی اندھی تقلید اور رسوم جاہلیت اور مشرکانہ رواجوں کی کورکورانہ تاسی کے سوا ان کو حرام قرار دینے کی کوئی معقول وجہ ہے؟ چونکہ مشرک کہتے ہیں کہ اللہ نے ان بعض جانوروں کو حرام قرار دیا ہے تو اللہ ان سے دریافت کر رہا ہے کہ چونکہ کسی چیز کی حرمت ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ یا براہ راست خدا سے ان کی حرمت کا اعلان سنا جائے۔

۲۔ یا پھر کوئی شاہد صادق گواہی دے تم بتاؤ کیا تم نے اللہ سے یہ اعلان سنا ہے؟ (اور جب نہیں سنا۔اور نبیوں کو تم مانتے نہیں ہو) تو پھر؟ ع

یہی تھے دو حساب جو یوں پاک ہو گئے

تو پھر افترا پردازی کے سوا اور کیا ہے؟

''وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ كَذِبًا'' (سورہ انعام آیت......۹۳) جو لوگ اس طرح شیطنت کا شکار ہوں وہ نگاہ قدرت میں ظالم ہوتے ہیں ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ'' (سورہ مائدہ آیت......۵۱) اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

آیات القرآن

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ قُلْ
لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً
اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ
بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور اس طرح دو قسمیں اونٹ سے اور دو قسمیں گائے سے۔ کہو اس (اللہ) نے دو قسموں کے نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں قسم کی ماداؤں کو؟ یا جو دونوں ماداؤں کے پیٹ میں ہے کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ نے تمہیں اس بات کا حکم دیا تھا؟ تو اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹا الزام لگائے تا کہ کسی علم کے بغیر لوگوں کو گمراہ کرے بے شک اللہ ظالم قوم کی کوئی ہدایت نہیں کرتا (اسے منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا) (۱۴۴) کہہ دیجئے جو وحی میرے پاس آئی ہے میں اس میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کھانے والے پر حرام ہو سوا اس کے کہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو یہ سب رجس اور گندی ہے یا پھر فسق ہو (نا فرمانی کا ذریعہ ہو) جو اللہ کے سوا کسی اور نام پر ذبح کیا گیا ہو (یا غیر اللہ کیلئے نامزد کیا گیا ہو) ہاں البتہ اگر کوئی مجبور ہو جائے جبکہ وہ نہ باغی و سرکش ہو اور نہ ہی حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو یقیناً تمہارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۴۵)۔

تفسیر الآیات

۱۴۹۔ قُلْ لَّاۤ اَجِدُ... الآیۃ۔

کسی چیز کو حلال و حرام قرار دینے کا حق صرف خالق و مالک کو ہے

سابقہ آیات و بینات میں خداوند عالم نے جس تند و تیز لہجہ میں ان کفار و مشرکین کی مذمت کی ہے۔ جنہوں نے اپنے خود ساختہ آئین آبا و اجداد کے غلط قوانین اور من گھڑت رسموں رواجوں کے تحت خدا کے

حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا تھا۔اس سے یہ حقیقت سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی ذہنی الجھن باقی رہتی ہے کہ چیزوں کو حلال وحرام قرار دینے کا حق اسی ذات بابرکات کو حاصل ہے جو ان چیزوں کا مالک وخالق ہے چنانچہ اس نے یہاں چار چیزوں کی حرمت کا پیغمبر آخرالزمان کی زبان حق ترجمان سے اعلان کرایا ہے۔

چار چیزوں کی منصوص حرمت کا بیان۔

۱۔مردار

۲۔ بہا ہوا خون۔مخفی نہ رہے کہ خون کے ساتھ ''بہا ہوا'' کی قید اس لئے ہے کہ جو خون ذبح کے وقت عموماً نکلتا ہے جب وہ بہہ جائے تو ذبیحہ کے گوشت میں خون کے جو قطرے رہ جاتے ہیں وہ حلال بھی ہوتے ہیں اور پاک بھی۔

۳۔سور کا گوشت

۴۔وہ ذبیحہ جس پر ذبح کرتے وقت غیراللہ کا نام لیا جائے اس آیت کی تفسیر قبل ازیں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۳ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳ کی تفسیر میں گزر چکی ہے جہاں یہ مضمون گزر چکا ہے اور مزید براں اس کا تذکرہ سورہ نحل کی آیت نمبر ۱۱۵ میں آئے گا اور سورہ بقرہ کے مذکورہ بالا مقام پر باغی اور عادی کے مفہوم کی وضاحت بھی کی جا چکی ہے اس لئے اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک سوال اور اس کے جوابات۔

ہاں البتہ اس مقام پر ایک بات غور طلب ہے جس پر سورہ بقرہ کے مذکورہ مقام پر بھی تبصرہ کیا گیا اور یہاں مزید تبصرہ کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں ان چار چیزوں کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں مسلمہ طور پر حرام ہیں کئی قسم کے حیوان، درندے اور کئی قسم کے پرندے تو پھر یہاں چار چیزوں میں حرمت کی حصر کیوں کی گئی ہے؟اس سوال کے متعدد جوابات دیے جاسکتے ہیں۔مثلاً

۱۔یہاں زیر بحث صرف چرندہ جانور تھے تو اس قسم سے جو چیزیں حرام تھیں صرف انہی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔اس میں درندوں، دریائی جانوروں اور پرندوں کا ذکر کیا ہی نہیں گیا۔

۲۔یہ آیت مکی ہے اس وقت تک جو وحی نازل ہوئی تھی اس میں ان چار چیزوں کی حرمت مذکور تھی باقی چیزوں کی حرمت مدینہ میں نازل ہوئی لہٰذا ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

۳۔ان چار چیزوں کی حرمت تو قطعی طور پر قرآن سے ثابت ہے اور باقی حرام چیزوں کی حرمت قرآن

سے اجمالاً اور سنت سے تفصیلاً معلوم ہوتی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ماخذ احکام ہونے کیلئے صرف قرآن کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ نبی وامام کے کلام وفرمان کی ضرورت بھی ہے۔
۴۔ یہ حصر حقیقی نہیں ہے بلکہ اضافی ہے کہ جن چیزوں کو مشرکین عرب اپنی ذاتی پسند و ناپسند کی بنا پر حرام قرار دیتے تھے ان کے مقابلہ میں یہ چار چیزیں خاص طور پر حرام ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے علاوہ اور کوئی چیز حرام نہیں ہے بلکہ سب حلال ہیں۔ حاشا وکلا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

آیات القرآن

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو لوگ کہ یہودی ہوئے ہم نے ان پر تمام کھر والے جانور حرام کر دئے تھے۔ اور گائے بیل اور بھیڑ بکری کی چربی بھی حرام کر دی۔ سوا اس کے جو ان کی پیٹھ یا ان کی آنتڑیوں سے لگی ہوئی یا ہڈی سے ملی ہوئی ہو یہ ہم نے ان کو بغاوت وسرکشی کی سزا دی تھی اور یقیناً ہم بالکل سچے ہیں (۱۴۶) سو اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیجئے! کہ آپ کا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے اور مجرموں سے اس کا عذاب ٹالا نہیں جا سکتا

(۱۴۷) عنقریب مشرک لوگ کہیں گے کہ اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلا یا تھا جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے پاس کوئی علمی دلیل ہے تو اسے ہمارے سامنے ظاہر کرو۔ تم تو محض گمان کی پیروی کر رہے ہو اور صرف اٹکل پچو باتیں کرتے ہو (۱۴۸)

تفسیر الآیات

۱۵۰۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا ... الآية

کسی چیز کو حرام قرار دیئے جانے کی وجوہ کیا ہو سکتی ہیں؟

اگر تتبع اور استقراء تام سے کام لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس حرمت کا دو میں سے کوئی ایک سبب ہوتا ہے۔

۱۔ وہ چیز جسمانی یا روحانی طور پر انسان کیلئے مضر ہوتی ہے لہٰذا لوگوں کو اس کے ضرر روزیاں سے محفوظ رکھنے کیلئے اسے حرام قرار دیا جاتا ہے اور اکثر و بیشتر یہی سبب کارفرما ہوتا ہے۔

۲۔ اور کبھی کبھار کسی شخص یا کسی قوم کو اس کی غلط روش و رفتار کی وجہ سے بطور سزا کسی چیز کو اس کیلئے ممنوع قرار دے دیا جاتا ہے جیسا کہ یہاں یہی صورت حال پیش ہے۔ کہ خدائے جبار نے یہاں یہود کے ظلم و استبداد اور سرکشی کی وجہ سے بعض حلال چیزوں کو ان کیلئے حرام قرار دے دیا تھا۔ اور اس بات کا قرآن مجید میں تین مقامات پر تذکرہ کیا گیا ہے۔

۱۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۹۳ (كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ ......)۔

۲۔ سورہ نساء آیت نمبر ۱۶۰ (فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ ......)۔

یعنی ہم نے یہود کے ظلم و جور اور سرکشی کی وجہ سے وہ پاک پاکیزہ چیزیں جو (پہلے) ان کیلئے حلال تھیں حرام کر دیں۔ اسی مقام پر زیر بحث آیت کی تفسیر بھی گذر چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہی زیر بحث آیت جو سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۴۶ ہے۔ اس میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ ''ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ

بِبَغْيِهِمْ ''ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا کے طور پر یہ چیزیں حرام قرار دیں۔فراجع
مخفی نہ رہے کہ منجملہ رؤساء یہود کی سرکشی والے کاموں کے ایک کام یہ بھی تھا کہ انہوں نے تمام ناخن دار جانور اور پرندے جیسے مرغ،مرغابی اور بطخ وغیرہ اور گائے،بکری کی چربی وغیرہ اپنی مرغوب چیزوں کو غریبوں کیلئے ممنوع قرار دے دیا تھا(تفسیر قمی)
تو خدا نے ان کو اس کی یہ سزا دی کہ ان چیزوں کو خود ان پر حرام قرار دے دیا۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان چیزوں میں ذاتی طور پر کوئی خرابی نہیں ہے صرف بطور سزا میں ممنوع قرار دیا گیا تھا اس لئے یہ چیزیں اسلامی شریعت میں حلال ہیں۔والحمدللہ۔

۱۵۱۔ فَإِنْ كَذَّبُوكَ ... الآية

خدا کی رحمت واسطہ کا تذکرہ

حالات اور جذبات کا تقاضا تو یہ تھا کہ جو شخص حضرت پیغمبر اسلامؐ کے حالات وصفات اور ان کی صداقت کی آیات بینات دیکھنے کے باوجود ان پر ایمان نہ لاتا اور اسلام قبول نہ کرتا اسے حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا اور نیست و نابود کر دیا جاتا۔مگر واہ رے خدا کی شان کریمی! کہ انہیں فوراً ہلاک بھی نہ کیا اور ان کو اپنی رحمت بے پایاں سے مایوس بھی نہیں کیا۔بلکہ اسی رحمت کی وسعت و ہمہ گیری کا تذکرہ کر کے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے اور ان کی امید بندھائی ہے کہ اگر اب بھی وہ پیغمبر اسلامؐ کی تکذیب چھوڑ دیں اور راہ راست پر آجائیں تو رحمت حق ان کا استقبال کرنے کیلئے موجود ہے۔ہاں البتہ آخر میں قاعدہ کلیہ اور عام اصول کے طور پر اعلان فرمایا گیا ہے کہ اس کا عذاب مجرموں سے ٹالا نہیں جا سکتا۔اس میں در پردہ یہ دھمکی دی گئی ہے کہ جو مجرم آخر دم تک اپنی مجرمانہ سرگرمیوں پر قائم رہیں گے اور توبہ و انابہ کی راہ اختیار نہیں کریں گے تو پھر ان کو خدا کی گرفت اور اس کے عذاب سے بچایا نہ جا سکے گا۔

۱۵۲۔ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ... الآية۔

بدکردار لوگوں کی یہ پرانی کمزوری ہے کہ وہ اپنی کمزوریاں مشیت الٰہی کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں

تاریخ سے بھی ثابت ہے اور مشاہدہ بھی شاہد ہے کہ اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرنے والے اقل قلیل

ہوتے ہیں ورنہ اکثر تو اپنی کمزوریوں کو خوبیاں سمجھتے ہیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر اپنی کمزوریوں اور بدعملیوں کو اللہ کی مشیت کے حوالہ کر دیتے ہیں چنانچہ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جو لوگ عقیدہ میں کمزور اور عمل میں سست رفتار ہوتے ہیں یا بالفاظ دیگر صرف گفتار کے غازی ہوتے ہیں کردار کے غازی نہیں ہوتے تو جب ان کو ان کی غلط روش ورفتار پر روکا ٹوکا جائے۔ اور ان کی سرزنش کی جائے تو وہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے طور پر اپنے اعمال وافعال کی ذمہ داری اللہ کی مشیت پر ڈال دیتے ہیں کہ اللہ کی مشیت یہی ہے کہ ہم یہ غلط کام کریں اپنے مقدر میں یہی لکھا تھا، ہم اور ہمارے آباؤ اجداد مدت دراز سے یہی کام (کفر وشرک اور دیگر غلط کاریاں) کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اگر وہ قادر مطلق نہ چاہتا اور اگر یہ باتیں اسے پسند نہ ہوتیں تو ہم ایسا نہ کرتے کفار ومشرکین کا یہ مقولہ قرآن مجید میں کئی جگہ مذکور ہے۔ ''وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ'' (النحل آیت...... ۱۳۵) مشرک لوگ کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا اور کسی چیز کی عبادت نہ کرتے۔ ''وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ'' (الزخرف آیت...... ۲۰)۔ اگر خدا چاہتا تو ہم ان (بتوں) کی پرستش نہ کرتے پھر اس سے آخری نتیجہ یہ اخذ کیا کہ کہہ دیا ''وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَ اللهُ اَمَرَنَا بِهَا'' (اعراف آیت...... ۲۸) جب کوئی شرمناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اسی طریقہ پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور خود اللہ نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ العیاذ باللہ۔ حافظ شیرازی نے بھی انہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے۔

درکوئے نیک نامی مارا گذر ندادند
مارا نمی پسندی تغییر دہ قضارا

ان لوگوں کی خرافات کا جواب

اس مغالطہ کے حلی اور الزامی طور پر کئی جوابات دیے جا سکتے ہیں مگر ہم اختصار کے پیش نظر صرف ایک جواب پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ اس کا حلی جواب تو یہ ہے کہ مشیت اور رضا میں بڑا فرق ہے بندے ایک کام کرتے ہیں اور خدا اپنے نظام حکمت کے تحت جبر کر کے ان کو اس کام سے نہیں روکتا کیونکہ اس کے نظام حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ بندے برا بھلا کرنے میں فاعل مختار ہوں کیونکہ جبر کرنا اس کی حکمت کے خلاف ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ علیم وحکیم ان لوگوں کے اس کام پر راضی بھی ہے اور اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے مگر مشرک اور غلط کار لوگ مشیت کا مطلب اس کی رضا اور پسندیدگی لیتے تھے اور یہی ان کا منشائے اشتباہ تھا۔ اس لئے خدا نے بار

بار اس کا یہ جواب دیا ہے۔''اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَ ان الله لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ''(سورہ زمر آیت......۷) کہ خدا بندے کے کفر پر ہرگز راضی نہیں ہے۔''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ''(سورہ اعراف آیت......۲۸)۔خدا کبھی برائی کا حکم نہیں دیتا۔

۲۔الزامی اور علمی وبرہانی، عملی برہانی جواب یہ ہے کہ اگر تمہارا یہ نظریہ درست ہوتا کہ تمہارا کفر وشرک اور گناہ وعصیاں اس کی مشیت ورضامندی سے ہے تو پھر تو ایسا کرنے والوں کو انعام واکرام سے نوازنا چاہیے تھا۔مگر تاریخ شاہد ہے کہ جن لوگوں نے ایسے کام کئے، آیات الٰہیہ کی تکذیب کی، انبیاء ومرسلین کو جھٹلایا اور مناہی الٰہیہ کا مذاق اڑایا۔ان پر خدا کا قہر وغضب نازل ہوا۔اور ان کو اپنے عذاب وعقاب کا وہ مزا چکھایا کہ ان کا نام و نشان بھی مٹ گیا۔پس اس کا ان لوگوں کو ان غلط نظریات اور غلط اعمال پر سزا دینا اس بات کی نا قابل رد دلیل ہے کہ وہ علیم وحکیم کفر وشرک اور غلط کلام وکام اور غلط اقدام کو پسند نہیں کرتا اور ان لوگوں کو مزید لاجواب اور رسوا کرنے کی خاطر فرماتا ہے۔کہ اگر تمہارے پاس اپنے کام پر اللہ کی رضامندی کا کوئی ثبوت ہے تو پیش کرو۔مگر وہ علم اور ثبوت کہاں سے لائیں۔وہ تو محض ظن وگمان کی پیروی کرتے ہیں۔اور نری قیاس آرائیاں کرتے اور اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں۔

آیات القرآن

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمۃ الآیات

کہہ دیجئے! کہ اللہ کی دلیل زبردست ہے۔ اگر اللہ (اپنی مشیت قاہرہ) چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا (۱۴۹) کہہ دیجئے! لاؤ اپنے ان گواہوں کو جو اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے؟ اور اگر وہ (جھوٹی) گواہی دے بھی دیں تو آپ نہ ان کے ساتھ گواہی دیجئے اور نہ ہی ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کیجئے۔ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے۔ اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ اپنے پروردگار کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں (۱۵۰) (اے رسول) ان سے کہو۔ آؤ میں تمہیں سناؤں وہ چیزیں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں۔ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو' اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی (دیں گے)' اور بے شرمی و بے حیائی کے کاموں (جیسے جنسی غلط کاری) کے قریب بھی نہ جاؤ۔ خواہ وہ علانیہ ہوں اور خواہ پوشیدہ اور نہ قتل کرو کسی ایسی جان کو جس کے قتل کو خدا نے حرام قرار دیا ہے مگر (شرعی) حق (جیسے قصاص وغیرہ) کے ساتھ۔ یہ وہ ہے جس کی اللہ نے تمہیں وصیت کی ہے۔ تاکہ تم عقل سے کام لو۔ (۱۵۱)۔

تفسیر الآیات

۱۵۳۔ قل فلہ۔۔۔۔ الایۃ

اللہ کی حجت کے غالب ہونے کی وضاحت

ان لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ تمہاری حجت بالکل کمزور ہے اور اللہ کی دلیل و حجت زبردست ہے۔ وہ دلیل و برہان اور حکمت و موعظۂ حسنہ سے لوگوں کو حق و حقیقت کی دعوت ضرور دیتا ہے۔ مگر وہ کسی کو اس کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ بات اس کے نظام حکمت کے منافی ہے۔ ورنہ اگر وہ اپنی قدرتِ قاہرہ سے چاہتا تو وہ تم سب کو سیدھے راستہ پر لگا دیتا۔ مگر چونکہ ایسا کرنا اس کی حکمت کے خلاف ہے اس لئے وہ ایسا نہیں کرتا۔ مسعدہ بن صدقہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا:

قیامت کے بعد ایک (بدکردار) بندہ کو مقام حساب میں کھڑا کر کے اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے برا عمل کیوں کیا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ مجھے علم نہیں تھا تب اس سے کہا جائے گا کہ تو نے علم کیوں حاصل نہیں کیا تھا؟ اس پر وہ لا جواب ہو جائے گا فرمایا یہ مطلب ہے۔ ''لِلّٰہِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ'' کا کہ (اللہ کی دلیل غالب ہے)۔ (تفسیر البرہان)

۱۵۴۔ قُلْ هَلُمَّ ... الآیۃ۔

مشرکین سے اپنے مدعا پر کوئی علمی دلیل اور گواہ پیش کرنے کا مطالبہ

سابقہ آیات میں جاہل مشرکین عرب کی بعض جاہلانہ رسموں رواجوں کا تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے کس طرح خالق کون ومکان کے قانون شریعت کو چھوڑ کر خود اپنے خیالات وقیاسات اور اپنے اسلاف کی غلط رسوم وروایات کی بنا پر بعض حلال چیزوں کو حرام اور بعض حرام چیزوں کو حلال بنالیا تھا اور ان میں من پسند حدود وقیود مقرر کر رکھے تھے کہ اسے فلاں کھائے اور فلاں نہ کھائے۔ اور ستم ظریفی یہ تھی کہ وہ افتراء علی اللہ کرتے ہوئے اس خودساختہ حلت وحرمت کو خدا کی طرف منسوب کرتے تھے کہ یہ حکم اللہ نے دیا ہے اس لئے خداوند عالم اپنی حرام کردہ چیزوں کا اعلان کرنے کے بعد (قُلْ لَّآ اَجِدُ...الآیۃ) کے بعد ان سے مطالبہ کر رہا ہے کہ

(۱) اگر تمہارے پاس اس دعویٰ کے ثبوت میں کوئی علمی دلیل ہے تو وہ پیش کرو۔

(۲)۔ اور اگر کوئی گواہ ہے تو وہ لاؤ کیونکہ اگر دو گواہوں کو اپنی ذمہ داری کا کچھ بھی احساس ہوا کہ گواہی اس چیز کی دینی چاہیے کہ جس کا اسے علم ہو تو وہ ہرگز یہ گواہی نہیں دیں گے۔

(۳)۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر بالفرض وہ اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کرتے ہوئے ایسی کوئی گواہی دے بھی دیں تو اے رسول اللہ! آپ پھر بھی ان کے ساتھ گواہی نہ دینا یہ منا ہی ان کی شہادت کے جھوٹے ہونے کا کنایہ ہے۔ والکنایۃ ابلغ من التصریح ورنہ آپ کیلئے ممکن ہے کہ آپ مشرکوں کے حق میں جھوٹی گواہی دیں؟ اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا جن میں تین کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ آیات الٰہی کی تکذیب کرتے ہوئے اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں۔

۲۔ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ظاہر ہے کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اسے جھوٹ بولنے سے کیا امر مانع ہو سکتا ہے؟

۳۔ جو دوسروں کو اپنے پروردگار کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ اور مشرک کی گواہی کس طرح قبول کی جاسکتی

ہے جبکہ وہ بدترین جرم و گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے؟

۱۵۵۔ قُلْ تَعَالَوْا ... الآیۃ۔

دس منصوص محرمات الٰہیہ کا اجمالی تذکرہ

سابقہ آیات شریفہ میں کفار و مشرکین کے خودساختہ حلال و حرام چیزوں کا تذکرہ اور اس پر ان کی زجر و توبیخ کرنے اور پھر اپنی طرف ان چار چیزوں کا ذکر کرنے کے بعد جن کا کھانا حرام ہے۔ اب ان تین آیتوں میں ان دس عدد محرمات الٰہیہ کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو تمام شرائع میں مشترکہ طور پر حرام رہی ہیں اور ابداً لآباد تک حرام رہیں گی۔ مگر قرآن نے ان کی حرمت کے بیان کرنے کا حکیمانہ انداز یہ اختیار کیا ہے۔ کہ کسی چیز سے تو براہ راست نہی کے صیغہ سے منع کیا گیا ہے جیسے شرک ''اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا'' کہہ کر اسے حرام قرار دیا گیا ہے اور کسی چیز کے کرنے کا صیغۂ امر سے حکم دیا گیا ہے جیسے والدین کے ساتھ احسان کرنا ''وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا'' ظاہر ہے کہ ہر وہ کام جس کا کرنا واجب ہو اس کا ترک کرنا حرام ہوتا ہے۔ اور جس کام کا کرنا حرام ہو اس کا ترک کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور وہ دس محرمات یہ ہیں۔

۱۔ شرک باللہ کرنا۔ ۲۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔
۳۔ فقر و فاقہ کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا۔ ۴۔ ظاہری و باطنی بے حیائی کا کام کرنا
۵۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ ۶۔ ناجائز طریقہ پر یتیم کا مال کھانا۔
۷۔ ناپنے تولنے میں کسی قسم کی کمی کرنا۔ ۸۔ ظلم اور بے انصافی کرنا۔
۹۔ اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیماں کو پورا نہ کرنا۔ ۱۰۔ صراط مستقیم کو چھوڑ کر مختلف راستوں کو اختیار کرنا۔

۱۵۶۔ اَلَّا تُشْرِكُوْا ... الآیۃ۔

بقدر ضرورت ان امور بالا کی تشریح وتوضیح

ا۔شرک

ایک سے زائد بار سابقہ مباحث اور آیات میں شرک کے جرم کی سنگینی اور اس کا نا قابل بخشش گناہ ہونا، نیز اس کی دو بڑی اقسام۔ ا۔شرک جلی۔ ۲۔شرک خفی۔

پھر جلی کی چار قسمیں ہیں۔

ا۔شرک ذاتی ۲۔شرک صفاتی ۳۔شرک افعالی ۴۔شرک عبادتی

اور شرک کی تمام اقسام کا تفصیلی بیان کیا جاچکا ہے یہاں ان مباحث کے اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے مذکورہ بالا مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۵۷۔ وَّبِالْوَالِدَيْنِ...الآية۔

۲۔والدین کی نافرمانی

والدین کے ساتھ بھلائی اور اچھائی کرنے کا وجوب اور ان کی نافرمانی کے حرام ہونے اور اس کے گناہ وکبیرہ ہونے کا تذکرہ قبل ازیں متعدد مقامات پر بالخصوص سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۸۳ ''وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا'' کی تفسیر کے ضمن میں تفصیل سے کیا جاچکا ہے۔اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہاں ان مطالب کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۵۸۔ وَلَا تَقْتُلُوْا...الآية۔

۳۔فقروفاقہ کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا

اگر چہ قتل نفس اخلاقی، قانونی، انسانی اور اسلامی نقطۂ نظر سے گناہان کبیرہ میں سے ایک بہت بڑا گناہ کبیرہ ہے۔ چہ جائیکہ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھ سے اور وہ بھی اس جاہلانہ خیال کے پیش نظر کہ ان کے نان ونفقہ کا کیا انتظام ہوگا شقاوت وسنگدلی کی وہ انتہا ہے جس کے بعد جو ہر انسانیت تو کجا جو ہر حیوانیت بھی ختم ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اولاد سے محبت کرنا خود بھوکا پیاسا رہ کر ان کا پیٹ بھرنا اور خود دکھ برداشت کرکے اولاد کو سکھ پہنچانا وہ جوہر ہے جو خالق فطرت نے عام حیوانات کی بھی فطرت میں ودیعت کردیا ہے۔تو جو شخص انسان کہلاکر اپنے ہاتھوں اپنی

اولاد کو قتل کرتا ہے بچوں کو فقر و فاقہ سے ڈر کر اور بچیوں کو غیرت کے نام پر وہ انسان تو درکنار حیوان کہلانے کا بھی حقدار نہیں ہے بلکہ ان سے بدتر ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (سورہ اعراف آیت......۱۷۹)۔

۱۵۹۔ وَلَا تَقْرَبُوا ... الآیة۔

۴۔ظاہری و باطنی طور پر بے حیائی والے کام کرنا

فواحش فاحشہ کی جمع ہے اور فاحشہ سے مراد ہر وہ قول و فعل ہے جو قباحت میں حد سے بڑھ جائے جیسے زنا، لواطت، ظلم و جور، کذب و افتراء، غلط الزام و بہتان، گلہ گوئی اور عیب جوئی، چوری چکاری اور شراب خوری وغیرہ وغیرہ۔ ان کا ظاہر و باطن اور جلوت و خلوت میں ارتکاب کرنا شرعاً حرام ہے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ دور جاہلیت کے لوگ علانیہ زنا کرنے کو تو ناپسند کرتے تھے۔ مگر چھپ کے یہ بدکاری کرنے میں کوئی قباحت نہیں جانتے تھے۔ اللہ نے ایسے لوگوں کی ردکی ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔ فرمایا:

''الا اخبر کم با بعد کم منی شبهاً قالوا بلیٰ یا رسول الله ! قال الفاحش المتفحش البذی البخیل المختال الحقود الحسود القاسی القلب البعید عن کل خیر یرجیٰ غیر مامون من کل شر یتقی'' کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم سب سے کون شخص مشابہت کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ دور ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا یہ وہ شخص ہے (جس میں مندرجہ ذیل برائیاں پائی جائیں)۔

۱۔ جو قولی اور فعلی طور پر فحش کام کرے ۲۔ بدزبان اور زبان دراز ہو ۳۔ بخیل و کنجوس ہو ۴۔ متکبر مزاج ہو ۵۔ کینہ پرور ہو ۶۔ حسد کرنے والا ہو ۷۔ قسیّ القلب ہو ۸۔ ہر خیر و خوبی والے کام سے دور ہو ۹۔ ہر برے کام کی اس سے توقع ہو۔ (تفسیر کاشف)

مخفی نہ رہے کہ خدائے حکیم نے یہاں لاتقربوا فرمایا (کہ فواحش کے قریب بھی نہ جاؤ)۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام وہ چیزیں جو دل میں گناہوں کی تحریک پیدا کرتی ہیں مثلاً فحش گانے، ننگی تصویریں اور غلیظ لٹریچر سب سے دور رہنے کا حکم دیا جارہا ہے اور ماظهر منها ومابطن نے اس حکم کو وسیع کر دیا کہ فواحش کا ارتکاب ظاہر اور باطن جلوت و خلوت میں ممنوع ہے۔ (ضیاء القرآن)۔

۱۶۰۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ ... الآیته۔ ۱۶۴

۵۔کسی کو ناحق قتل کرنا

جس شخص کا خون بہانا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس سے مراد اس شخص کا قتل کرنا ہے وہ جو قصاص، زنائے محصن، فساد فی الارض اور ارتداد کی وجہ سے واجب القتل نہ ہو شریعت مقدسہ میں اس کا قتل کرنا گناہان کبیرہ میں سے ہے۔جس پر خدانے پانچ سزاؤں کی تہدید فرمائی ہے ارشاد قدرت ہے۔''وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا''(سورہ نساء آیت ...... ۹۳)۔جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے۔جس میں ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ کا قہر وغضب ہے،اللہ نے اس پر لعنت کی ہے اور اس کیلئے خوار کرنے والا عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

آیات القرآن

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ
وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ
وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا
فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى
الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ
رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

ترجمۃ الآیات

۶۔اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد و کمال تک پہنچ جائے۔ ۷۔اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری کرو۔ہم کسی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔۸۔ اور جب کوئی بات کہو تو عدل و انصاف کے ساتھ۔اگرچہ وہ (شخص) تمہارا قرابتدار ہی کیوں نہ ہو۔۹۔اور اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرو۔یہ وہ ہے جس کی اس (اللہ) نے تمہیں وصیت کی ہے شاید کہ تم عبرت حاصل کرو۔(۱۵۲)۔۱۰۔اور (یہ بھی کہو) یہ ہے میرا سیدھا راستہ اسی کی پیروی کرو۔اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اس (اللہ) کے راستہ سے جدا کردیں گے یہ ہے جس کی اللہ نے تمہیں وصیت کی ہے شاید کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔(۱۵۳) پھر ہم نے موسیٰ کو وہ کتاب عطا کی جو نیک عمل کرنے والے پر نعمت کی تکمیل ہے۔اور اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور (لوگوں کیلئے) سراسر ہدایت و رحمت ہے تاکہ وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری و حضوری پر ایمان لائیں (۱۵۴) اور یہ (قرآن) بڑی بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے پس تم اس کی پیروی کرو۔اور تقویٰ اختیار کرو۔شاید کہ تم پر رحم کیا جائے (۱۵۵)۔

تفسیر الآیات

۱۶۱۔وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ ...الآیۃ۔ ۱۶۵

۶۔ناجائز طریقہ پر یتیم کا مال کھانا

قبل ازیں سورہ نساء آیت نمبر ۵،۶ کی تفسیر میں ہم اس موضوع پر سیر حاصل تبصرہ کرچکے ہیں۔

اور یتیم کے مال کو خورد برد کرنے اور ناجائز طریقے پر اس میں تصرف کرنے کے گناہ کی سنگینی پر بقدر ضرورت گفتگو کر چکے ہیں اور قرآن کی روشنی میں واضح کرچکے ہیں کہ ''اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا'' (سورہ نساء آیت......۱۰)۔کہ جو لوگ ظلم و ستم اور غلط طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور ان کے اولیاء پر ان کے

مال کی حفاظت اس وقت تک فرض ہے جب تک وہ ''اشد'' کو نہ پہنچ جائیں اور ''اشد'' کی تفسیر بلوغت اور رشد سے کی گئی ہے کہ وہ سن وسال کے اعتبار سے بالغ ہوجائیں اور عقل وخرد کے لحاظ سے اپنے نفع ونقصان کو سمجھنے لگ جائیں۔ اور اپنے مال کی حفاظت کرنے اور اسے صحیح مصرف میں صرف کرنے کے طریقہء کار سے آگاہ ہوجائیں بعدازاں ان کا مال ان کے حوالے کردیا جائے۔

۱۶۲۔ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ...الآية۔

۷۔ناپ تول میں کمی کرنا

قرآن مجید میں ایسے لوگوں کی سخت مذمت کی گئی ہے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں اور لین دین میں بددیانتی کرتے ہیں۔ ارشادقدرت ہے۔''الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ''(سورہ مطففین ...... ۳)۔ بربادی ہے تول میں کمی کرنے والوں کیلئے جو جب لیتے ہیں تو پورا ناپ تول کرلیتے ہیں اور جب ناپ کر یا تول کردیتے ہیں تو کم دیتے ہیں اوراس کا نام عربی زبان میں'' تطفیف'' ہے۔جس کی مذمت میں پورا سورہ مطففین موجود ہے۔جس میں اس فعل کی حرمت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ایسا کرنیوالے کو سخت وعید وتہدید کی گئی ہے۔ لہٰذا ایک بندہ مسلمان کیلئے اس سلسلہ میں حزم واحتیاط واجب ولازم ہے اوراس معاملہ میں دیانت داری سے کام لینا فرض ہے۔ یہ حق الناس کا معاملہ ہے جو حق اللہ سے بھی زیادہ سخت ہے اس کے ساتھ ہی فرمایا گیا ہے کہ لانکلف نفساً ہم کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اس کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں مقدور بھر کوشش کرنا فرض ہے کہ دینے والے کی غرض یہ ہو کہ وہ قیمت کم لے اور مال زیادہ دے، اور لینے والے کی نیت یہ ہو کہ وہ دام زیادہ دے اور مال کم لے اور اگر نادانستہ طور پر کچھ کمی بیشی ہوجائے تو معاف ہے۔

۱۶۳۔ وَاِذَا قُلْتُمْ ...الآية۔

۸۔ظلم اور بے انصافی کرنا حرام اور عدل کرنا واجب ہے

قول ہو یا فعل، حکومت ہو یا قضاوت بہرحال عدل وانصاف کرنا کس قدر واجب ولازم ہے اور ظلم و زیادتی اور بے انصافی کس قدر شدید حرام ہے اس کی تفصیل ہم آیت مبارکہ''وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى''(سورہ مائدہ آیت......۸) کسی قوم کے ساتھ تمہاری ذاتی دشمنی تمہیں اس کے بارے میں عدل نہ کرنے پر آمادہ نہ کرے عدل کرو کہ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، کی

تفسیر میں بیان کر چکے ہیں نیز عدل وانصاف کے فوائد وبرکات اور ظلم و بے انصافی کے نقصانات اور دینی و دنیاوی مضرات پر مکمل گفتگو کر چکے ہیں اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے وفیه كفاية لمن له ادنى دراية۔

۱۶۴۔ وَبِعَهْدِ اللهِ ... الآیة۔

۹۔ اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو پورا نہ کرنا حرام ہے۔

جب ایک بندے سے کیے ہوئے عہد و پیمان کی پابندی واجب ہے اور اس کی خلاف ورزی حرام ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ ''وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا'' (سورہ بنی اسرائیل آیت ...... ۳۴)۔ وعدے کی پابندی کرو کیونکہ (بروز قیامت) عہد کے بارے میں باز پرس کی جائیگی تو جو عہد و پیمان خدا سے باندھا جائے خواہ اسلام قبول کرتے وقت زبان حال سے ہو یا کبھی زبان مقال سے دنیا کے بارے میں ہو یا آخرت کے بارے میں یا عہد عالم الست سے متعلق ہو یا دنیا میں آکر ظاہری اسلام قبول کرتے وقت یا یہ عہد خدا کے امر ونہی کی صورت میں ہو بہر حال اس کی پابندی فرض ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔ ''وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللهِ'' (سورہ نحل آیت ...... ۹۱)۔ یعنی اللہ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کرو۔ علماء وفقہاء کے بیان کے مطابق اس ایفاء عہد میں نذر (منت) اور قسم بھی داخل ہے اور ہر صورت میں اس میں وہ عہد و پیمان بھی داخل ہے جو خدا نے اپنے بندوں سے شیطان کی اطاعت نہ کرنے کے بارے میں لیا تھا۔ ''اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ'' (سورہ یٰس آیت ...... ۶۰)۔

۱۶۵۔ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ ... الآیة۔

۱۰۔ صراط مستقیم کو چھوڑ کر مختلف راستوں کو اختیار کرنا حرام ہے۔

منجملہ محرمات کے ایک فعل حرام یہ بھی ہے کہ آدمی اسلام کا صراط مستقیم چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے کہ اس کا نتیجہ ہلاکت وگمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ''وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ'' (سورہ آل عمران آیت ...... ۸۵)۔ ارشاد قدرت ہے۔ یہ ہے میرا سیدھا راستہ اس کی پیروی کرو اور مختلف راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستہ سے علیحدہ کر دیں گے حدیث میں وارد ہے کہ ایک بار حضرت رسول خداؐ نے اپنے ہاتھ سے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے (صراط مستقیم ہے) پھر اس کے دائیں بائیں ٹیڑھے ترچھے بہت سے خطوط کھینچے اور فرمایا

ان میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان بیٹھا ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ حقیقت الامر یہی ہے کہ صداقت وحقیقت کا سیدھا راستہ ایک ہی ہوتا ہے ایک سے زیادہ راہیں سچائی کی نہیں ہوسکتیں اس لئے فرمایا کہ ایک ہی راستہ پر چلو اگر متعدد راستوں پر چلو گے تو بھٹک جاؤ گے۔

''ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ' یہ وہ باتیں ہیں جن کا خدا نے تمہیں حکم دیا ہے تا کہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔

۱۶۶۔ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى...الآية۔

تورات کے نازل کرنے اور اس کی صفات کا تذکرہ

پھر ہم نے موسیٰ کو تورات عطا فرمائی ثم حرف عطف ہے جو مہلت وتراخی کی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں یہ کس طرح استعمال ہوا ہے۔ جبکہ صورتحال برعکس ہے کہ تورات صدیوں پہلے نازل ہوئی اور قرآن بعد میں نازل ہوا؟ اس کے متعلق مفسرین نے متعدد وجوہ بیان کیے ہیں۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں ترتیب نزولی مراد نہیں ہے۔ بلکہ ترتیب ذکری مراد ہے۔ یعنی مقام حوالہ اور ذکر میں اس کا تذکرہ بعد میں کیا جارہا ہے۔ اور اگر اس کا وصاکم پر عطف کیا جائے۔ تو پھر یہ حرف اپنے حقیقی معنی پر قائم رہے گا یعنی ان باتوں کی وصیت تو خدا نے پہلے بھی کی تھی اور بعد ازاں اس مقصد کیلئے ایک مستقل کتاب یعنی تورات بھی نازل فرمائی۔ (تفسیر صافی)۔

اس آیت میں تورات کی چار صفتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اتمام نعمت کا ذریعہ۔ ۲۔ اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔ ۳۔ ذریعہ ہدایت ہے۔

۴۔ نزول رحمت کا وسیلہ ہے یعنی سراسر ہدایت ورحمت ہے۔

اس میں اتمام نعمت ہے اور دور کے تقاضوں کے مطابق جن چیزوں کا دین سے تعلق ہے وہ بیان کر دی گئی ہیں مگر دوسری غیر متعلق چیزوں سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کا یہ مفہوم ہے کہ اب اس کے بعد کسی اور کامل واکمل کتاب اور جامع ومانع شریعت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تھی اور یقیناً تھی جسے قرآن اور اسلام کے ذریعہ سے پورا کیا گیا ہے۔ ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا'' (سورہ مائدہ آیت...... ۳)۔

۱۶۷۔ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ ...الآية۔

قرآن مجید کا تذکرہ

اس آیت شریفہ کی تفسیر اس سے پہلے اسی سورہ کی آیت ۹۳ وہذا کتاب انزلناہ مبارک کے ضمن میں کی جاچکی ہے اور وہاں واضح کیا جاچکا ہے کہ قرآن کس طرح بابرکت کتاب ہے اور کس طرح اس کی اتباع اور پیروی میں دنیا وآخرت کی فوز وفلاح مضمر ہے۔ لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

آیات القرآن

اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآٮِٕفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا وَاِنۡ كُنَّا
عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ۱۵۶ اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡكِتٰبُ
لَكُنَّاۤ اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ ۚ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ ۚ
فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنۡهَا ؕ سَنَجۡزِى الَّذِيۡنَ
يَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰيٰتِنَا سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ بِمَا كَانُوۡا يَصۡدِفُوۡنَ ۱۵۷ هَلۡ
يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمُ الۡمَلٰۤٮِٕكَةُ اَوۡ يَاۡتِىَ رَبُّكَ اَوۡ يَاۡتِىَ بَعۡضُ اٰيٰتِ
رَبِّكَ ؕ يَوۡمَ يَاۡتِىۡ بَعۡضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنۡفَعُ نَفۡسًا اِيۡمَانُهَا لَمۡ تَكُنۡ
اٰمَنَتۡ مِنۡ قَبۡلُ اَوۡ كَسَبَتۡ فِىۡۤ اِيۡمَانِهَا خَيۡرًا ؕ قُلِ انۡتَظِرُوۡۤا اِنَّا
مُنۡتَظِرُوۡنَ ۱۵۸

ترجمۃ الآیات

(اور اس لئے بھی نازل کی ہے کہ) تم یہ کہو کہ ہم سے پہلے دو گروہوں (یہود ونصاریٰ) پر تو کتاب (تورات وانجیل) نازل کی گئی۔ اور ہم تو (عرب ہونے کی وجہ سے) ان کے پڑھنے پڑھانے سے غافل وبے خبر تھے (۱۵۶) یا یہ کہو کہ اگر ہم پر کتاب نازل کی گئی ہوتی تو ہم ان لوگوں سے زیادہ راہ راست پر ہوتے۔ تو اب (تمہارے تمام عذر بہانے قطع

کرنے کیلئے) تمہارے پروردگار کی طرف سے کھلی ہوئی دلیل اور ہدایت ورحمت (قرآن کی صورت میں) آ گئی ہے سواب اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو آیات الٰہی کو جھٹلائے اور ان سے روگردانی کرے۔ہم عنقریب ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے روگردانی کرتے ہیں۔بڑے عذاب کی سزا دینگے (۱۵۷) کیا یہ لوگ اب صرف اس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں؟ یا تمہارا پروردگار بذات خود آجائے یا تمہارے پروردگار کی بعض خاص نشانیاں آجائیں۔یہ تب (ایمان لائیں گے)۔تو پھر (یادرکھو) جس دن تمہارے پروردگار کی بعض مخصوص نشانیاں آجائیں کی تو اس دن ایسے شخص کو ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دے گا جو پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا۔اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی ہوگی۔اس سے کہو کہ تم بھی انتظار کرو۔ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔(۱۵۸)

تفسیر الآیات

۱۶۸۔ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ...الآیة۔

نزول قرآن کا ایک مقصد مشرکین کا عذر قطع کرنا بھی ہے

مشرکین عرب سے خطاب کیا جارہا ہے کہ تم اپنے کفر وشرک کا یہ عذر پیش نہ کرسکو کہ ہم سے پہلے دو بڑے گروہوں (یہود ونصارٰی) پر کتابیں (توراۃ وانجیل) نازل کی گئیں چونکہ وہ عربی زبان میں نہ تھیں اس لئے ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے۔اس لئے ہم نے عربی زبان میں قرآن نازل کرکے تمہارے اسلام قبول نہ کرنے کا یہ عذر قطع کردیا ہے۔نیز اس کے نازل کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ تم لوگ یہ نہ کہہ سکو کہ یہود ونصارٰی کی طرح ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی بڑھ چڑھ کر راہ ہدایت پر گامزن ہوتے۔لواب تو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے کھلی ہوئی دلیل (کتاب) آ گئی ہے جو کتاب ہدایت اور ذریعہ رحمت ہے۔تو جو (بدبخت) اب بھی ایمان نہیں لائے گا بلکہ آیات الٰہیہ کو جھٹلائے گا اور ان سے روگردانی کرے گا تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا؟

۱۶۹۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ...الآیة۔

کافر کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟

جب سید الانبیاء تشریف لا چکے معجزات دکھا چکے اور قرآن جیسی عدیم النظیر کتاب لا چکے مگر یہ بدبخت لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائے اور نہ ہی خواب غفلت سے بیدار ہوئے تو اب یہ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟

۱۔ آیا اس کا کہ ان کے پاس فرشتے آئیں؟ ۲۔ یا خود اللہ آئے؟

۳۔ یا اس کی کوئی خاص نشانی آئے؟

ان تین چیزوں کی وضاحت

فرشتوں سے کون سے فرشتے مراد ہیں؟ موت والے عام عذاب والے؟ یا عذاب قبر والے؟ مشہور یہ ہے کہ اس سے موت والے فرشتے مراد ہیں کہ آ کر ان کی روح قبض کر کے لے جائیں؟ خود اللہ آئے؟ سے کیا مراد ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ایک مضاف محذوف ہے؟ وہ کیا ہے؟ امر ہے؟ ''جاء امر ربك' یعنی ان کے عذاب کے متعلق تمہارے پروردگار کا حکم آئے۔ وہ عذاب ہے؟۔ اے جاء امر ربك یعنی تمہارے پروردگار کا عذاب آئے اور انہیں تباہ و برباد کر دے۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ اللہ کی کسی خاص نشانی سے کیا مراد ہے؟ مشہور یہ ہے کہ اس سے اشراط الساعہ یعنی قیامت کی بعض علامات مراد ہیں جیسے مشرق کی بجائے مغرب کی جانب سے سورج کا طلوع ہونا وغیرہ چنانچہ روایات میں وارد ہے کہ جب یہ صورتحال رونما ہوگی تو تمام کافر کلمہ پڑھنے لگ جائیں گے اور سب فاسق و فاجر توبہ کر کے نیک بننا شروع کر دیں گے۔ مگر نہ ان کا ایمان قبول ہوگا اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی (تفسیر صافی)

خداوند حکیم فرما رہا ہے کہ اگر حقیقت الامر یہی ہے کہ یہ لوگ انہیں تین چیزوں میں سے کسی ایک کا انتظار کر رہے ہیں تو پھر اس کا فائدہ کیا ہے؟ کیونکہ جب کوئی ایسی صورتحال درپیش ہوئی تو پھر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور اس وقت ایمان لانا اور نیک عمل کرنا کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ جب غیب شہود بن جائے، بیان عیان بن جائے اور نبی کی زبان سے کان سے سنی ہوئی بات حقیقت بن کر آنکھوں کے سامنے آ جائے تو قانون قدرت یہ ہے کہ اس وقت توبہ وانابہ کا در بند ہو جاتا ہے اور توبہ کرنا، ایمان لانا اور نیک عمل بجالانا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

ارشاد قدرت ہے۔ ''وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ'' (سورہ نساء...... ۱۸)۔ یعنی ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو گناہ پر گناہ

کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو وہ کہتا ہے میں اب توبہ کرتا ہوں۔اس کی تفسیر میں پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا:

''ان توبة العبد تقبل مالم یغر غر ''بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک نزع کی حالت میں غرغرہ موت کی کیفیت نمودار نہ ہو جائے۔

''فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ''(سورہ اعراف آیت......۷۱)۔

آیات القرآن

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ اِنَّمَآ
اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝۱۵۹ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ
فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ
لَا یُظْلَمُوْنَ ۝۱۶۰ قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا
مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝۱۶۱ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ
وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۶۲ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ
اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۱۶۳

ترجمۃ الآیات

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے ان کا معاملہ بس اللہ کے حوالے ہے۔ پھر وہ انہیں بتلائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے (۱۵۹) جو شخص ایک نیکی لے کر (اللہ کی بارگاہ میں) آئے گا اس کو دس گنا (اجر) ملے گا۔اور جو ایک بدی لائے گا اس کو اس کی مقدار کے مطابق دی جائے گی۔اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(۱۶۰) آپ کہیں! بے شک میرے پروردگار نے مجھے بڑے سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کردی ہے یعنی اس صحیح اور راستہ دین کی طرف جو باطل

سے ہٹ کر صرف حق کی طرف راغب ابراہیم کی ملت ہے اور وہ شرک کرنے والوں میں
سے نہیں تھے (۱۶۱) (اے رسول) کہو میری نماز اور میری تمام (مختلف) عبادتیں اور
میری زندگی اور میری موت صرف اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (۱۶۲)
اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے سر تسلیم خم
کرنے والا ہوں (۱۶۳)

تفسیر الآیات

۱۷۰۔ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا ... الآیۃ۔

جن لوگوں نے دین میں تفرقہ ڈالا پیغمبر اسلامؐ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے

جس طرح کوئی چشمہ جب اپنے منبع سے نکلتا ہے تو وہ بالکل صاف وشفاف ہوتا ہے اور پھر جوں جوں اپنے مرکز سے دور ہوتا جاتا ہے توں توں راستہ میں اس کے اندر خس وخاشاک اور گرد وغبار کی آمیزش ہوتی جاتی ہے۔ جس سے اس کا رنگ گدلا ہوجاتا ہے۔ کچھ یہی کیفیت دین کی ہے کہ جب خدا دین بناتا ہے اور اپنے پیغمبر کے ذریعہ لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ تو وہ چشمہ صافی کی طرح کفر، شرک، بدعت، ضلالت، جہالت اور ہر قسم کے زیغ وضلال سے پاک وصاف ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ بدفطرت، بدنہاد لوگ اور بالخصوص دین کے نام پر دنیا کے سوداگر اس میں الائشات کی آمیزش اس چابکدستی سے کر دیتے ہیں کہ جس سے اصل دین کا اسطرح حلیہ بگڑ جاتا ہے کہ اصل ونقل میں امتیاز کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

دین میں تفرقہ ڈالنے والوں سے مراد کون لوگ ہیں؟

مفسرین میں اس بات کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ جن لوگوں کی یہاں دین میں تفرقہ سازی کی وجہ سے مذمت کی جارہی ہے اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ بعض نے یہود، بعض نے نصاریٰ مراد لئے جنہوں نے یہودیت اور نصرانیت کے کئی مختلف فرقے بنادیے اور بعض نے اس سے عام بدعتی اور نو ایجاد اسلامی فرق اور مسالک کے بانی مراد لئے ہیں اگرچہ قرآنی الفاظ میں ان سب کی گنجائش ہے۔ مگر حسب ظاہر اس سے مراد اہل کتاب ہی ہیں۔ اور خداوند علیم وحکیم نے ان سے حضرت رسول خدا کی برات وبیزاری کا اعلان کر کے دراصل مسلمانوں کو تہدید کی ہے کہ اگر تم نے اسلام کے ساتھ وہی سلوک کیا جو یہود نے موسویت اور

نصاریٰ نے عیسائیت کے ساتھ کیا ہے تو آنحضرتؐ تم سے اسی طرح بری و بیزا ہو جائیگے جس طرح ان سے ہیں۔ ''پیروان مذاہب کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انہوں نے بھی یہی تفرقہ ڈالکرا الگ الگ گروہ بندیاں اور باہم دگر مخالف جتھے بنالئے نتیجہ یہ نکلا کہ نجات وسعادت کا دارومدار ایمان وعمل پر نہ رہا گروہ بندیوں پر آٹھہرا پس فرمایا جن لوگوں کا یہ شیوہ ہے تمہیں ان سے کوئی سروکار نہیں ہے (ترجمان القرآن)۔

۱۷۱۔ من جاء بالحسنة...الآية

اس کی کو یا شان کریمی ہے کہ ایک نیکی کے عوض کم از کم دس نیکیوں کا جروثواب عطا فرماتا ہے۔ اور کی عدل ہے کہ ایک برائی کا بدلہ ایک برائی کے برابر دیتا ہے فالویل لمن غلبت احادہ علی اعشان افسوس ہے اس شخص پر جس کی اکائیاں اس کی دہائیوں پر غالب آجائیں۔

۱۷۲۔ قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰانِیْ...الآية۔

اللہ کا دین اسلام جو ملت ابراہیمی کی صحیح تفسیر ہے یہی صراط مستقیم ہے اور اس کا خلاصہ

ابھی او پر آیت نمبر ۱۵۳ میں دین اسلام کے بارے میں فرمایا! ''وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ'' (سورہ انعام آیت...... ۱۵۳)۔ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ اسی کی اتباع کرو۔ اور اسی دین کو یہاں آیت نمبر ۱۶۱ میں ''دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ'' جناب ابراہیم راست رو کا مستحکم دین کہا گیا ہے۔ جو خدا نے بنایا اور پیغمبر اسلامؐ نے پورے تیئس سال کی شبانہ روز کی محنت شاقہ سے بے کم وکاست لوگوں تک پہنچایا۔ مگر جس طرح یہود نے موسویت کے اکہتر فرقے اور عیسائیت کے بہتر (۷۲) فرقے بنا ڈالے تھے بدقسمت مسلمانوں نے مزید برآں ایک فرقہ کا اضافہ کر کے ایک اسلام کے پورے تہتر اسلام بنا دے۔ دین اسلام اس قدر سادہ سلیس وآسان ہے کہ بھیڑ بکریاں چرانے والے بدو بھی اسے سمجھ جاتے تھے۔ مگر آج لوگوں نے دین کو ایک ایسا معمہ بنا دیا ہے جو نہ سمجھنے کا ہے نہ سمجھانے کا۔ چند سادہ سے اصول ہیں۔ جن میں اصل الاصول توحید پروردگار ہے کہ کائنات کا خالق و مالک اور پالک ایک ہے ذات میں، صفات میں، افعال میں اور عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ عادل ہے۔ اس کی ساحت قدس میں ظلم نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کا آخری پیغمبر ذات وصفات میں بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کا مصداق ہے ان کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے لے کر مہدیؑ برحق تک بارہ ائمہ طاہرینؑ اللہ کے ولی اور پیغمبرؐ اسلام کے وصی اور خلق وخالق کے

درمیان وسیلہ ہیں اور بنی نوع انسان کے افضل افراد ہیں، قیامت اور اس کے متعلقہ مباحث از قسم حساب وکتاب اور جنت ونار برحق ہیں جن میں کوئی شک نہیں ہے۔ باقی فروع دین میں کچھ عبادات میں کچھ واجبات اور کچھ محرمات کچھ انسانی تعلقات کو خوشگوار بنانے کیلئے معاملات ہیں کچھ اخلاقیات، میں الغرض زندگی گذارنے اور اسے خوشگوار بنانے اور حیات بعد الممات یعنی آخرت کو سنوارنے کیلئے خدا کے چند مقرر کردہ اصول وضوابط ہیں جن کی تمام شعبہ ہائے حیات میں پابندی واجب ولازم ہے۔

۱۷۳۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ...الآية۔

ایک مسلمان کا شیوہ وشعار اور طریقہ کار یہ ہے

کہ وہ اسلام کے وقار کی اونچی چٹان پر کھڑا ہو کر سینہ تان کے اور گردن بلند کر کے با آواز بلند یہ اعلان کرتا ہے کہ میری نماز، میری قربانیاں، میری سب عبادات اور میری زندگی اور میری موت میری رضا، میری ناراضی، میری محبت اور میری نفرت الغرض۔ میرا سب کچھ میرے خدا کا ہے۔ جو عالمین کا پروردگار ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

اگر مختلف فرق اور مسالک کے وجود میں آنے اور اللہ کے دین میں تحریف وتفریق کے علل و اسباب کا سرسری طور پر جائزہ لیا جائے تو اس کے چند اسباب سامنے آتے ہیں جیسے

۱۔ تلبیس ابلیس۔ ۲۔ خواہشات نفس کی اتباع۔
۳۔ ذاتی خیالات کی پیروی ۴۔ ذاتی مفادات کا تحفظ۔
۵۔ ذاتی وقار واقتدار کا حصول۔ ۶۔ اپنے بزرگوں سے غلو کی حد تک عقیدت۔
۷۔ کسی سے حد سے بڑھی ہوئی نفرت وعداوت۔
۸۔ فروعی باتوں میں مبالغہ آرائی اور غیر معمولی اہمیت ۹۔ غیر ضروری موشگافیاں۔
۱۰۔ اور سب سے زیادہ خطرناک رجحان یہ کہ اختلاف فکر ونظر کو ذاتی عداوت کا رنگ دے دیا گیا۔ اور اسلامی رواداری اور تحمل کا فقدان ہو گیا اور اس کی جگہ اشتعال انگیزی نے لے لی۔ جس کا نتیجہ آج فرقہ واریت اور دہشت گردی کی شکل میں سامنے آ رہا ہے۔ سچ ہے

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے جو جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

اور یہ وہ چیز ہے۔جس سے صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ سب سے زیادہ نقصان خود اسلام کو اور اس کی ساکھ کو پہنچ رہا ہے کہ جب غیر قومیں آج مسلمانوں کے حالات کو دیکھتی ہیں تو وہ بے ساختہ کہہ اٹھتی ہیں۔ ع۔

یہی شاہکار ہے تیرے ہنر کا؟

بہرحال عام لوگ جو چاہیں کریں دین حق کے ایک سچے نام لیوا اور پیروکار کا فرقہ واریت کی ان تمام الائشات، گروہ بندیوں کی تمام کثافات تعصّبات کی ان تمام نجاسات سے بیزاری کا اعلان کر کے اپنے آپ کو نرا اکھر مسلمان ہونے کا اعلان واجب الاذعان کرنا پڑے گا ہوسما کم المسلمین۔ جب اللہ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے تو ہمیں مسلمان کہلانے پر فخر محسوس کرنا چاہیے۔

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم دعا ہے کہ خداوند عالم ہم مسلمانوں کی حالت زار پر رحم فرمائے اور ہمیں فرقہ واریت کی لعنت سے بچائے اور اصلی اسلام پر چلنے اور اسی پر مرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ بحق النبی و آلہ

آیات القرآن

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا
عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ
الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ
اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسول) کہہ دیجئے! کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا

پروردگار ہے اور ہر نفس جو کچھ کماتا ہے اس کا وبال اسی پر ہے۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم سب کی بازگشت تمہارے پروردگار کی طرف ہے سو وہی تمہیں بتائے گا جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے (۱۶۴) وہ (خدا) وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں (پہلوں) کا خلیفہ اور جانشین بنایا اور تم سے بعض کو بعض پر درجات کے اعتبار سے بلندی عطا فرمائی تاکہ جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا پروردگار بہت جلد سزا دینے والا اور بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا بھی ہے۔ (۱۶۵)

تفسیر الآیات

۱۶۴ قُلْ اَغَيْرَ الله ... الآية۔

اس آیت کی شان نزول

کہا گیا ہے کہ کفار مکہ نے حضرت رسول خداؐ سے کہا تھا کہ آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کریں۔ اگر آپ کو دنیا و آخرت میں کوئی تکلیف پہنچے تو ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ تب یہ آیت اتری (مجمع البیان) کہ آپ ان احمقوں سے کہیں کہ تمام کائنات کے پروردگار اور تمام موجودات کے معبود برحق کو چھوڑ کر میں کسی اور پروردگار کو تلاش کروں؟ اس مطالبہ کی رکاکت اور حماقت کی کوئی حد؟ باقی تمہارا یہ کہا بھی کس قدر فضول اور خلاف عقل ہے کہ تم میرے ذمہ دار ہو۔ ہر شخص اپنے قول و فعل کا خود ذمہ دار ہے۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

۱۶۵۔ وَلَا تَزِرُ ... الآية۔

اور اگر تم اپنے آباؤ اجداد کے قول و فعل کو ان کے نقش قدم پر چلنے کا جواز بناتے ہو تو یہ بھی ایک لغو بات ہے وہ اپنے عمل کے خود ذمہ دار تھے اور تم خود اپنے عمل کے ذمہ دار ہو۔ انہوں نے غلط کام کئے ہیں تو وہ خود اس کی سزا بھگتیں گے۔ کیونکہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور جو کوئی جیسا کرے گا ویسا بھرے گا کوئی کسی کے عوض پکڑا نہیں جائے گا اور کسی کو کسی کیلئے قربانی کا بکرا نہیں بنایا جائے گا اللہ کے اسی حکیمانہ اور عادلانہ کلام سے اس روایت کی رکاکت واضح و عیاں ہو جاتی ہے کہ ''ان المیت یعذب ببکاء الحی علیه'' زندہ کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ بالغرض اگر زندہ کا یہ فعل غلط ہے تو سزا اسے ملنی

چاہیے بھلا اس میں مردہ کا کیا قصور ہے؟ غلطی زندہ کرے اور سزا مردہ بھگتے؟

بوفت عقل ز حیرت کہ

ایں چہ بوالعجبی است؟

۱۷۶۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ ...الآية۔

خلائف خلیفہ کی جمع ہے۔جس کی معنی قائمقام کے ہیں۔ظاہر ہے کہ اس لفظ کے معنی ہر جگہ خدا کی خلافت و نیابت جیسا کہ بعض مترجمین ومفسرین نے کیے ہیں، یا دنیا کی حکمرانی کے جیسا کہ دوسرے بعض مفسرین نے کئے ہیں نہیں ہوتے اس لئے یہاں اس سے پہلی امتوں کی قائم مقامی اور جانشینی مراد ہے۔کہ ان کی جگہ تمہیں آباد کیا ہے کیونکہ نظام قدرت یہی ہے کہ جس طرح گذشتہ عہدوں میں مختلف قومیں ایک دوسرے کی جانشین ہوتی رہی ہیں اب وقت آ گیا ہے کہ پیروآن قرآن واسلام سابقہ قوموں کے جانشین ہوں تا کہ قرآنی صداقت اجاگر ہو جائے بہر حال۔

ہر کہ آمد عمارتِ نوساخت

رفت و منزل بدیگرے پرداخت

۱۷۷۔ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ ...الآية۔

خدائے علیم وحکیم نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے دنیوی مقام وشان کے اعتبار سے مال ودولت، قوت وطاقت، شکل وعقل، صورت وسیرت علم وفضل اور عزت وعظمت کے لحاظ سے بعض کے درجے بعض سے بلند وبالا قرار دے ہیں۔اور بعض کو دوسرے بعض پر فوقیت دی ہے کہ ایک مالدار ہے تو دوسرا غریب ونادار ایک طاقتور ہے تو دوسرا کمزور ایک خوب صورت ہے تو دوسرا بدصورت ایک عقلمند ہے تو دوسرا احمق اور ایک عالم ہے تو دوسرا جاہل وغیرہ وغیرہ تا کہ تمہاری آزمائش کی جائے کہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ ادا کون کرتا ہے اور اس کی نازل کردہ مصیبتوں پر صبر کون کرتا ہے؟ اور پھر ان نعمتوں کو ان کے صحیح مصرف میں صرف کون کرتا ہے اور غلط استعمال کر کے کفران نعمت کا ارتکاب کون کرتا ہے واضح رہے کہ یہ چیزیں اور یہ بلندی وپستی خدا کے ہی قبضہ قدرت میں ہے بالفرض اگر یہ چیز بندوں کے اختیار میں ہوتی ہے تو پھر کون بلندی کو چھوڑ کر پستی کو اختیار کرتا؟ وہ بدکاروں اور نافرمانوں کو اپنی گرفت میں لانا چاہے تو وہ سریع العقاب بھی ہے ان بطش ربك لشديد۔کیونکہ غیر بعید کل ما ہو آت۔کوئی اس سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتا اور اگر کوئی گناہگار گناہ کر کے نادم ہو جائے اور توبہ وانابہ کر لے تو غفور بھی ہے اور اطاعت گذاروں و فرمانبرداروں کیلئے رحیم بھی ہے۔

اے کریمے کہ ازخزانہ غیب
گبروترسا وظیفہ خود خواری
دوستاں را کجا کنی محروم
توکہ با دشمنان نظرداری

اللهم اغفرلنا وارحمنا واعف عنا فى الدنيا والآخرت بحق النبى وعترته الطاهرة۔